بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمای سلف

رسالہ ... الاسلام ...

جس میں گذشتہ علمائے الاسلام کی ... تاریخی رسالہ

جلسہ

جناب مولانا مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس بھیکم پور ضلع علیگڈہ

نے

ندوۃ العلماء کے چھٹے سالانہ جلسے میں بمقام میرٹھ پیش کیا

حسب فرمائش جناب مولانا مولوی محمد مراد صاحب

مطبع ... باہتمام ... حبیب الرحمن ... چھپا

دار العلوم

اگر ہم آج کل دینی [illegible] کے [illegible] تو [illegible]

کا یہی تقاضا ہونا چاہیے [illegible] نہیں ہوتی کہ [illegible] کے [illegible]

اور جا [illegible] اکمال [illegible] ہیں انکا کوئی [illegible] نہیں [illegible] اگر [illegible]

یہی [illegible] تو اسلامیات کا [illegible] کہ [illegible] علوم [illegible] سے [illegible]

[illegible] کا نمونہ [illegible] چاہیے [illegible] ان [illegible] کرتے [illegible]

دین [illegible] کہ [illegible] گئے [illegible] ندوۃ العلما نے علاوہ [illegible]

[illegible] اسلامی دار العلوم [illegible] کیا جس میں [illegible] کی تعلیم [illegible]

[illegible] علاوہ [illegible] کی وجہ سے [illegible]

[illegible] ابتدائی [illegible] صرف و نحو کی [illegible] حدیث [illegible]

[illegible] کی [illegible] تعلیم ہوگی [illegible]

[illegible] کہ اگر دینی [illegible] طالب [illegible] دینیات اور عربی کی تعلیم [illegible] دار [illegible]

جس میں طلبا کی سکونت [illegible] نوش [illegible] کا انتظام [illegible]

[illegible] کیجائیگی [illegible] ہیں [illegible]

اور طلبا [illegible] ہونگے ان [illegible] کیا جائیگا [illegible]

کہ انگریزی تعلیم [illegible] چاہتے ہیں انکے لیے [illegible] دار العلوم کے [illegible] میں [illegible]

داخل [illegible] وہ [illegible] سے [illegible]

[illegible] انگریزی تعلیم [illegible]

[illegible] کے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

خزاں رسید و گلستان آں جمال نماند — سماع بلبل شوریدہ رفت و حال نماند
نشان لالہ ازین باغ از کہ می پرسی — برو کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

شوال ۱۳۱۱ھ کا ذکر ہے کہ ندوۃ العلما کا اول اجلاس شہر کانپور میں منعقد ہوا تھا جسمیں دیار ہند کے کثیر مشاہیر علماء رونق افزا تھے۔ بزم انکے جمال کمال سے روشن تھی اور نگاہ انکے کمال جمال سے منور۔ اور ایک ایسا پاکیزہ منظر پیش نظر تھا جو تاریخ ہندستان میں اپنی آپ ہی نظیر تھا میری آنکھیں جب ان نورانی شکلوں کے دیدار سے فیضیاب ہوئیں تو چشم بصیرت میں ایک نور پیدا ہوا جسکی روشنی میں وہ زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا جو فضائے عالم میں صدہا برس کی راہ طے کر چکا ہے یعنی متاخرین کا مجمع دیکھکر متقدمین کا تصور بندھا اور انکے حالات کے مطالعے کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ یہ شوق ہنوز دل ہی میں تھا کہ جناب مولانا سید محمد علی صاحب ناظم ندوہ نے ایک نقشہ مضامین شائع فرمایا جسمیں چند عنوان اس غرض سے درج تھے

کہ آپ جو خاصہ دو مشکل مضامین لکھے ہوئے ہیں۔ اتفاقاً انہیں ایک عنوان علمائے سلف بھی تھا۔ اس نقشے کو
دیکھ کر دل میں تحریک پیدا ہوئی اور باوجود بے مائیگی یہ جوش کہ اس فہرست سے چند سے ان
بزرگوں کی جن کی مثنوی میں یہ نصیحت ہے جا بجا عنوان بالا کو میں نے لے لیا ہے عـــہ گرچہ از نیکاں نیم خود را
بہ نیکاں بستہ ام ۔ یا حضرت قرنیں رشتہ گلدستہ ام ۔ اس رسالے کی تیاری کے واسطے حسب ذیل
کتابیں میں سے مطلب اخذ کیا ہے اور انہیں سے حالات انتخاب کیے۔ تذکرۃ الحفاظ از امام شمس الدین ذہبی
المتوفی سنہ ۷۴۸ھ (کشف الظنون) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ وفیات الاعیان و انباء
ابناء الزمان از قاضی القضات ابی العباس احمد بن خلکان المتوفی سنہ ۶۸۱ھ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر سنہ ۱۳۱۰ھ
نزہۃ الالباء فی طبقات الادباء از امام ابی البرکات عبدالرحمن بن محمد انباری المتوفی سنہ ۵۷۷ھ (کشف
الظنون) مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۴ھ۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از طبیب عالم موفق الدین ابو العباس
احمد بن قاسم المعروف ابن ابی اصیبعہ المتوفی سنہ ۶۶۸ھ مطبوعہ مطبع وہبیہ مصر سنہ ۱۲۹۹ھ۔ الشقائق النعمانیہ
فی علماء الدولۃ العثمانیہ از مولی طاش کبری زادہ رومی المتوفی سنہ ۹۶۲ھ (العقد المنظوم) مطبوعہ مطبع
میمنیہ مصر سنہ ۱۳۱۰ھ۔ العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم مطبوعہ مطبع بالا۔ ان کتابوں کے علاوہ حسب
ذیل کی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ مقدمہ فتح الباری للامام ابن حجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ
(کشف الظنون) مطبوعہ مطبع انصاری دہلی سنہ ۱۳۰۲ھ۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ
النعمان للمفتی احمد بن حجر المکی المتوفی سنہ ۹۷۳ھ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر سنہ ۱۳۱۱ھ۔ رحلۃ ابو عبداللہ محمد بن
عبداللہ المعروف بابن بطوطہ عـــہ مطبوعہ مطبع وادی النیل مصر سنہ ۱۲۸۷ھ۔ کامل از علامہ ابن اثیر جزری المتوفی
سنہ ۶۳۰ھ (ابن خلکان) مطبوعہ مطبع ذات التحریر مصر سنہ ۱۳۰۳ھ۔ الملل والنحل از عبدالکریم شہرستانی
مطبوعہ سنہ ۱۲۸۸ھ۔ بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع منشی محمد منیر سنہ ۱۲۷۰ھ

عـــہ ابن بطوطہ کی سیاحت کا آغاز سنہ ۷۲۵ھ میں ہوا اور اختتام سنہ ۷۵۴ھ میں۔

حدیقۃ [illegible] نوفل آفندی مطبوعہ مطبع امیرکان بیروت۔ کشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام
[illegible] امام عبدالعزیز [illegible] مطبوعہ مطبع صحافیہ عثمانیہ قسطنطنیہ ۱۳۰۸ھ۔ اس
فہرست کے پیش کرنے سے اپنا بلاغت نظر جتانا مقصود نہیں بلکہ یہ اظہار مطلوب ہے کہ یہ کتاب اس قسم کے
[illegible] سے تیار ہوئی ہے۔ ان ماخذ پر اتنی گزارش کی اور جسارت کی جاتی ہے کہ اس ناچیز تحریر میں جو بات
[illegible] واقعات سے [illegible] ہو یا نتیجہ استنباط کیا گیا ہو وہ مورخانہ حیثیت سے ہے نہ فقیہانہ یا متکلمانہ حیثیت سے
[illegible] مقصود گزشتہ علمائے اہل اسلام کے حالات کا لکھنا ہے نہ کسی مذہبی مسئلے کا فیصلہ کرنا۔
[illegible] واقعات لکھتے وقت سبیل امانت سے کام لیا گیا ہے

[illegible] تذکرۃ الحفاظ ابن [illegible] ابن خلکان شق شقائق نعمانیہ عیون عیون الانباء نزہۃ نزہۃ الالباء

مقدمہ مقدمہ فتح الباری ج جلد ص صفحہ

شقائق نعمانیہ کی تقسیم جلدوں پر اگرچہ مصنف نے نہیں کی ہے مگر چونکہ یہ کتاب تاریخ ابن خلکان کی دونوں
جلدوں کے حاشیے پر درج ہے اور دونوں جلدوں کے صفحوں کا شمار جدا جدا ہے اس لیے حاشیے کی کتاب
کی بھی تقسیم کرنی پڑی۔

یہ واقعے کا حوالہ بقید جلد و صفحہ کتاب اس کتاب کے ہر صفحے کے نیچے لکھ دیا گیا ہے اور اس طرح میں نے
اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہے جو بحیثیت [illegible] میرے ذمے تھا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

خادم علما

محمد حبیب الرحمن خان شروانی

بھیکن پور ضلع علیگڑھ

۱۴ - رمضان المبارک [illegible]

کہ آئندہ جابجا وہ سکھنے کی مضامین لکھے جائیں۔ اتفاقاً انہیں ایک عنوان علمائے سلف بھی تھا۔ اس نقشے کو دیکھ کر پہلی تحریک میں ایک تازہ جوش پیدا ہوا اور باوجود بے مائگی یہ سوچکر کہ اس ذریعے سے چند سے اُن بزرگوں کی بھی معنوی ہمنشینی نصیب ہوجائیگی عنوان بالا کو میں نے لیا۔ ؎ گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ام ؛ در ریاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام ؛ اس رسالے کی تیاری کیواسطے حسب ذیل کتابیں میں نے لفظ بہ لفظ پڑھیں اور انہیں سے حالات انتخاب کیے۔ تذکرۃ الحفاظ از امام شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ (کشف الظنون) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان از قاضی القضاۃ ابی العباس احمد ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ نزہۃ الالباء فی طبقات الادباء از امام ابی البرکات عبدالرحمٰن ابن محمد انباری المتوفی ۵۷۷ھ (کشف الظنون) مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از طبیب عالم موفق الدین ابو العباس احمد ابن قاسم المعروف ابن ابی اصیبعہ المتوفی ۶۶۸ھ مطبوعہ مطبع وہبیہ مصر ۱۲۹۹ھ الشقائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ از مولیٰ طاشکبری زادہ رومی المتوفی ۹۶۸ھ (العقد المنظوم) مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم مطبوعہ مطبع بالا۔ ان کتابوں کے علاوہ حسبتہً ذیل کی کتابوں سے بھی مدد لیگئی ہے۔ مقدمہ فتح الباری للامام ابن الحجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ (کشف الظنون) مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۲ھ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان للمفتی احمد بن الحجر المکی المتوفی ۹۷۳ھ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ رحلۃ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بابن بطوطہ[عہ] مطبوعہ مطبع وادی النیل مصر ۱۲۸۷ھ۔ کامل از علامہ ابن اثیر جزری المتوفی ۶۳۰ھ (ابن خلکان) مطبوعہ مطبع ذات التحریر مصر ۱۳۰۳ھ الملل والنحل از عبدالکریم شہرستانی مطبوعہ ۱۲۸۸ھ۔ بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع منشی محمد منیر ۱۲۷۰ھ صفحات

عہ ابن بطوطہ کی سیاحت کا آغاز ۷۲۵ھ میں ہوا اور اختتام ۷۵۶ھ میں۔

مطرب فی تقدمات المعرب از نوفل آفندی مطبوعہ مطبع امیرکان بیروت۔ کشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام بزدوی علی از امام عبدالعزیز بخاری المتوفی سنہ ۷۳۰ھ مطبوعہ مطبع صحافیہ عثمانیہ قسطنطنیہ ۱۳۰۸ھ۔ اس فہرست کے پیش کرنے سے اپنا بلاغ نظر جتانا مقصود نہیں بلکہ یہ اظہار مطلوب ہو کہ یہ کتاب کس قسم کے مصنفوں سے صورت پذیر ہوئی ہے۔ اس موقع پر اتنی گزارش کی اور جسارت کیجاتی ہو کہ اس ناچیز تحریر میں جو بحث حالات و واقعات سے کیگئی ہو یا جو نتیجہ اُس سے نکالا گیا ہو وہ مؤرخانہ حیثیت سے ہو نہ فقیہانہ یا متکلمانہ حیثیت سے اور اس سے مقصود گزشتہ علمائے اہل اسلام کے حالات کا لکھنا ہو نہ کسی مذہبی مسئلے کا فیصلہ مدنظر کرنا۔

حوالہ واقعات لکھتے وقت حسب ذیل علامتوں سے کام لیا گیا ہو۔

تذ۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ابن۔ ابن خلکان۔ شق۔ شقائق نعمانیہ۔ عیون۔ عیون الانباء۔ نزہۃ۔ نزہۃ الالباء۔

مقدمہ۔ مقدمہ فتح الباری۔ ج۔ جلد۔ ص۔ صفحہ

شقائق نعمانیہ کی تقسیم جلدوں پر اُس کے مصنف نے نہیں کی ہو۔ مگر چونکہ یہ کتاب تاریخ ابن خلکان کی دونوں جلدوں کے حاشیے پر درج ہو اور دونوں جلدوں کے صفحوں کا شمار جدا جدا ہو اس لیئے حاشیے کی کتاب کی بھی تقسیم کرنی پڑی۔

یہ واقعے کا حوالہ بقید جلد و صفحہ کتاب اس کتاب کے ہر صفحے کے نیچے لکھدیا گیا ہو اور اس طرح میں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہو جو بحیثیت ناقل میرے ذمے تھا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

خادم طلبا

محمد حبیب الرحمن خان شروانی

بھیکن پور ضلع علیگڑھ

۱۹۔ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

فہرست مضامین رسالہ علمای سلف

عنوان اوّل

طلب علم

علماے سلف کے جن حالات سے ہم بحث کرنا چاہتے ہین اون مین طلب علم کو سب سے اول ہم نے قائم کیا ہی اہل علم کی زندگی کے مختلف مدارج مین یہ منزل سب سے پہلی ہے اور نیز اسکا تقدم نہ صرف بہ لحاظ زمانے کے ہی بلکہ باعتبار اہمیت وشان کے اولی ہی یہی وہ منزل ہی جو اس بات کا فیصلہ کر دیتی ہی کہ کون منزل مقصود تک پوہنچے گا اور کون حرمان نصیب ہوگا ایک عالم کا ذکر آپ آگے پڑہین گے کہ ایک شب انہون نے دو طالب علمون کو دو حالتون مین پایا۔ ایک تکیے کا سہارا لیے مطالعۂ کتاب کر رہا تھا دوسرا دو زانو مستعد بیٹھا کتاب بینی مین مشغول تھا اور وقتاً فوقتاً کچھہ لکھتا بھی جاتا تھا جوہر شناس استاد نے یہ ماجرا دیکھکر اول کی نسبت کہا کہ اِنَّہ لَا یَبلُغ دَرَجَۃَ الفضلِ دوسرے کی بابت فرمایا کہ سَیُحَصِّلُ الفضلَ وَیکونُ لہ شان فی العلم آگے چلکر صاف ثابت ہو گیا کہ یہ پیشین گوئی بالکل سچی تھی پس جو منزل اس طرح آیندہ زندگی کا فیصلہ کر دینے والی ہو اُسکے مہتم بالشان ہونے مین کس کو کلام ہو سکتا ہی اس منزل کو اگر صرف اول منزل کہکر چھوڑ دیا جائے تو ایک پہلو اُسکا بیان ہوگا جس طرح یہ منزل سب سے اول ہی اُسی طرح سب سے آخر ہی بلکہ یہ کہنا قطعاً مبالغے سے مبرا ہے کہ باکمال علما کی زندگی مین اول سے آخر تک یہ منزل ختم نہین ہوتی آپ آگے کے صفحون مین بہت سے واقعے اس دعوے کی تائید مین پائینگے اہل کمال نوّے ۹۰ برس کی عمر مین بھی طالب علم تھے اور جب

اُنکی روح سکرات کے تلاطم مین تھی اُنکا دل و دماغ خدمتِ علم مین مصروف تھا **شعر**

مہر تو در وجودم و عشق تو در سرم ۔ با شیر اندرون شد و با جان بدر شود

شیخ الاسلام انصاری نے فرمایا ہی کہ ھذا الشان شانُ مَن لیس لہ شان سِوی ھذا الشان یعنی طلب علم اُن جوان مردوں کا کام ہی جن کو مقصود بالذات یہی کام ہو۔ طالب علمی کے مختلف دور ہیں۔ پہلا دور مکتب یا مدرسے مین اُستاد کی زیر نگرانی ختم ہوتا ہی اور عمارت کا منصوبہ دماغ میں قائم کرے اور اُس کی بنیاد بھر کر سطح زمیں سے کچھ بلند کر دے اور اتنی محنت کے بعد وہ یہ خیال کرے کہ میں مکان بنا چکا تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالیشان عمارت بن چکی۔ چند روز میں ہوا اور بارش کے صدمے اُتنی بنیاد کو بھی نسیاً منسیا کر دینگے اور اُسکے بانی کی پست ہمتی کی ایک عبرتناک یادگار قائم رہجائیگی۔ بجنسہ یہی حال اُن ہونہار طالب علموں کا ہی جو مدرسہ چھوڑ کر یہ سمجھ لین کہ ہم عالم بن چکے۔ یہ طلبہ بھی اپنی ہونہاری کا خون کر کے اپنے اُستاد اور دوستون کے دلوں کو حسرت کا داغ دینگے۔ دوسرا دور طالب علمی کا مدرسے کے بعد شروع ہوتا ہی جس میں انسان خود شاگرد بنتا ہے اور خود استاد **ع** معلم کیست عشق و کنج تنہائی و بستانش ۔ سبق نادانی و دانا دلم طفل سبق خوانش ۔ ز ہر کس نا ید این اُستاد شاگردی نہ ہر کوہے بدخشاں باشد و ہر سنگریزہ لعل رخشانش۔ اِس دور کی انتہا وہ ہے جو بلند خیال ابن العلا نے مقرر کی ہے یعنی ماد امتِ الحیوۃ تحسن بہ یہی دورِ کمال کا دور ہی۔ پس طالب علمی اور کمال گویا ایک ہی ہیں اور اسی لحاظ سے ہم نے طلب علم کو اول اور آخر منزل قرار دیا ہی۔

جن جوان مردوں نے میدان طلب علم کو طے کیا ہے وہ جانتے ہین کہ یہ راہ کیسی معرکہ خیز اور صبر آزما ہی کہیں افلاس کا مردم خوار دیو اپنی منحوس صورت دکھلاتا ہے اور قوتِ لایموت کے حاصل ہونے کی بھی کوئی شکل نظر نہیں آتی کبھی جڑی بوٹی کے پتوں پر بسر کرنی ہوتی ہی اور

کبھی نان بائی کی دوکان پر صرف بوے طعام پر قانع ہونا پڑتا ہی۔ کہیں محنت اور مشقت سے دل گھلتا ہی اور چھکے چھوٹتے ہیں۔ کسی کو ناز و نعمت کے کرشمے اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ کسی کی نفسانی خواہش دست بگریباں ہوتی ہیں۔ غرض ایک ہنگامہ بلاخیز سے سامنا کرنا پڑتا ہی۔ جن ارادوں میں ذرا بھی قوت کی کمی ہوتی ہے وہ ان معرکوں کے مقابلے میں پست ہو جاتے ہیں اور زبان حال پر انکی لا طاقة لنا الیوم کا مضموں ہوتا ہے۔ لیکن یہی طلب اپنا راستہ صاف کرکے طالب کو مطلب تک پونہچا دیتی ہی۔ اور جس قدر دقت اور صعوبت پیش آتی ہی ان بہادر طالبوں کے عزم زیادہ مستحکم اور حوصلے زیادہ بلند ہوتے جاتے ہیں۔ اگر حوصلوں میں وسعت اور ارادوں میں استحکام نہوتا تو اہل اسلام کو شیخ الاسلام بقی بن مخلد امام بخاری اور حکیم ابو نصر فارابی نصیب نہوتے کیا چقندر کے پتے اور جنگل کی گھاس کھاکر اور شب کو پاسبانوں کی لالٹینوں سے مطالعہ کرکے امام اور حکیم بنجانا آسان ہی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ کون سی قوت تھی جس نے علی بن عاصم عراقی اور ابن سنجر کو ناز و نعمت کے آغوش سے چھین کر راہ طلب میں سرگردان کر دیا اور آتنا پھرایا کہ ایک کو مسند عراق اور دوسرے کو حافظ کبیر بنا کر چھوڑا۔ بیشک یہ طلب صادق ہی کا کرشمہ تھا اتنی تمہید یہ امر ناظرین باتمکین کے ذہن نشین کر سکے گی کہ ہم علماے سلف کی طلب علمی کی نسبت کس کس پہلو پر بحث کرنے والے ہیں۔ اور سچی طلب کا معیار ہمارے پاس کیا ہی۔

افلاس انسان کا حوصلہ پست کرنے والی اور ہمت کی ہرا دینے والی دنیا میں کوئی چیز غالبا افلاس سے بڑھکر نہیں ہی۔ مفلسی میں پھنسکر آدمی عزم کا استحکام اور ارادے کی استواری بالکل کھو بیٹھتا ہی۔ اور دل و دماغ کی شگفتگی جو تمام بلند خیالیوں کا سرچشمہ ہی قطعاً معدوم ہو جاتی ہی۔ اگر ایک سرسبز چمن کی سیرابی کے سارے ذرائع مسدود کر دیے جائیں تو وہ مایہ بہجت سراپا وحشت بنجائے گا اور ظاہر ہی کہ جس چمن کے نشو و نما یافتہ گلبن جل کر خزاں

خشک ہو جا ہین اُس میں تازہ نو بادون کے اُگنے کی کیا امید ہو سکتی ہی بعینہ یہی مصیبت
افلاس کے ہاتھوں انسانی دل ودماغ پر نازل ہوتی ہے مفلسی نہ صرف موجودہ خیالات کا
ناس مارتی ہی بلکہ آیندہ حوصلوں اور اُمنگوں کا پیدا ہونا بھی بند کردیتی ہی ؎ آنچہ شیران را
کند روبہ مزاج + احتیاج ست احتیاج ست احتیاج۔

خدا جانے کتنی قابلیتوں کا خون اس مردم خوار دیو کی گردن پر ہی اور کس قدر ستعدادین
اس بیدرد کے ہاتھوں ضائع ہوئی ہیں۔ جو بلند ہمت نوجوان اپنے بڑھتے ہوئے ارادوں
میں افلاس کے پھندے میں پھنسکر مایوسی کے ساتھ بیدست وپا رہجاتے ہیں اُنکی مثال بعینہ
ایسی ہی کہ ایک سیاہ ہرن اپنی طاقت اور قوت کے زعم میں اکڑا چلا جارہا ہی میدان کی وسعت
اُسکے دل مین اُمنگیں پیدا کررہی ہی اور قدم قدم پر اُسکی چال بڑھتی جاتی ہی ناگاہ وہ صیاد کے
مضبوط پھندون میں (جو دور تک پھیلے ہوئے ہیں) پھنسکر گر پڑا اب وہ جسقدر اپنی قوت
صرف کرتا ہی اُتنی ہی اُن پھندوں کی گرفت سخت ہوتی جاتی ہی۔ جن لوگوں نے یہ منظر ملاحظہ
کیا ہی وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ جنگل کا آزاد منش پہلوان کیسا اُن پھندوں میں پڑکر اپنی چوکڑی
بھول جاتا ہے۔ آہ ای افلاس! آج تو مسلمانوں کے حوصلون پر ہمیشہ سے زیادہ بیداد کر
رہا ہی۔ جس قوم مین حوصلوں کا قحط اور ہمت کا کال ہو اُس میں اگر کچھ اولوالعزم جویاے
کمال نکل آئیں تو اُنکو تو مپیکر رکھدے۔ ہاے یہ کیسا ظلم ہی۔ لیکن تجکو یاد ہوگا کہ تیرا زور
آجکل کی طرح ہمیشہ ہماری ہمتوں پر غالب نہیں رہا۔

کیا تجکو یاد نہیں ہی کہ جب حافظ الحدیث حجاج بغدادی شبابہ کے یہاں تحصیل علم کو جانے
لگے تو اُنکی مقدرت کی کل کائنات یہ تھی کہ اُنکی دلسوز والدہ نے سو کلچے پکا دیے تھے جن کو
وہ ایک گھڑے میں بھر کر ساتھ لے گئے۔ روٹیاں مہرباں ماں نے پکادی تھیں سالن ہونہار

اور دبیر فرزند نے خود تجویز کر لیا اور اتنا کنیر کہ آج تک صدہا برس گذرنے کے بعد بھی ویسا ہی تر و تازہ موجود ہے وہ کیا؟ دجلے کا پانی۔ حجّاج ہر روز ایک روٹی دجلے کے پانی مین بھگو کر کھا لیتے اور اُستاد سے پڑھتے جس روز وہ روٹیان ختم ہو گئین اُن کو اُستاد کا فیض بخش دروازہ چھوڑنا پڑا[1] شیخ الاسلام بقی بن مخلد اس سے بھی زیادہ مؤثر ایک حکایت بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہین کہ مین ایک ایسے شخص کو جانتا ہون جس پر ایام طالب علمی مین اتنا سخت زمانہ گذرتا تھا کہ بے مائگی کی وجہ سے چقندر کے پتے کھا کھا کر بسر کرتا۔ پتے کھانا کچھ زیادہ عجیب بات نہین۔ بھوک وہ بلا ہے کہ لخت جگر بچوں کے کباب ماں باپ کو کھلا کر چھوڑتی ہے۔ قابل تحسین ہزار آفرین یہ امر ہے کہ جس افلاس نے چقندر کے پتے کھانے پر مجبور کیا اُس مین اتنی قوت نہ تھی کہ علمی شوق پر غالب آتا اور اُس دبیر طالب علم کی ہمت توڑ دیتا۔ یادش بخیر امام بخاری کو ایام طالب علمی مین ایک سفر مین تہیدستی نے اتنا مجبور کیا کہ تین دن برابر اُنھون نے جنگل کی بوٹیاں کھائین[2]۔ ابن المقری۔ ابو الشیخ۔ اور طبرانی یہ تینون شیخ عصر ایک ملنے مین مدینہ طیبہ مین طالب علمی کرتے تھے۔ ایک بار ان پر ایسا وقت آیا کہ خرچ کی قلت نے بہت پریشان کیا اور یہان تک نوبت پونہچی کہ روزے پر روزہ رکھا بھوک نے جب بہت مضطرب کیا تو اُنہون نے حضرت سرورِ کائنات کا وسیلہ ڈھونڈھا اور سب کے سب ملکر روضۂ عالی پر گدایانہ حاضر ہوئے اور صدا دی کہ یا رسول اللہ الجوع۔ اس کے بعد طبرانی تو وہین بیٹھ گئے اور کہا کہ یا موت آئیگی یا روزی

---

[1] (تذ ج ۲ صفحہ ۱۳۰) [2] (تذ ج ۲ صفحہ ۲۰۴) [3] (مقدمہ صفحہ ۵۶۶)

ابن مقری اور ابو الشیخ لوٹ کر فرودگاہ پر چلے آئے۔ وہ صدا خالی کب جاتی کچھ عرصے کے بعد دروازہ مکان پر کسی نے دستک دی دروازہ جو کھولا تو دیکھا کہ ایک دالا دودمان علوی مع دو غلامون کے تشریف فرما ہین اور غلامون کے سرون پر بہت سامان رکھا ہوا ہے۔ انکو دیکھکر علوی نے کہا کہ آپ لوگوں نے میری شکایت حضور نبوی مین کی خواب مین آپنے مجھے یہ فرمایا ہو کہ تمہارے پاس کچھہ پہنچادون چنانچہ یہ حاضر ہے۔

شیخ الفقہا امام برقانی جب اسفرائن پڑہنے گئے تو اُنکے پاس تین اشرفیان اور ایک درہم تھا سو اتفاق سے اشرفیان راہ مین گم ہوگئین درم باقی رہ گیا۔ اسفرائن پہونچکر وہ درہم انھون نے ایک نان بائی کے یہان جمع کر دیا۔ ہر روز نان بائی کے یہان سے دو روٹیان لے لیتے اور احمد بن الشرکے یہان سے ایک جز کتاب کا لا کر شام تک نقل کرتے اور شام کو نقل شدہ جز واپس پونہچادیتے تیس جز نقل ہوئے تھے کہ درہم ختم ہوگیا اور اُنھون نے مجبور ہوکر اسفرائن سے سفر اختیار کیا۔ امام ابو علی بلخی جب عسقلان میں تھے تو خرچ سے اسقدر تنگ ہوئے کہ کئی فاقون کی نوبت پونہچی۔ اور ضعف نے لکھنے سے معذور کر دیا جب بھوک کی اذیت برداشت نہ ہوسکی تو نان بائی کی دوکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو سے ہی کچھہ تقویت طبیعت کو پونہچالیں۔

فن حدیث کے عالی مرتبہ امام ابو حاتم رازی اپنا قصہ خود بیان کرتے ہین کہ مین زمانہ طالب علمی مین چودہ برس بصرہ رہا ایک وقت تنگدستی کی یہ نوبت پونہچی کہ کپڑے تک بیچ کر کھالئے جب کپڑون کی قیمت بھی خرچ ہوگئی تو دو دن بھوکا رہا آخر ایک دوست سے ظاہر

۱ (تذکرہ صفحہ ۱۸۱) ۲ (تذکرہ صفحہ ۲۷۰) ۳ (تذکرہ صفحہ ۲۱۰) ۴ (

حاصل کرنا پڑا خوش قسمتی سے اُسکے پاس ایک اشرفی تھی نصف اُسنے مجبوراً دیدی۔ شیخ الاسلام ابو العلائی ہمدانی کو بغداد مین اس حال مین کسی نے دیکھا کہ رات کو مسجد کے چراغ کی روشنی مین جو بلندی پر تھا کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے۔ ظاہر ہی کہ اگر اُن کو روغن خریدنے کی مقدرت ہوتی تو یہ تکلیف و صعوبت کیون گوارا کرتے[1] حکیم ابو نصر فارابی جس کا ایک عالم مین شہرہ ہے اس کی نسبت بہت کم لوگ جانتے ہون گے کہ وہ عہد طالبِ علمی مین تہیدستی کی بدولت چراغ کا تیل خریدنے سے بھی معذور تھا تاہم اُس کا شوق بیکار رہنے والا نہ تھا۔ رات کو پاسبانون کی قندیلون سے کام لیتا اور اون کی روشنی مین کتاب کا مطالعہ کیا کرتا۔ اسی حالت مین اُس نے وہ علمی ترقی کی کہ سارے جہان مین اپنا نام روشن کر دیا۔[2]

سفر آج کل مسلمانون کی علمی دُنیا مین جو افسردگی چھائی ہوئی ہی اُس کے لحاظ کر کے یہ عنوان نرا لا معلوم ہو گا۔ موجودہ حالت دیکھکر مشکل سے باور آسکتا ہی کہ کبھی ہم مین بھی ایسے لوگ تھے جو علم کی دُھن مین بر اعظم اور سمندر کاٹ کر ڈالنا ایک بات سمجھتے تھے جو ایک کتاب کی خاطر صدہا میل پیادہ پا جاتے اور جو صرف نباتات کے حالات تحقیق کرنے ملکون ملکون پھرتے۔ اگر اُن کے دلون مین وہ جوش اور دماغون مین وہ ولولہ نہ ہوتا تو ہمکو ابن بیطار اور سید شریف نصیب نہ ہوتے۔ اور ابو حاتم رازی اور حافظ ابن طاہر کے نام ہمارے قومی خیالون مین فخر نہ پیدا کرتے۔ علمائے سلف کے حالات دیکھنے سے عیاں ہوتا ہے کہ اُن بزرگون کے دل مین شوقِ علم کی ایک بیتابی تھی جو اُن کو کسی شہر یا ملک مین قرار نہین لینے دیتی تھی اور ایک سمندر سے دوسرے سمندر مین اور ایک اعظم سے دوسرے بر اعظم مین لیے پھرتی اگر آج ہمارے دلون مین اسکا ایک شمہ بھی ہوتا تو ہم علم و فن میں

---

۱ (تذ ج ۴ صفحہ ۱۴۷) ۲ (تذ ج ۳ صفحہ ۱۲۰) ۳ (عیون ج ۲ صفحہ ۱۳۴)

ہر قوم و ملت کے مقابلے مین پست نہ ہوتے - اور حق یہ ہی کہ جب ہمارے ارادے پست
ہماری ہمتین قاصر ہو رہی ہین تو ہمارا اسلاف کے کارنامون پر اترانا اُن بزرگون کے
نام روشن کو دھبا لگانا ہی - اور اپنے آپ کو حقیر کرنا - جس ملت کے پیشوا کا یہ مقولہ ہے
اُطلُبوا العلمَ ولَو بالصین - اُس ملت کے افراد کو سفر کا نام سنکر لرزہ چڑھے ع ھٰذا
لعمری فی القیاس بدیعٌ اور جس قوم کے بچے بچے کے کان اس حکیمانہ مقولہ سے آشنا
ہون کہ ؎ تا بہ کان خانہ در گروی ، ہرگز ای خام آدمی نشوی ، وہ گھر سے قدم
باہر نہ نکالے ھٰذا الشیٔ عجاب - محدثین کے حالات پڑھنے سے لفظ رحلت بجائے خود
ایک مقدس لفظ معلوم ہونے لگتا ہی حیف - ایک وہ گروہ قدسی تھا کہ جس نے سیاحت کرتے
کرتے خود لفظ مین تقدس پیدا کر دیا - اور ایک ہم ہین کہ گھر مین گھسے گھسے سارے عالم کے
یہ ذہن نشین کر دیا کہ "مسلمان اور سفر" ان دونون لفظون مین کوئی مناسبت ہی نہین

؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

یہ قصہ دراز ہے اور ہمکو دوسری داستان بیان کرنی ہی اس لئے اس سے قطع نظر
کر کے ہم اپنے مدعا کی طرف رجوع کرتے ہین - سب سے اول ہم اون سیاحتون کا ذکر کرینگے
جو علمائے سلف نے احادیث نبویہ کے حاصل کرنے کے واسطے کین - کیونکہ مسلمانون کی علمی
دنیا مین سفر کا رواج ابتدا اُسی پاک فن کی بدولت ہوا ہی - محدثین کے سفر کا حال بیان
کرنے کے بعد ہم اُن علما کا حال لکھینگے جنھون نے حدیث کے سوا اور علوم کے حاصل اور
دقائق علمیہ کے حل کرنے کے واسطے دور دراز ممالک کے سفر اختیار کئے تھے

امام مالک نے حضرت سعید بن المسیّب تابعی سے روایت کی ہے
کہ مین ایک حدیث کی خاطر راتون اور دنون پیادہ پا چلا ہون[۱] - امام دارمی نے

۱ ترمذی صفحہ ۲۴

طلب حدیث مین ۔ حرمین ۔ خراسان ۔ عراق ۔ شام ۔ اور مصر کا سفر کیا تھا ۔ صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری نے چودہ برس کی سن مین سیاحت شروع کردی تھی ۔ اُنکی والدہ اور خواہر سفر مین نگران تھین ۔ بخارا سے لیکر مصر تک سارے ممالک اس عالیمقام امام کے سفر کی فہرست مین ہین[1] ۔

امام ابو حاتم رازی نے اپنی سرگذشت خود بیان کی ہے کہ مین نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیادہ پا طے کی تھی ۔ (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا پیادہ روی نو ہزار میل سے زائد ہوئی) یہ اُنکی سیاحت کی انتہا نہین بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہین کہ اس کے بعد مین نے میلون کا شمار کرنا چھوڑ دیا[2] ۔

امام فسوی نے تیس برس سفر مین بسر کردئے[3] ۔ شیخ الاسلام بقی ابن مخلد نے دو سو اسی (۲۸۰) شیوخ سے حدیث روایت کی ہے خود اُنھون نے فرمایا ہے کہ مین جس شیخ کے پاس گیا پیادہ پا گیا[4] ۔ محدث اندلس (اسپین) ابن حبون نے حدیث اندلس ۔ عراق ۔ حجاز ۔ اور یمن کے شیوخ کی خدمت مین حاضر ہوکر اخذ کی[6] ۔ یہ معلوم نہین کہ اُنھون نے یہ سفر کس راستے سے کیا لیکن نقشے کے معاینے سے واضح ہوتا ہے کہ اگر یہ سفر دریا کے راستے سے کیا گیا تو پورا بحیرۂ روم اور تمام و کمال بحر احمر اُنھون نے طے کیا ہوگا ۔ اور اگر خشکی مین کیا ہوگا تو طنجے سے لیکر سویز تک سارا براعظم افریقہ اُنھون نے پے سپر کیا ہوگا اُس کے بعد اگر براہ راست یمن آئے تو کل بحر احمر مین سفر کرکے یمن پونچے ہون گے اور اگر بیت المقدس وغیرہ کی جانب چلے گئے ہون گے تو شام و حجاز و عراق مین پھر کر انھون نے منزل ملکی ختم کی ہوگی ۔

---

۱ (تذ ج۲ صفحہ ۱۱۴) ۲ (تذ ج۲ صفحہ ۱۳۴) ۳ (تذ ج۲ صفحہ ۱۴۷) ۴ (تذ ج۲ صفحہ ۱۶۰)
۵ (تذ ج۲ صفحہ ۲۰۵) ۶ (تذ ج۳ صفحہ ۴)

مگر چونکہ اُن کے سلسلۂ سفر میں مصر کا ذکر نہیں اس لئے غالباً بحری راستے سے یہ سفر ہوا ہے۔ کیونکہ خشکی کے راستے میں ضرور مصر پڑتا اور یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں کوئی طالب علم مصر جاتا اور وہاں کے مشایخ سے استفادہ نہ کرتا۔ اسپین سے یمن براہ راست ساڑھے تین ہزار میل سے زیادہ ہے۔

ابن المقری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن فضالہ کی خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اُس نسخے کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نان بائی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اُس کے عوض میں دینا گوارا نہ کرے گا۔ (ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے پس اگلے علما آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے) اس کے علاوہ امام موصوف نے چار مرتبہ شرق (ممالک ایشیا) اور مغرب (ممالک افریقہ و اسپین) کا سفر کیا تھا۔ اور دس دفعہ بیت المقدس گئے تھے[1]

حافظ ابن مفرج نے سعید بن الاعرابی سے حدیث کی سماعت مکہ میں کی۔ ابن رشد سے دمشق میں۔ قاسم بن اصبغ سے قرطبہ (کارڈوا ملک اسپین) میں ابن سلیمان سے طرابلس میں۔ محمد سے مصر میں اور دیگر مشایخ سے جدہ۔ صفا۔ اور بیت المقدس میں[2] یہ مقامات اگر نقشے میں دیکھے جائیں تو تین براعظموں میں بکھرے ہوئے ملیں گے۔ قرطبہ یورپ میں مصر افریقہ میں طرابلس سے مراد اگر طرابلس شام ہے تو ایشیا میں ہے ورنہ افریقہ میں۔ باقی مقامات ایشیا میں۔ عبرت کا مقام ہے کہ جو مقامات ایک زمانے میں ہمارے پاک مذہبی علوم کے سرچشمہ تھے وہاں آج کوئی مذہب اسلام کا ملنے والا تو بڑی بات ہے جاننے والا بھی نہیں۔ اسپین میں اگر کوئی شخص اب جا کر سیاحت

---

[1] (تذکرہ صفحہ ۱۸۴) [2] (تذکرہ صفحہ ۲۱۴)

سو اب تو کیا اس کے گمان میں بھی آسکتا ہے کہ دنیائے اسلام کے نامور عالم اور مشائخ بیسیوں نہیں سیکڑوں ہزاروں اس سرزمین سے اٹھے تھے ابن عبد البر حمیدی شیخ اکبر کہاں کے تھے؟ ایسی آنکھیں کے جو آنکھ یورپ میں ملکر بھاگے ہوئے غلام بطوع اپنے مدہم آفاقی صورت سے بھی بیزار ہے۔ اگر ہم عبرت حاصل کرنا تو ہماری آنکھیں کھولنے کے واسطے یہ واقعہ کم نہیں کہ مادر زاد نابینا حافظ الحدیث ابو العباس اعمی اپنے نبی پاک کے اقوال و افعال کی تحقیق میں بلخ۔ بخارا۔ نیشاپور۔ اور بغداد کا سفر کرتے پھرتے تھے امام ممدوح باوجودیکہ دنیا کے دیکھنے سے محروم تھے[1] تاہم انکی سوانح عمری باب سیاحت سے خالی نہیں۔ حیف ہے ہم پر جو خدا کی دی ہوئی ایک چھوڑ دو دو آنکھیں رکھتے ہیں عالم کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی آنکھیں بند ہیں۔ حافظ ولید بن سلمی (باشندہ قصبہ اکوسا ملک اسپین) کے حالات میں امام ذہبی فرماتے ہیں۔ رحل من اقصی الاندلس الی خراسان۔ یعنے انھوں نے انتہائے اندلس سے خراسان تک سفر کیا[2] حافظ ممدوح جو اکوسا میں پیدا ہوئے تھے اور سرزمین دینور۔ (واقع ایران) میں آرام فرما رہے ہیں۔ امام ابو زکریا کے سفر کا آغاز بخارا سے اور انجام قیروان (واقع افریقہ) پر ہے۔[3]

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کئے ان میں کبھی انہوں نے کسی سواری کا سہارا نہیں لیا۔ سواری اور بار برداری دونوں کا کام وہ اپنے ہی نفس سے لیتے تھے۔ سفر پیادہ پا کرتے تھے اور کتابوں کا پشتارہ پشت پر ہوتا تھا

[1] تاریخ بغداد مطبوعہ ۱۳۴۹ھ جلد ۵ صفحہ ۱۲ [2] (تذکرہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳) [3] (تذکرہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳، ۲۴۰، ۲۸۱)

[4] (تذکرہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۱)

ضعف پیادہ روی کبھی کبھی یہ رنگ لاتی کہ پیشاب مین خون آنے لگتا۔ اسی حفاکشی سے
ہوسیاست حافظ ممدوح نے کی اُس مین حسب ذیل مقامات منجملہ اور مقامون کے تھے
بغداد۔ مکہ مکرمہ۔ جزیرہ تنیس[عہ] (واقع بحیرہ روم) دمشق۔ حلب۔ جزیرہ۔ اصفہان
نیشاپور۔ ہرات۔ رحبہ۔ نوقان۔ مدینہ طیبہ۔ نہاوند۔ ہمدان۔ واسط۔ ساوہ۔ اسدآباد
انبار۔ اسفرائن۔ آمل۔ اہواز۔ بسطام۔ خسروجرد۔ جرجان۔ آمد۔ استرآباد۔ بوشنج
بصرہ۔ دینور۔ رے۔ سرخس۔ شیراز۔ قزوین۔ کوفہ۔

حافظ ابوعبداللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلت کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ مین حدیث حاصل کرنے گیا ہوان طوس۔ ہرات۔ بلخ۔ بخارا۔ سمرقند۔ کرمان۔ نیشاپور۔ جرجان۔ غرض اسیطرح وہ نام لیتے گئے یہانتک کہ ایک سو بیس مقامات کے نام لے ڈالے۔ مین خیال کرتا ہوان کہ اگر ایک سو بیس مقامون کے نام مسلسل لیے جائین تو سننے والے گھبرا جائین گے آفرین اُس باہمت جوانمرد پر جو اتنے مقامون کا سفر کرتے کرتے نہین گھبرایا۔

واقعہ ذیل اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ کیسا شوق علم کے واسطے سفر کرنے کا اُن دنون مسلمانون کے دلون مین تھا۔ امام اسمٰعیل نے جب محمد بن ایوب رازی کی خبر وفات سنی تو روئے چیخے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اور سر پر خاک ڈالی اُنکی پریشانی دیکھ سیارے گھروالے جمع ہوگئے اور پوچھا کہ خیر ہے کیا حال ہے۔ اُنھون نے دلگیر ہوکر کہا کہ تم لوگ مجھکو سفر کرنے سے روکتے رہے آخر محمد بن ایوب وفات پاگئے اب مین اُن کو کہان پاؤنگا

عہ بکسر تای مثناۃ و کسرہ نون مشدد و سکون یائے تحتانی و سین مہملہ ۱۲ [illegible] بضم [illegible] سکون حاے مہملہ ۱۲ [illegible] بکسر دال مہملہ و فتح نون ۱۲ [illegible] (تذکرہ صفحہ [illegible]) [illegible] (تذکرہ صفحہ [illegible])

پھر اون نے انکو تسلی دی اور انتظام کرکے ماموں کے ہمراہ شہر نسا کو ایک دوسرے شیخ وقت ابن سفیان کی خدمت مین بھیجدیا۔ اسمٰعیل کا سن اُس وقت سترہ برس کا تھا تاہم انکی عدیم بھی گھر مین بیٹھا رہنا اُنھون نے مصیبت خیال کیا[1]۔

اسی کے قریب امام ابو سعد کا واقعہ ہے کہ جب وہ سولہ برس کی عمر مین سفر کرکے حافظ ابو نصر زینبی سے پڑھنے بغداد گئے تو وہان پہونچکر انکی وفات پانے کی خبر سنی۔ اس جگر خراش خبر نے ایسا صدمہ ابو سعد کے دل کو پہونچایا کہ وہ چیخ کر روئے۔ طمانچون سے مُنہ لال کر لیا اور حسرت سے کہا کہ من این لی علے بن الجعد عن شعبۃ[2]

امام عزالدین مقدسی چودہ برس کی عمر مین تحصیل علم کے واسطے بغداد پہونچ گئے تھے[3]

حافظ ابو الخطاب اندلسی نے تحصیل علم کی غرض سے اولاً تمام ملک اسپین مین سفر کیا وہان سے فارغ ہوکر مراکش (مراکو) آئے۔ مراکش اور دیگر ممالک حبش کی سیاحت کے بعد مصر پہونچے اور مصر کے بعد شام۔ عراق عرب۔ عراق عجم۔ اور خراسان کا سفر کیا۔ اور اس طرح تین براعظم اُن کے ملک پیما قدمون کے نیچے سے نکل گئے[4]۔ امام ابو الولید باجی شہر باجہ مین (جو اشبیلیہ کے متصل اسپین مین واقع تھا) پیدا ہوئے تھے۔ علوم عقلیہ پڑھنے کے واسطے سفر کرکے موصل آئے اور وہان ابو جعفر سمنانی سے ان علوم کو حاصل کیا[5]۔

فن ادب کے مشہور امام کسائی ایک مجلس علما مین اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دن جو وہان پہونچے تو بہت خستہ ہوگئے تھے۔ اپنی خستگی ظاہر کرنے کے لئے اُنھون نے کہا عیّیت (بالتشدید) یعنی مین تھک گیا۔ اہل مجلس نے ٹوکا کہ تم غلط لفظ استعمال کر رہے ہو۔ اُنھون نے

---

[1] (تذکرہ صفحہ ۱۶۱) [2] (تذکرہ صفحہ ۱۰۰) [3] (تذکرہ صفحہ ۱۹۳) [4] (تذکرہ صفحہ ۳۸۱) [5] (تذکرہ صفحہ ۳۷۱)

وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ اگر تمھاری مراد ماندگی ہے تو اعییت کہو اور اگر درماندگی کا اظہار مقصود ہی تو لفظ عییتُ (بالتخفیف) استعمال کرو۔ کسائی کے دل پر اس اعتراض سے ایک چوٹ لگی اور فوراً مجلس سے باہر نکل آئے اور دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ وہ فن سیکھنا چاہئے جس سے پھر آیندہ ایسی خفت کسی محفل میں حاصل نہ ہو۔ یہ عزم کر کے کسائی فن ادب کے استاد یگانہ خلیل بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے ادب عربی کی تحصیل کرنے لگے مگر جو رتبہ امامت اُن کو اس فن میں ملنے والا تھا اُس کے حصول کے لئے خلیل کی مجلس کافی نہ تھی۔ ایکدن ایک بدوی نے اُن پر یہ طعن کیا کہ تم کان ادب بنی تمیم اور بنی اسد کو چھوڑ کر عربیت حاصل کرنے بصرے آئے ہو۔ یہ چھبتا ہوا فقرہ کسائی کے دل میں اثر کر گیا اور اپنے علامہ استاد سے کسی موقع پر اُنھوں نے پوچھا کہ آپنے فن ادب کہان سیکھا۔ اُستاد نے جواب دیا کہ حجاز۔ تہامہ۔ اور نجد کے جنگلون میں۔ اب کیا تھا کسائی کے سر میں ایک تازہ سودا پیدا ہوا اور شہر چھوڑ کر صحرا کی راہ لی۔ اور قبیلہ در قبیلہ اتنے پھرے کہ اُس فن کے امام بن گئے جسکی نہ جاننے سے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ کیا مبارک تھی کسائی کی غلطی جس نے لاکھون کرورون آدمیون کو صحیح عربی پر قادر کر دیا۔ اس واقعی سے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے مسلمانون کی علمی حمیت کیسی حساس تھی جس کو جوش میں لانے کے لئے ادنی تحریک کافی ہوتی تھی شاید بیجا نہ ہوگا اگر ہم اس کی اور دو ایک مثالیں ہدیہ ناظرین کریں۔ ایک دوسرے امام ادب سیبویہ کا قصہ ہے کہ ابتدائے طالب علمی میں وہ فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے۔ نحو سے اس وقت انکو چندان مناسبت نہ تھی۔ اُس زمانے میں وہ حماد بن سلمہ کے مُستملی بھی تھے ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حماد نے الفاظ لیس ابا الدرداء املاکئے سیبویہ

ٰ جزیرہ وہنمے عرب پانچ حصون پر منقسم ہے۔ پہلا یمن دوسرا حجاز تیسرا تہامہ چوتھا نجد پانچوان یمامہ ۱۲ (صناعۃ الطرب)

نے اُن کو ادا کرتے وقت لیس ابو اللہ سادا ء سامعین کو سُنایا۔ شیخ نے کہا کہ غلط لفظ مت بتاؤ لیس ابا اللہ سادا ء کہو۔ اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہوا اور اُنھون نے دل مین کہا کہ مین وہ علم کیون نہ سیکھون جو ایسی غلطیون سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ اُنھون نے نحو سیکھنی شروع کی اور اس جہد اور کوشش سے سیکھی کہ سیکڑون برس سے طلبہ اُنکا نام لیکر نحوی ہو رہی ہین۔ اشبیلیہ کے مشہور طبیب قاضی ابوبکر کو آغاز عمر مین شطرنج کی بہت لت تھی۔ شغل ہو کر کار بکثرت۔ اِس کھیل کی کثرت نے اتنا ماہر کر دیا کہ اُنکا لقب شطرنجی پڑگیا یہ ذلیل لقب قاضی صاحب کے دل کو صدمہ پونہچاتا تھا۔ آخر اُنکی غیرت نے یہ مشورہ دیا کہ کسی علم مین کمال پیدا کرنا چاہئے تاکہ اُس علم کی نسبت یہ داغ بدنامی مٹادے۔ غور کرکے اُنھون نے طب کو اپنے واسطے پسند کیا۔ اور اِس فن شریف مین وہ کمال اور نام پیدا کیا کہ آج قریباً سات سو برس کے بعد اُنکا حال آپ بیرٹھ مین سُن رہی ہین۔ ظاہر ہے کہ اس نام آوری کے سامنے وہ بدنام کنندہ لقب کیا ٹھہرتا۔ لوگ ابوبکر طبیب کو دیکھکر شطرنجی قاضی صاحب کو بھول گئے۔ ادیب مشہور ابن جنی موصل مین فن نحو کا درس دیا کرتے تھے ایک روز اسی میدان کے شہسوار ابو علی فارسی وہان وارد ہوئے اور ایک مسالے مین جو ابن جنی سے اُنھے تو وہ دم بخود رہ گئے اُن کو حیران دیکھکر نحچہ کار ابو علی نے طنز آ کہا زبیت قبل ان تحصرم اور اتنا کہکر وہان سے چلے آئے۔ اُن کے چلے آنے کے بعد ابن جنی نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کون تھے۔ لوگون نے کہا ابو علی فارسی۔ یہ سُنکر ابن جنی نے مسند تدریس وہین چھوڑی اور ابو علی کی شاگردی کے شوق مین اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب تک یہ اُنکی فرودگاہ پر آئین وہ روانہ ہو چکے تھے

ا نزہۃ صفحہ ۱۰۱ ۲ زمیون ج۲ صفحہ ۱۰۵ ۵ حصرم غورہ انگور کو کہتے ہین اور زبیب کہتے ہین انگور خشک کو جو کشمش کے نام سے مشہور ہے۔ پس اس عبارت کے معنے یہ ہوئے کہ تم خام ہونے سے پہلے پختہ ہو گئے ۱۲

آخر اگلی منزل پہ جالیا او تلمذ کی آرزو ظاہر کر کے ساتھ ہو لئے۔ جب تک ابو علی زندہ رہی اُنھون نے اُن کا دامن عاطفت نہین چھوڑا۔ اور اس طرح داغ خامی اپنے دامنِ حال سے
چھُڑا ڈالا۔ آدم بر سرِ مطلب امام نضر بن شمیل نے چالیس برس صرف مختلف قبائل کے زبانون کی تحقیقات کے خاطر صحراے عرب مین بسر کر دیئے۔ اندلس کے طبیب ابن رومیہ نے اُن نبا
تات کے حالات دریافت کرنے کے لئے جو مغرب مین پیدا نہین ہوتین مدتون سیاحت کی۔ ہسپانیہ سے مصر آئے اور مصر سے شام و عراق کا سفر کیا۔ ان ممالک کے تمام نباتات کو خاص اون کی روئیدگی کے مقامات مین جا کر مشاہدہ کیا اور اُنکے افعال و خواص کی تحقیقات کی۔ اسیطرح علم نباتات کے بے نظیر عالم ضیاء الدین ابن بیطار نے خاص نباتات کی تحقیقات کی غرض سے ممالک روم یونان اور اسپین کو چھان ڈالا۔ ان ملکون کی تمام بوٹیون کو اُنکی پیدایش کی جگہہ جا کر دیکھا اور اُنکے احوال تحقیق کر کے قلمبند کئے۔ ابو المنصور نے بہت سے نئے نباتات ایسی دریافت کین جن کا ذکر متقدمین کی کتابون مین نہ تھا۔ اُن کا طریقہ یہ تھا کہ جو مقامات روئیدگی نباتات کے واسطے مشہور تھے مثلاً جبل لبنان (شام) ان مین پھرتے تھے اور بوٹیون کو دیکھتے اور جانچتے۔ ایک مصور اون کے ہمراہ رہتا جس کے پاس ہر رنگ کی روشنائی مُہیا رہتی۔ ابو المنصور نباتات کا خود مشاہدہ کر لینے کے بعد مصور کو دکھلاتے اور وہ اُس کے رنگ۔ شاخ اور برگ و بیخ کا اندازہ کر کے ہو بہو اُسکی تصویر کھینچتا۔ یہ محقق طبیب ایکبار کے مشاہدے پر قانع نہوتا۔ بلکہ نشو و نما کے مختلف مدارج مین نباتات کا معاینہ کرتا۔ ایام نمو و تازگی کی علحدہ تصویر کھچواتا اور زمانہ کمال کی جدا۔ اور جب وہ بوٹی خشک ہو جاتی تو ایک تیسرا نقشہ لیا جاتا۔ اسی طرح ہر بوٹی کی تصویرین اُس نے اپنی کتاب مین (جو ادویہ مفردہ کے حال مین تھی) درج کی تھین۔ جن کو دیکھکر ناظرین

---

۱ (نزہۃ صفحہ ۴۰) ۲ (نزہۃ صفحہ ۱۱۱) ۳ (عیون ج ۲ صفحہ ۸۱) ۴ (عیون ج ۲ صفحہ ۱۳۳)

کتاب اُن نباتات کے مختلف اشکال صحیح اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے تھے۔
کاش ان دنوں میں چھاپا ہوتا تو آج ایک عمدہ ثبوت اسکا مسلمانوں کی علمی تحقیقات کا ہم پہنچا
سکتے۔ علامہ سید شریف کو ایام طالب علمی میں یہ شوق ہوا کہ شرح مطالع خود اُس کے مصنف سے
پڑھیں۔ اسی دھن میں وہ ہرات پہونچے۔ اور علامہ رازی سے ملے۔ اُنکی عمر اُس وقت سو برس منزل
کی انتہا پر پہونچ چکی تھی اور قویٰ اپنی آخری بہار دکھا رہے تھے۔ کہن سال علامہ نے جوان ہمت
سید کو پڑھانا اپنی طاقت سے باہر سمجھکر اُن سے کہا کہ تم میرے شاگرد مبارک شاہ کے پاس قاہرہ چلے
جاؤ۔ اسکا پڑھانا میرا پڑھانا ہے اور چلتے وقت ایک سفارشی تحریر دی۔ غرض میر سید شریف کا شوق اُن کو
خراسان سے مصر لے پہونچا۔ قاہرہ پہونچکر وہ مبارک شاہ سے ملے اور اُستاد کا خط اُن کو دیا۔ سفارش
کے اثر سے یہ حلقہ درس میں تو داخل کر لیے گئے لیکن نہ اُنکا مستقل سبق مقرر ہو سکا اور نہ جماعت
میں قرأت کی اجازت ملی۔ مجبوراً استماع پر قانع ہونا پڑا۔ ایک شب مبارک شاہ صحن مدرسہ
میں ٹہل رہے تھے کہ ایک جانب سے کسی کی آواز کان میں آنے لگی۔ متوجہ ہو کر سنا تو میر سید شریف
کہہ رہے تھے قال المصنف کذا وقال الاستاذ کذا واقول کذا۔ خوبی بیان
مبارک شاہ کے دل میں گھر کر گئی۔ اور صبح کو انھوں نے سید جرجانی کو سب طلبہ پر مقدم کر دیا۔
جہاں پیما ابن بطوطہ جب اسکندریہ پہونچا تو شیخ روزگار برہان الدین اعرج کے حضور میں
بھی گیا۔ شیخ نے اثنای ملاقات میں اس سے اپنے تین بھائیوں کو سلام پہونچانے کی
فرمایش کی جن میں سے ایک فرید الدین نامے ہند میں تھے دوسرے رکن الدین
سندھ میں اور تیسرے برہان الدین چین میں۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے دوران سیاحت

---

۱ (عیون ج ۲ صفحہ ۲۱۹) ۲ (شقائق ج ۱ صفحہ ۱۶۸) ۳ یعنی مصنف کتاب نے
یوں کہا، استاد نے یوں لکھا۔ اور میں یوں کہتا ہوں۔ ۱۲

ان سب کو مقامات مذکورہ مین پایا اور مشتاق بھائی کا سلام پونہچا دیا[1]۔ اُس زمانے مین سفر حج مین مصیبتون سے ہوا کرتا تھا اور سیاحت مین جو صعوبتین اُٹھانا پڑتی تھین وہ ذیل کے واقعے سے خیال مین آسکتی ہین۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہین کہ سفر مین ایک دفعہ مین جہاز سے اُترا تو خرچ بالکل پاس نہین رہا تھا دو میرے رفیق اور تھے اُنکا بھی مضمون واحد تھا۔ ہم تینون نے تین دن فاقے سے پیدل سفر کیا۔ آخر تیسرے دن ایک مقام پہ کثرت ضعف نے[2] تھکا کر گرا دیا۔ اُن دونون رفیقون مین ایک بیچارہ بڈھا تھا وہ گرتے ہی بیہوش ہو گیا۔ تھوڑا دیر کے بعد ہم دونون نے پھر ہمت باندھکر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ بڈھے کو دیکھا تو بالکل غافل تھا۔ مجبوراً اُس کو وہین چھوڑا۔ اور ہم آگے بڑھے۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ میرے دوسرے نے جواب دیا اور مین بھی غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ رفیق بڈھے کیطرح مجکو بھی راہ مین چھوڑ کر خود آگے بڑھا۔ حسن اتفاق سے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اُس کو ایک کشتی نظر پڑی جس نے قریب ہی ایک مقام پر اپنے مسافر اُتارے۔ مسافرون کو دیکھکر اُس نے اظہار مصیبت کے لیے اپنی چادر ہوا مین اڑائی یہ نشان بیچارگی دیکھکر مسافر اس طرف متوجہ ہوئے اور اُن مین سے کچھ لوگ اُس کے پاس آئے اور تشنگی سے اُس کو بیدم دیکھکر پانی پلایا جب پانی پیکر اُسکو تسکین ہوئی۔ تو اُس نے کہا کہ میرے دو رفیق اور اسی مصیبت کے مارے پیچھے چھوٹ گئے ہین اُن کی خبر گیری ضرور ہے۔ مہربان مسافر یہ سنکر ہماری طرف آئے۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک آدمی مُنہ پر پانی کے چھینٹے دے رہا تھا جب مجکو ہوش آگیا تو پانی پلایا۔ اُس کے بعد ہم سب ملکر بیکس بڈھے کے پاس گئے۔ اور اُس کی بھی خدمت کی۔ آخر ہم نے ایک مقام پر

[1] (رحلۃ ج۱ صفحہ ۱۱) [2] (تذ ج ۲ ص ۱۴۷)

چند روز ٹھہر کر آرام کیا۔ تب جان میں جان آئی[۱]۔ حیف! ہمارے اسلاف ایسے اور ہم اُنکی اخلاف ایسے۔ کہ ہمارے مقابلے میں دنیا کی ساری قومیں علم و حکمت کے زیادہ قدر شناسی کی مدعی ہیں۔ اگر پچھلی ہمت کا ادنےٰ اثر بھی ہم میں ہوتا تو آج امتحان مقابلہ ہمارے واسطے ایک مہیب مسالہ قرار پاتا۔ اور ہر صیغے اور شعبے میں ہم رعایت کی ذلیل صدا بلند نہ کرتے جس طرف کان لگائے مسلمان طلبا اور اسلامیہ مدارس میں۔ افلاس افلاس کی صدا بلند ہے۔ انصاف بالائے طاعت ست۔ لاکھ افلاس سہی لیکن چقندر کے پتے اور جڑی بوٹی کھانے کا اتفاق تو نہیں ہوتا سچ یہ ہے کہ شوق اور ہمت نہیں ورنہ بھی کڑوی گھونٹ شربت کیطرح گوارا ہو جائے اور ساری سخت منزلیں آسان ہو جاتیں۔

کتابونکا لکھنا چھاپے نے اس زمانے میں کتابوں کا وجود اتنا آسان کر دیا ہی کہ اب اُس وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہی۔ جو پچھلے زمانے میں کتابوں کے بہم پہونچانے میں پیش آتی تھی۔ آجکل عمدہ سی عمدہ کتاب دام خرچ کرنے سے بلا دشواری مل سکتی ہی لیکن جب یہ بات کہاں تھی۔ جو بھاری کام اب سیسہ اور پتھر نے اُٹھا لیا ہی اُس وقت کے طلبہ کو خود کرنا پڑتا تھا۔ یعنی وہ اپنے واسطے کتابیں خود لکھتے تھے گویا اپنے چلنے کے واسطے اُن کو سڑک بھی خود بنانا پڑتی تھی۔ شقائق نعمانیہ میں لکھا ہی کہ ابتداءً جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم میں پہونچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو اُن کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو علاوہ جمعے اور سہ شنبے کی معمولی تعطیلوں کے دوشنبہ کی تعطیل مدارس میں اور مقرر کرنا پڑی۔ پس ہفتے میں تین دن طلبہ کتابیں لکھتے تھے اور چاروں پڑھتے تھے[۲]۔ کثرت مشق اور رات دن کے لکھنے نے اگلے لوگوں کو تحریر پر ایسا قادر کر دیا تھا کہ اب اُن کی حکایتیں

[۱] (تذ ج۲ ص ۱۴۷) [۲] شق ج۱ ص ۳۰)

مشکل سے یاد ہوتی ہیں۔

حافظ ابن فرات بغدادی نے جب وفات پائی تو کتابوں کے اٹھارہ صندوق چھوڑے جن کتابوں سے اٹھارہ صندوق بھرگئے تھے اُن میں سے اکثر خود اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں[1] خوبی تحریر کی سند اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہی کہ محدثین کے نزدیک اُنکی لکھی ہوئی کتابیں صحت نقل اور جودت ضبط میں حجت اور سند خیال کی جاتی تھیں[2]۔ سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا شیخ ابن جوزی کو ایکبار برسر منبر یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کر ڈالی ہوں اُس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں۔

جن قلموں سے انھوں نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھیں اونکا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اوسی تراشے سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے اُن کو غسل دیا گیا اُس کے نیچے وہی پاک ایندھن ملایا گیا تھا[3]۔

حضرت یحیی بن معین نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں[4]۔ امام ابو اسامہ کوفی نے ایک سو دس برس کی عمر میں وفات پائی تاہم سلسلۂ تحریر آخر عمر تک قائم رہا اُن کے بیٹے نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے جب اشعار عرب مدوّن کئے تو کچھ اوپر اسّی قبائل کا کلام تھا جب وہ ایک قبیلے کا کلام شایع کر چکتے تو اُس کے شکرانے میں ایک نسخہ کلام اللہ کا لکھکر مسجد میں پہنچا دیتے۔ اس طرح اسّی سے زیادہ نسخے کلام پاک کے اونہوں نے لکھکر وقف کردیے[5]۔ بعد وفات امام ابو جعفر طبری نے تصانیف کا حساب

---

[1] (تذ ج۳ ص ۲۲۰) [2] (تذ ج۳ ص ۱۳۸) [3] (تذ ج۴ ص ۲۸۹) [4] (تذ ج۱ ص ۱۰۲) [5] (ابن ج۱ ص ۶۵) سبط .. منی شیخ ابن جوزی ۱۲

لگایا گیا تو ابتدائی شباب سے یوم رحلت تک [illegible] ورق روزانہ کا اوسط پڑا۔ اور
عام تجربہ کا اندازہ کیا گیا تھا تو چالیس ورق یومیہ ہوتے[1] علیم [illegible] سال مین علامہ
ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہین عجیب تر بات ہے کہ ان کے [illegible] ہین [illegible] ون کتابین ہر
فن کی ہین [illegible] کی کتاب کسی فن کی ان کے یہان [illegible] خود ان کی ذاتی
تصنیف ہین نادر [illegible] سے مناسب لکھی ہوئی [illegible] آگے کبھی طلبہ
اور دوسرے لوگون کی [illegible] کتاب خانے کی [illegible] اور فوائد علمیہ
متعلق کتابین [illegible] واقعہ ذیل بھی عمدہ [illegible] ہے[2]۔

سلیمان [illegible] رومی نے بارہا ایک ایک [illegible] ہزار رقعون کا جواب
لکھ ڈالا ہے ہین — ایک بھی خوبی اسلوبی اور حسن جنس کے [illegible] نہین ہوتا تھا[3]

توجہ کامل اور شوق طلب

اس عنوان کے ضمن مین جو واقعات آگے مذکور ہوتے ہین۔ ان مین آپ علما کو زندگانی کی مختلف سختیون مین پائین گے۔ کسی کو آپ سرد راتون مین شب کو مسجد کے دروازے پر کھڑا دیکھیے۔ کوئی بزرگ شدت گرما سے پانی کے ایک بڑے ظرف مین بیٹھے ملین گے۔ کوئی عالم آپ کو بوریے پر دراز نظر آئینگے۔ کوئی اپنے جانی دشمن حاکم وقت کے خوف سے صحرا مین روپوش ملین گے۔ کسی کے دل مین "العشق نار تحرق ماسوی المطلوب" کا جلوہ دکھائی دے گا۔ غرض مختلف گرم و سرد حالات جو ایک انسان پر گذر سکتے ہین۔ ان پر آپ گذرتے دیکھین گے۔ لیکن ہر حال مین آپ ان کے دل کو اطمینان سے اپنے مطلوب یعنی علم کی طلب مین مشغول پائین گے۔ اور واقعات ثابت کرین گے کہ یہ حوصلہ فرسا حوادث ان کے دلون مین علم کی جانب سے تفرقہ پیدا کر نہین

[1] (تذکرہ ج ۳ ص ۲۷۹) [2] (عیون ج ۲ ص ۱۰۸) [3] (العقد ص ۲۸۵)

قاصر تھے۔ بعض صورتوں میں آپ دیکھیں گے کہ وہ بظاہر ایک کام میں مصروف ہیں مگر قلب اُن کا علم کی جانب ہے کوئی حکیم سو سو مرتبہ ایک ایک کتاب کا مطالعہ کرتا ہے۔ کسی فقیہ کے زیر مطالعہ ایک ایک کتاب پچاس پچاس برس رہی ہے ان تمام واقعات سے آپ کو اون کی توجہ کامل اور ماسوا سے بے نیازی کا پورا پتا ملے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حصول کمال کی جانب جب تک انسان اپنے دل کو پورے طور سے مائل نہ کر دے کمال حاصل ہو نہیں سکتا۔ اس زمانے کے مسلمان بھی مدارس کے حجروں میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر کمال تو بڑی چیز ہے اُس کا کوئی شمہ بھی اُن میں نظر نہیں آتا۔ کوئی اس کے اسباب کچھ ہی بتائے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ صرف توجہ اور ہمت کا تفاوت ہے۔ اگر ہم وہی توجہ پیدا کر لیں تو وہ کمالات پھر پیدا ہو سکتے ہیں۔ آیۂ پاک لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی صاف صاف بتلا رہی ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی کوشش کا پھل پاتا ہے جو کتابیں علما کے حالات میں طبقات کے طور پر لکھی گئی ہیں اُن پر نظر غائر ڈالی جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ جتنا طبقہ بہ طبقہ جہد طلب میں تفاوت آتا گیا اُسی قدر درجہ بدرجہ کمالات علمیہ میں تنزل ہوتا گیا۔ سلک الدرر میں (جو بارھویں صدی کے علماء کے حالات میں ایک ضخیم کتاب ہے) ایک بھی عالم پانچویں یا چھٹی صدی کے علماء کے مثل نظر نہیں پڑتا اس کے ساتھ بھی بارھویں صدی کے عالم کی جہد طلب پانچویں یا چھٹی صدی کے علما کی جانفشانی کے مشابہ نہیں۔ اگر ہم سلک الدرر کے کسی عالم کے حالات اُن حالات کے مقابل پائیں جو ابن خلکان یا نزہۃ الالباء کے علما کے ہیں اور پھر دیکھیں کہ ویسے کمال کو اول الذکر نے نہیں پایا تو بیشک ہم کو توجہ اور شوق کے سوا کسی اور سبب کے تلاش کی ضرورت پیش آئے گی۔ لیکن جب ہم ہمتوں کا تفاوت پاتے ہیں تو پھر الزام کے لئے اور استثنا کا پیدا کرنا روش حق سے بعید ہے۔

خیال بالا کو واقعات ذیل سے ملائیے اور دیکھئے اُس کی صحت یا غلطی خود بخود منکشف

جھوجاسے گی۔ کمال توجہ کا اظہار فارسی کی اس مثل مین کیا گیا ہے۔ دل بیار دوست بکار۔ امام دار
قطنی ایک مرتبہ ابتدائے سن مین اسمٰعیل صفار کی مجلس املا مین حاضر تھے۔ شیخ تو املا مین مصروف تھے
اور یہ ایک کتاب کی نقل کرتے جاتے تھے ایک شخص اُنکی بے توجہی دیکھکر جھنجلایا اور کہا کہ تم نقل کتاب
مین مصروف ہو پھر تمہارا سماع کسطرح قابل وثوق ہو سکتا ہے۔ دارقطنی نے یہ اعتراض سُنکر کہا کہ سماع
سماع مین فرق ہوتا ہے تم تو ہمہ تن متوجہ ہو کر سُن رہے ہو تبلاؤ تو شیخ نے ابتک کتنی حدیثین روایت
کی ہین۔ معترض کو مجموعی تعداد کا خیال نہ تھا لہذا اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ دارقطنی نے کہا اٹھارہ
حدیثین اس وقت تک املا ہوئی ہین۔ پہلی کا یہ متن ہے اور یہ اسناد۔ دوسری کا یہ متن ہے یہ اسناد غرض
اسی طرح وہ ساری حدیثین سُنادین۔ حاضرین اُن کا ضبط دیکھکر دنگ رہگئے۔[1]

ایک مرتبہ دو شیخ خراسان سے مکہ مکرمہ مین آئے اور حرم محترم کے دو جانب بیٹھکر اُنھون نے
ایک ہی وقت مین روایت حدیث کی۔ دونون کے سامعین اور مستملی جُدا جُدا تھے حافظ ابن اثرم
دونون کے بیچ مین بیٹھ گئے اور دونون کا بیان برابر لکھتے رہے۔

بیشک یہ توجہ کی یکسوئی کا ایک کرشمہ تھا جس نے ایک سامع کو دو سامعون کی قوت دیدی۔ بہت سے
حاضرین مجلس ایسے ہوتے ہین کہ سب کچھ سُننے کے بعد بھی اُن کو نہین معلوم ہوتا کہ کیا سُنا اور کم

---

۱ ابن خلکان ج ۱ ص ۴۰۰ (؟) اگلے زمانے مین طریقہ تعلیم یہ تھا کہ اُستاد کسی اونچے مقام پر بیٹھکر
کسی موضوع کی نسبت زبانی تقریر کرتا تھا اور شاگرد اوس کو سُنتے اور ضبط کرتے تھے
اس طریقے کا نام املا تھا۔ وقت ضرورت ایک یا زائد اشخاص اس غرض سے کھڑے کر
دیے جاتے تھے کہ اُستاد کے الفاظ بجنسہ شاگردون تک پہونچا دیتے تھے ان لوگون کو
مستملی کہتے تھے۔ یہ طریقہ یورپ کے لیکچر کے طریقہ سے مشابہ تھا۔

توبھی اُن کو نزدیکان بے بصر کا خطاب دلاتی ہے[١] علی بن الحسن راوی ہین کہ ایک شب
مین نماز پڑھکر مسجد سے باہر آنے کو حضرت عبد اللہ بن المبارک کے ساتھہ ساتھہ اُٹھا اُس
رات کو سردی کی بہت شدت تھی دروازے پر پہونچکر ابن المبارک نے ایک حدیث کا ذکر
چھیڑا جب وہ فرماچکے تو مین نے اُس کی نسبت کچھہ کہا جسکے بعد پھر اُنھون نے کچھہ بیان کیا
غرض اسی طرح سلسلۂ کلام جاری تھا کہ مؤذن نے فجر کی اذان دیدی - اور ہم دونون مسجد کو لوٹ
آئے[٢] حافظ حدیث حمیدی میورقی جزیرہ میورقہ[٣] مین پیدا ہوئے شام و عراق مین علم حاصل
کیا اور بغداد مین آکر رہے گرمیون مین جب شب کو لکھنے بیٹھتے اور گرمی ایذا پہونچاتی
تو ایک بڑے سے ظرف مین پانی بھرکر اُس مین بیٹھتے اور لکھتے -

ابو عمرو بن العلا (امام ادب) ایک زمانے مین سفاک حجاج ابن یوسف کے خوف سے
صحراے عرب مین بھاگے پھرتے تھے - ادہر تو جان کے لالے پڑ رہے تھے اُدھر اُس علامۂ
ادب کو یہ تلاش تھی کہ آیا لفظ فرجہ (بمعنی کشایش) بالضم ہی یا بالفتح ایک روز اثناے بادیہ
پیمائی مین ایک قائل کو اُنھون نے یہ شعر پڑھتے سُنا ؎ ربما تجزع النفوس
من الامر له فرجة كحل العقال فرجہ کو اُس نے زبر سے ادا کیا - یہ شعر پڑھکر وہ
بدوی ابو العلا کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ سُنتے ہو ظالم حجاج مرگیا - ابو العلا کہتے ہین
کہ مجکو اُس وقت یہ تمیز نہ ہو سکا کہ آیا مین کس بات سے زیادہ خوش ہوا - لفظ فرجہ کے
صحت ہوجانے سے یا اپنے عدوی جانی کی خبر وفات پانے سے اس حکایت سے معلوم ہوتا
ہے کہ اُس شیفتۂ علم کے نزدیک ایک ایک علمی مسالہ جان کے برابر عزیز تھا اُسی کی بدولت
ابو العلا کو یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا کہ امام فن قرار پائے - جو لوگ اپنی جسمی آسایشون کو بھی علم

١ (تذ ج١ ص ١٤٩) ٢ (تذ ج٤ ص ٢٥٢) ٣ (تذ ج٣ ص ١٨) ع‍ه مجاز کا دائقہ بحیرۂ روم ١٢

پھر قدر دانی کمرین وہ کیا شان حاصل کر سکتے ہین - اب مدرسے بہت اور مدارس بہت لیکن اور ہمت نایاب - اس لئے ہماری علمی محفلون مین ہر طرف سناٹا لہا ہے[1] -

ابو عبید بن سلام نے ایکبار اپنے تلامذہ سے کہا کہ مین نے چالیس برس اپنی کتاب غریب الحدیث کی تصنیف مین صرف کیے ہین - اکثر فوائد مجکو لوگون سے باتون باتون مین ہاتھ لگ جاتے تھے اور مین اون کو موقع موقع سے اُس کتاب مین درج کرتا جاتا تھا ان فائدون کے حاصل ہونے سے اتنی خوشی مجکو حاصل ہوتی کہ مین ساری ساری رات فرط محبت سے جاگتا رہتا - تم چار پانچ مہینے بھی میرے پاس آکر رہتے ہو تو کہتے ہو کہ ہم بہت رہے[2]

حضرت امام زہری کا مطالعے کے وقت یہ عالم ہوتا کہ اِدھر اُدھر کتابین ہوتین اور اُنکے مطالعے مین ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و ما فیہا کی خبر نہ رہتی - بی بی کو کب گوارا تھا کہ اُنکے سوا کسی اور کی اس قدر گنجایش اُن کے شوہر کے دل مین ہوتی ایک روز بگڑ کر کہا واللہ لھٰذہ الکتُبُ اشدُّ علیّ مِنْ ثلٰث ضرائر یعنی قسم ہے رب کی یہ کتابین مجھ پر تین سوکنون سے زیادہ بھاری ہین[3] - امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد امام مُزنی نے اپنے اُستاد کی کتاب الرسالہ کا پچاس برس مطالعہ کیا اور وہ خود ناقل ہین کہ ہر مرتبہ کے مطالعے مین مجکو نئے نئے فوائد حاصل ہوتے گئے[4] -

ارسطو کی کتاب النفس کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا جس کا حکیم ابو نصر فارابی نے سو مرتبہ مطالعہ کیا تھا - اور اُس پر حکیم موصوف کی ہاتھ کی یہ عبارت تحریر تھی - انی قرأت ھذا الکتاب مائة مرة یعنے مین نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے[5] -

شیخ الرئیس کے مطالعے کی بھی ایک حکایت قریب قریب اسیکے ہے جس کو شیخ نے خود بیان

[1] (انتہ ستہ ص ۳۲) [2] (ابن جز ص ۲۱۹) [3] (ابن جز ص ۲۵۱) [4] (ابن جز ص ۲۱۱) [5] (ابن جز ص ۲۴)

بیان کیا ہے ابن سینا کا بیان ہے کہ ایام طالب علمی میں جب مین نے کتاب مابعد الطبیعہ کا مطالعہ شروع کیا تو مطلقاً وہ میری سمجھ مین نہین آئی اور نہ اوس کے واضع کی کوئی غرض مفہوم ہوئی۔ انتہا یہ ہے کہ چالیس مرتبہ مین نے اُسکا مطالعہ کیا۔ عبارت تو برزبان ہوگئی۔ لیکن مدعا نے اپنی جانب سے بالکل مایوس کر دیا۔ اتفاقاً اُسی عرصے مین ایک روز عصر کے وقت مین کتاب فروشون مین جا نکلا۔ وہان ایک شخص کتاب بیچتا ہوا آیا اور مجھسے کہا کہ یہ کتاب فن مابعد الطبیعہ مین ہے آپ لے لیجئے۔ چونکہ اس فن کو اپنے ذہن مین ٹھہرنے کا نہ تھا اس لئے مین نے خریداری سے انکار کر دیا۔ اُس نے منت کی اور کہا کہ کتاب سستی ہے صرف تین درہم اس کی قیمت ہے۔ اور اسکا مالک ضرورتمند ہے۔ مین نے اُسکے اصرار سے مجبور ہو کر کتاب لے لی۔ خریدنے کے بعد کھول کر جو دیکھا تو ابو نصر فارابی کی تصنیف نکلی جس مین مصنف نے اغراض کتاب مابعد الطبیعہ سے بحث کی تھی مین خوش ہو کر مکان پر آیا اور اُس کا مطالعہ شروع کیا۔ اصل کتاب چونکہ پہلے سے مجھکو ازبر تھی اس نو خرید کتاب کو پڑھتے ہی سب مشکلین آسان ہو گئین[1]۔

ابو العباس ثعلب نے بغداد مین اسحق موصلی کے کتاب خانے مین ایک ہزار جزو فن لغت کے دیکھے جو سب کے سب اسحق کی سماع مین آچکے تھے[2]۔

مولانا جلال الدین رومی نے ایک رات طلبہ کے حجرون مین مخفی طور پر گشت کیا۔ ایک طالب علم کو دیکھا کہ تکیے سے لگا ہوا مطالعۂ کتاب مین مصروف ہے۔ دوسرے کو دیکھا دو زانو مستعد بیٹھا ہے کتاب زیر مطالعہ ہے اور موقع موقع سے کچھ لکھتا بھی جاتا ہے۔ یہ دیکھکر تجربہ کار اُستاد نے اول کی نسبت کہا اِنّہٗ

لا یبلغ درجۃ الفضل دوسرے کی نسبت فرمایا سیحصل الفضل و یکون لہ شان فی العلم۔ آیندہ زمانے نے ظاہر کر دیا کہ یہ پیشین گوئی بالکل سچی تھی[3]۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ امام زہری ہون

[1] (عیون جز ۲ ص ۴) [2] (ابن جز ص ۹۲) [3] (تتمہ جز ص ۳۵ و ۳)

یا امام غزالی۔ حکیم فارابی ہون یا شیخ الرئیس ان کے علمی کمالات کی اصل بنیاد یہی مطالعہ کی کثرت تھی کہ ایک ایک کتاب کو سو سو بار پڑھتے تھے۔ اور پچاس پچاس برس دیکھتے اب مطالعہ معدوم لہذا علیت معلوم۔ بیدرد ہین وہ لوگ جو ان بزرگون کی جان کاہیون کو نظرانداز کرکے اُنکے علمی کمالات کو محض اُس زمانے کے آثار کا ثمرہ بتا کر اپنے زعم باطل مین اپنے لئے ایک عذر تراشتے ہین اگر ابونصر یا شیخ الرئیس کی سی جانفشانی آجکل کے مسلمان کرین تو ضرور اُنکے برابر ہوسکتے ہین علم و حکمت کچھ نبوت نہ تھی جو کسی ذات پر ختم ہو گئی اور ہم پر یہ ایمان لانا واجب ہو گیا کہ فارابی اور شیخ کمالات علمیہ کو ختم کر گئے ؎ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ٭ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد نا آدم بر سر مطلب۔

ابو البرکات طبیب مشہور ابتدا مین موسوی ملت کے پیرو تھے۔ اُس عہد کے اُستاد طب ابو الحسن کی یہ آن تھی کہ وہ منکرین حضرت مسیحا کو طب نہین پڑھاتے تھے۔ ابو البرکات اُنسے پڑھنے گئے نہین ناکام واپس آئے۔ اُس طرف سے جب مایوس ہوئے تو شوق نے ایک اور راہ تبلائی یعنی اُنھون نے دربان کو ملایا اور اُس سے درس کے وقت دروازے مین بیٹھے رہنے کی اجازت لے لی ؎

نخواہم داد دربان ترا بہر درون زحمت ٭ بسندست اینکہ گاہے بنیم آن دیوار بیرون را۔

یک سال کامل یہ دروازے مین بیٹھکر اُستاد کی تعلیم سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ایک روز کسی مسلے ن ابو الحسن کے درس مین الجھاؤ پڑ گیا اور کسی طرح وہ گتھی نہ سلجھی۔ آخر چپکے رستم ابو البرکات مبادر کرکے آگے بڑھے اور کہا کہ اجازت ہو تو اس مسئلے مین کچھ مین بھی عرض کرون۔ اُستاد نے اجازت دی تو اُنھون نے اُس کو جالینوس کے قول سے حل کر دیا اور کہا کہ فلان روز یہ قول آپ ہی نے بیان فرمایا تھا۔ ابو الحسن نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے میرا قول کہان سُنا۔ اُنھون نے صورت حال گذارش کی حکیم موصوف کے دل پر اُنکے شوق کا گہرا اثر پڑا اور اعتراف کیا کہ ایسے شخص کو علم سے محروم رکھنا

بٹاما نہین۔ چنانچہ اُسی روز ابوالبرکات کو شامل درس ہونے کی اجازت ہوگئی۔
خطیب تبریزی شارح حماسہ کے ہاتھ ایک کتاب لغت ابوالمنصور کی تصنیف لگی جو کئی چھوٹی
چھوٹی جلدون مین تھی۔ اُسکے مطالب حل کرنے کو وہ اپنے شہر کے ایک عالم لغت کے پاس گئے۔
عالم موصوف نے اُن کو یہ مشورہ دیا کہ ابوالعلا معری کے پاس چلے جاؤ۔ خطیب نے اون اجزا کو ایک تھیلے
مین بھر کر پشت پر ڈالا اور پیادہ پا تبریز سے معرہ (واقع ملک شام قریب حماۃ) کو چل کھڑے
ہوئے۔ راستے مین اس کتاب کی جلدین پسینے سے ایسی نمناک ہوگئی تھین کہ بغداد مین لوگون نے
ان کو دیکھا تو گمان کیا کہ پانی مین بھیگ گئی ہین غرض اسی حال مین خطیب معرہ پہونچے اور
ابوالعلا کی خدمت مین حاضر ہو کر اُس کے مشکلات کو حل کیا[1]۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اپنے
عم مکرم رشید الدین طبیب کی طالب علمی کا حال کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم اُس کو زمانۂ ماضی
کے طرز طالب علمی اور طریقۂ کسب علوم ظاہر کرنے کے لئے یہان نقل کرتے ہین۔ رشید الدین نے
اول کلام اللہ تمام ضروری مراتب کے لحاظ کے ساتھ حفظ کیا حفظ کلام پاک سے فارغ ہو کر فن حساب
کی تحصیل کی۔ حساب کے بعد فن طب پڑھنا شروع کیا۔ مصر کے رئیس الاطبا اُن کے والد کے
دوست تھے اس لئے رشید الدین کو اُنھون نے خود طب شروع کرائی اور جالینوس
کے سولہ[2] رسالے پڑھائے۔ جن مین سے چند ابتدائی لفظ بلفظ حفظ کئے گئے۔
ان رسالون کو رئیس الاطبا سے پڑھکر اور اساتذۂ فن سے سبق لینے لگے۔ نری کتاب
خوانی پر قناعت نہ تھی بلکہ سبق سے فارغ ہو کر بیمارستان (شفاخانہ) جاتے اور وہان کے
مریضون کو دیکھکر معالج اطبا نے جو اُن کا مرض تشخیص اور علاج تجویز کیا ہوتا اس کو سنتے
اسی ضمن مین فن کحالی (آنکھہ بنانا) سیکھا اور اُس کا عمل نفیس الدین سے (جو بیمارستان

---

[1] (عیون ج ۲ ص ۲۰۹) [2] (ابن ج ۲ ص ۲۳۳)

مین اس پیشے کے افسر اعلے تھے، حاصل کیا اور سرجری (جراحی) کی مشق بھی شفاخانہ مذکورہ مین کی فن طب کے ان مشاغل کے ساتھ دیگر علوم سے بھی وہ بے خبر نہ تھے۔ ادب عربی اور فلسفہ عبداللطیف بغدادی سے اور منطق کا ایک سبق علوم طبیہ کے اُستاد سدید الدین منطقی سے پڑھتے تھے۔ ابو محمد جعفری سے فن نجوم۔ اور ابن الدیجور سے فن موسیقی حاصل کرتے ۲۳ برس کی عمر مین شام پہونچکر اُنھون نے مطب شروع کر دیا۔ باایںہمہ طب مہذب الدین سے پڑھتے رہے اور وہان کے مشہور اُدباے ادب۔ اتفاقاً اُن کے اُستاد عبداللطیف بغدادی بھی شام پہونچ گئے۔ تو اُنسے فلسفے کا شغلہ پھر جاری کر دیا۔ اس جانفشانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہنوز اُن کا سن ۲۵ پچیس برس کا نہ ہوا تھا کہ طب مین اُن کو نمود حاصل ہو چکی اور مذکورہ بالا علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ علاوہ ان علوم کے رشید الدین زبان ترکی و فارسی مین بھی ماہر تھے بلکہ فارسی مین شعر بھی کہتے تھے۔ حکایت بالاسے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگلے اطبا اس فن شریف کے تمام شعبے حاصل کرتے تھے۔ اور آج کل کے اطبا کی طرح اُن کا علاج دوسرون کے بھروسے پر نہین چلتا تھا۔ امام طبرانی کی وُسعت معلومات دیکھکر ایک شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کا علمی خزانہ اس قدر مالامال کیونکر ہوا۔ تو امام ممدوح نے فرمایا کہ جان عزیز تیس برس میری کمر نے بوریے کے سوا اور کسی بستر کا لطف نہین اٹھایا۔

امام ادب ثعلب ناقل ہین کہ پچاس برس سے برابر مین ابراہیم حربی کو اپنی مجلس لغت و ادب مین موجود پاتا ہون۔ امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیون علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ واللہ انی اتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز یعنی خدا کی قسم

(عیون ج۲ ص ۲۴۸) ۲ (تذ ج۳ ص ۱۱۸) ۳ (تذ ج۲ ص ۱۶۲)

مجھکو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس آتا ہے کیونکہ فرصت وقت بہت عزیز چیز ہے ؎ در بزم وصال تو بہنگام تماشا * نظارہ زجنبیدن مژگان گلہ دارد۔
امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ اُن پر علوم کے راز کھلتے اور نہ اُن کو کوئی امام کہتا۔[1] محویتِ شوق کا یہ لطیفہ بھی قابل سُننے کے ہے۔ کہ ادیب مشہور ابو محمد اعرابی اپنے چہرے پر روغن ملکر آفتاب کے سامنے بیٹھا کرتے تھے تاکہ اُن کا رنگ بدویون کی طرح کالا ہو جائے۔ اور اعرابی کا لقب ظاہری اور باطنی دونون حیثیتون سے اُن پر صادق ہو چنانچہ میدانِ طلب مین اُن کو یہ سرخروئی حاصل ہوئی کہ اُن کو اسود کا خطاب مل گیا۔ اور آج تک اسی لقب سے وہ تاریخ مین مشہور ہین۔ فدائیان شوق کا بھی ایک رنگ ہے[2]۔ مولانا خسرو سُلطان محمد خان فاتح قسطنطنیہ کے وقت مین نہایت باوقار تھے اور عہدۂ قضا پر ممتاز۔ اگرچہ بہت سے خدام اُن کی خدمت مین تھے تاہم مطالعے کے کمرے مین اپنے ہاتھ سے جھاڑ دیتے اور خود چراغ روشن کرتے اور آتشخانے مین آگ سُلگاتے[3]۔ اسحٰق بن سُلیمان طبیب سو برس کے ہو کر فوت ہوئے اُن کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ مدۃ العمر اُنھون نے شادی کی۔ آخر عمر مین ایک مرتبہ کسی نے اُنسے پوچھا کہ آپکے دل مین اولاد کی تمنا ہے۔ تو اُس دانا حکیم نے جواب دیا کہ اپنی کتاب حمیات کے ہوتے ہوئے اولاد نہونے کا کبھی خیال بھی مجھکو نہین آتا۔

حضرت یحییٰ ناقل مُوطا مدینہ منورہ مین ایک روز امام مالک صاحب کے درس مین حاضر تھے کہ غوغا اُٹھا کہ ہاتھی آیا۔ عرب مین ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اِس آواز کو سُنتے ہی سارے طلبۂ درس چھوڑ کر بھاگ اُٹھے مگر یحییٰ اُسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام مالک صاحب نے

[1] (عیون ج ۲ ص ۳۳) [2] (نزہتہ ص ۲۴۷، ۲۴۸) [3] (شق ج ۱ ص ۱۲۲) [4] (عیون ج ۱ ص ۳۰)

درس مین حاضر تھے، غوغا اٹھا کہ ہاتھی آیا۔ عرب مین ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی سارے طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ اٹھے مگر یحیٰی اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام مالک صاحب نے فرمایا کہ یحیٰی! تمھارے ملک اندلس مین ہاتھی نہین ہوتا تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔ انکے دل مین اور ہی خیال بس رہا تھا۔ جواب دیا کہ حضرت! اندلس سے مین آپ کو دیکھنے اور علم سیکھنے آیا ہون ہاتھی دیکھنے کے واسطے یہان نہین ہوا ہون ٭ بہ بست دیدۂ مجنون زخویش و بیگانہ ٭ چہ آشنا نگہی بود چشم لیلےٰ را ٭ ابو بکر بن بشار ادب کے مشہور امام بغداد مین شاہزادون کے اتالیق تھے۔ ایک روز قصر خلافت کو جاتے ہوئے نخاس سے گذرے۔ وہان ان دنون ایک جاریہ آئی ہوئی تھی جس کے حسن اور سلیقے کا سارے بغداد مین شہرہ تھا۔ ابن بشار اس کو دیکھکر مفتون ہو گئے۔ جب دار الخلافتہ مین پونہچے۔ تو خلیفہ نے پوچھا کہ آج دیر مین کیون آئے۔ انھون نے جاریہ کا ماجرا عرض کیا۔ یہ سنکر خلیفہ نے در پردہ خدام کو حکم دیا کہ وہ جاریہ خرید کر ابن بشار کے مکان پر ان کے پہونچنے سے پہلے پونہچا دی جائے۔ جب علامۂ ممدوح مکان کو واپس گئے تو جاریہ کو بیٹھا پایا۔ دریافت کیا تو حال معلوم ہوا اس کو انھون نے بالاخانے پر بھیجا اور خود وہین بیٹھکر ایک علمی مسئلے پر (جسکی تحقیقات مین وہ ان روزون مصروف تھے) غور کرنے لگے طبیعت تو اور ہی طرف لگ رہی تھی۔ غور کرنے مین الجھنے لگے۔ قلب کا یہ رنگ دیکھکر ابن بشار نے خادم کو آواز دی اور کہا کہ اس شہر آشوب کو لیجا کر نخاس مین واپس کر آؤ میرے نزدیک اتنی اسکی قدر نہین ہے کہ میرے دل کو علم سے پھیرے۔ چنانچہ خادم گیا اور جاریہ کو واپس کر آیا۔

حفظ و استحضار علمی یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ علم سینہ بہ از علم سفینہ۔ ہمارے اسلاف

ا (ابن خلکان ص ۲۱۶) ۲ (نزہتہ ص ۳۳۶)

عُلما کا ایک دور وہ تھا جب کتاب کا وجود بھی مسلمانون مین نہ تھا۔ جو کچھہ اُستادون سے پڑھتے اور سیکھتے۔ اُس کو صفحۂ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا۔ یہان تک کہ کاغذ و قلم کی مدد کو وہ عار سمجھتے تھے۔ چنانچہ بعض علمائے سلف فخریہ یہ بیان کرتے کہ ہمنے کبھی سپیدی پر سیاہی کے دھبے نہین ڈالے۔ گویا اُن کے دماغ کتاب خانے تھے جن مین علمی مسائل خوبی او خوش اسلوبی سے چُنے ہوئے تھے۔ اِسی قوّت حافظہ کی وجہ سے اُس زمانے مین تعلیم کا طریقہ املا کے طرز پر تھا۔ حق یہ ہے کہ جیسے اساتذۂ فن اس روش تعلیم نے پیدا کئے وہ کتاب خوانی کے طریقہ سے پیدا نہو سکے۔ جتنے فن آج اسلام مین مدوّن ہین اُنکے روسا و کملا اُس عصر مین ملین گے جب طریقۂ املا رائج تھا۔ متاخرین کے پاس سرمایۂ فخر حاشیہ و شرح نویسی ہی۔ برخلاف متقدمین کے کہ وہ مجتہدانہ قوت پر ناز کرتے تھے۔ اُن بزرگون کے حفظ اور استحضار علمی کے واقعات دیکھکر یہ اندازہ ہو سکتا ہی کہ کیسی شاقہ محنتین وہ علوم کی تحصیل مین برداشت کرتے ہون گے۔ اُن حکایتون کی نسبت اپنی حالت پر قیاس کرکے بدگمانی کی نظر ڈالنا آئین حق سے بعید ہی۔ یہ ظاہر ہی کہ انسان کے تمام قُویٰ مشق اور کثرت کار سے ترقی کرتے ہین اور ترقی کی کوئی حد معین نہین آیندہ دوران بیان مین آپ کو ایسی حکایتین ملین گی جن کو معتبر مؤرخین نے چشمدیدہ لکھا ہی۔ یا دوسری عینی شہادت کو نقل کیا ہی۔ بعض اپنے حالات خود ایمۂ ثقات نے نقل کئے ہین۔ اِن حالتون مین میری رای ناقص مین کسی شک و شبہہ کی گنجایش بہت کم رہتی ہی۔ رفتہ رفتہ کتابین تصنیف ہوئین اُن پر اعتماد بڑھا اور قوت حافظہ بیکاری کی وجہ سے مضمحل ہوتی گئی۔ جو علم متقدمین کے دماغون مین تھا وہ متاخرین کے کتاب خانون مین آکر ٹھہرا اور نوبت یہانتک پہنچی کہ اگلون کے حالات پچھلون کے قیاس سے بھی باہر معلوم ہونے لگے۔

غور کرنے سے یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ متقدمین کی قوت علمیہ کو ان تین ذرایع سے بہت مدد ملتی تھی اول حفظ ثانیاً کتابون کا اپنے ہاتھہ سے لکھنا ثالثاً کثرت مطالعہ۔ متاخرین رفتہ رفتہ یہہ سب سلب ہوگئے حفظ کو کتابون کی تصنیف نے باطل کر دیا۔ اور تحریر کتابون کی کثرت سے فضول ہوگئی۔ اور اس زمانے مین جبکہ مطبع کتابون کے وجود سے دنیا کو مالا مال کر رہا ہی کتابون کا نقل کرنا تضیع اوقات سے زیادہ نہین خیال جا سکتا۔ ایک مطالعہ باقی تھا اُس کو ہمارے زمانے مین اُس طرز تحشیہ نے بالکل غارت کر دیا جو ابتدا ہی سے رائج ہوگیا ہی۔ متداولہ کے مرجع اشاروں سکے مشاکل البہ ہندسون کی مدد سے ظاہر کئے جاتے ہین قریباً ہر ہر لفظ پہ حاشیہ بلکہ اُنکی نقل کئے جاتے ہین۔ نتیجہ یہ ہی کہ طلبہ ان کتابون کو خرید کر نہ مطالعے کی محنت شاقہ اُٹھاتے ہین نہ اساتذہ کی تقریرون کو پورے طور سے قابو مین کرتے ہین۔ اسی اعتماد سے کہ ہماری کتاب مین سب کچھہ لکھا ہے جب ضرورت ہوگی دیکھہ لین گے دماغی قوت کا بالکل ستیاناس کر دیا۔

مجھے اس عہد کے ایک مشہور فاضل نے اپنی طالب علمی کا قصہ بیان کیا کہ میر زاہد رسالہ پڑہنے کے وقت ہمارا یہ عالم تھا کہ جو جو رموز اور نکات اُستاد کی زبان سے نکلتے ہماری یہ کوشش ہوتی کہ ہمارے دماغون مین نقش ہو جائین۔ کیونکہ اگر استاد کی زبان سے نکلکر ہمارے دماغون مین نہ ٹھہرتے تو پھر کہان ملتے۔ غرض پڑہتے وقت ہم اُستاد کے بیانون کو پوری توجہ سے سنکر خیال مین رکھتے درس سے فارغ ہوکر اُس کا خلاصہ لکھتے اور لکھے ہوئے کو یاد رکھتے انہین دنون مین لکھنو یا کانپور سے رسالہ مذکور محشی ہوکر نکلا اور نکلتے ہی مدارس مین پھیلا اُس رسالے کے خریدتے ہی طلبہ کی ہمت مین قصور آگیا اور اُنھون نے سمجھہ لیا کہ جو استاد کی زبان پر ہی وہ ہمارے

پاس موجود ہی۔ پھر جانفشانی بیکار رہی۔ افسوس ہی کہ کتابون مین سب کچھ تھا مگر اُن کے دماغون مین کچھ بھی نہ آیا۔ جو کتابین اگلے اساتذہ کو دیکھنے کو نہ ملتی تھین آج وہ دوکانون مین بھری پڑی ہین۔ لیکن علم کا قحط ہی۔ اب تہید برطرف اصل مُدعا سینئے۔

امام ابو عیسٰی ترمذی مصنف جامع ترمذی (جو صحاح ستہ مین شامل ہی) فرماتے ہین کہ ایک دفعہ مین نے دو جزء ایک شیخ کے روایت کردہ احادیث کے لکھے تھے حُسنِ اتفاق سے اُسی عرصے مین خود وہ شیخ مجکو مل گئے۔ مین نے اُنسے احادیث مذکورہ کی اجازت طلب کی اور اُنھون نے میری استدعا قبول فرمائی اور اُن احادیث کو سُنانا شروع کردیا درخواست کرتے وقت مجکو خیال تھا کہ مذکورۂ بالا دونون جزء میرے پاس ہین۔ اب جو دیکھتا ہون تو بجاے اون کے دوسادے جزء مین نے غلطی سے اپنے پاس رکھ لیے تھے مجبے سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ وہی سادے جزء ہاتھ مین لیکر شیخ کی حدیثین سُننے لگا۔ سُوءِ اتفاق سے شیخ کی نظر اُن اوراق پر پڑ گئی اور انھون نے بگڑکر کہا کہ تم کو مجبے شرم نہین آتی۔ مین نے اصلی ماجرا بیان کیا اور کہا کہ جو حدیث آپ سُناتے ہین وہ مجکو یاد ہوتی جاتی ہی۔ شیخ کو میرے قول کا اعتبار نہ آیا۔ اور فرمایا سُناؤ۔ مین نے سب سُنی ہوئی حدیثین لفظ بہ لفظ سُنادین۔ اُنکا شبہہ اب بھی نہ گیا اور کہا کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حدیثین میرے سُنانے سے پہلے تم حفظ کر چکے تھے۔

مین نے گذارش کی کہ آپ اور نئی حدیثین بطورِ امتحان روایت فرمائیے چنانچہ چالیس حدیثین اُنھون نے نئی سُنائین اُنکو بھی مین نے فوراً دُہرادیا اور ایک بھی غلطی نہین کی۔ واقعہ بالا سے معلوم ہوتا ہی کہ کثرتِ مشق اُن کے حافظے کی قوت کو کیسا بڑھا دیتی

ل (تذ ج ص ۲۰۹)

تھی کہ غور سے سُننا اور حفظ ہو جانا یہ دونوں عمل اُن کے واسطے ایک ہو گئے تھے
داؤد ابن سمعو نے ایک بار کہا کہ لوگ حفظ کے بارے میں ابو حاتم رازی اور ابو زرعہ
کی نظیر دیا کرتے ہیں میں نے واللہ قرطبہ سے بڑھکر کوئی حافظ نہیں دیکھا ایک دفعہ میں
اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے اپنی کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ
اِن کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کتابوں میں سے جس کو چاہو اُٹھالو میں حفظ
سُنادونگا امتحاناً میں نے ایک کتاب اُٹھا کر کہا کتاب والاتنہر بہ۔ میں نے اتنی تحریک کی
تھی کہ اُن کی قوتِ حافظہ کا چشمہ رواں ہو گیا اور ساری کتاب سُنا ڈالی[1]۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ ادیب مشہور ابو عمرو زاہد
قاضی محمد کے صاحبزادے کو ادب کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک روز اُنھوں نے اپنے شاگرد کو
لغت کے تیس مسئلے اور اُن کے آخر میں دو شعر لکھوائے۔ اتفاقاً اُسی دن عہد
مذکور کے تین اُستادِ کامل ابنِ دُرید۔ ابن انباری اور ابو بکر۔ قاضی ممدوح سے ملنے
آئے (کثرتِ بیان کی وجہ سے بعض لوگ ابو عمرو کی نسبت یہ بدگمانی کرنے لگے تھے
کہ وہ بہت سی باتیں طبعزاد بھی کہہ دیتے ہیں لہذا) قاضی صاحب نے وہ مسائل عُلمائے
موصوف کی خدمت میں پیش کئے اور اُن کی تنقیح چاہی۔

ایک علامۂ وقت کے مسائل پر رائے زنی کرنا پوری ذمہ داری کا کام تھا۔ ابن انباری
اور ابو بکر تو اپنے مشاغل کا عذر کر کے خاموش ہو رہے۔ ابنِ دُرید نے بے ساختہ کہا کہ اِن
مسائل کی لغت میں کوئی اصل نہیں۔ سب ابو عمرو کے گڑھے ہوئے ہیں۔ ابو عمرو کو یہ
خبر پہونچی تو قاضی صاحب کے کہلا بھیجا کہ اپنے کتاب خانے میں سے فلاں فلاں شعرا کے

---

[1] (تذکرہ ص ۳۰۹)

عرب کے دیوان نکلوا بھیجے۔ چنانچہ وہ سب دیوان نکالے گئے۔ ابوعمرو نے ایک ایک مسئلہ لیکر اُس کے شواہد اُن دیوانون سے نکال نکال کر قاضی صاحب کو دکھلانے شروع کئے اور اس طرح تینون مسئلے اہل زبان کے کلام سے ثابت کر دیے۔ دو شعر جو انھون نے لکھوا دیے تھے اُنکی نسبت کہا کہ میرے اُستاد ثعلب نے فلان روز آپکے سامنے پڑھے تھے اور آپ نے فلان کتاب کی پشت پر لکھ لئے ہین۔ جب وہ کتاب بھی دیکھی گئی تو فی الواقع وہ شعر اُس پر ثبت تھے۔ ابن دُرید نے اس حال کو سُنکر پھر کبھی کوئی لفظ ابوعمرو کی نسبت زبان سے نہین نکالا[1]۔

متنبی شاعر مشہور سے ابوعلی فارسی امام نحو نے ایک بار پوچھا کہ حِجلی کے وزن پر عربی زبان مین کتنے اسم جمع آئے ہین۔ متنبی نے بے تامل کہا حِجلیٰ۔ اور ظربیٰ۔ ابوعلی نے تین شب متواتر لغت کی کتابین چھانین۔ مگر تیسرا اسم جمع اُن کو اس وزن کا نہ ملا[2]۔

جب حسن ابن سہل وزیر خلیفہ مامون الرشید عراق مین آیا تو اُس نے علمای ادب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی حسب طلب۔ اصمعی۔ ابو عُبیدہ۔ اور ابو بکر نحوی۔ بارگاہ وزارت مین حاضر ہوئے۔ اِنسے مخاطب ہونے سے بیشتر وزیر نے اُن عرائض پر دستخط کیے جو اہل حاجت نے پیش کی تھین۔ جب اُن عرضیون پر جو شمار مین پچاس تھین دستخط کر چکا تو اُن اُدبا کی طرف متوجہ ہو کر معذرت کی اور سلسلۂ کلام شروع کیا۔ اثنای کلام مین اُن علمای گذشتہ کا ذکر ہوا جن کی قوت حافظہ مشہور تھی۔ اور امام زُہری اور قتادہ کا ذکر ہونے لگا۔ ابو عُبیدہ نے کہا حدیث زندہ گویم مردہ در گور۔ اِس وقت یہان ایسا شخص موجود ہے کہ کبھی کتاب کو ایک بار پڑھ کر دوبارہ دیکھنے کی اُس کو حاجت نہین ہوئی

[1] (مندج ص ٩١) [2] (ابن خ ص ٣٦)

اور جوبات ایک دفعہ اُس کے خزانۂ حافظہ مین پہونچ گئی پھر نہین نکلی یہہ سنکر اصمعی نے جسارت کرکے کہا کہ یہہ میری طرف اشارہ کرتے ہین۔ اِن دعوے کو مین اِسطرح ثابت کرسکتا ہون کہ وزارت مآب نے جسقدر عرائض پر اِس وقت دستخط فرمائے ہین اُن سب کا خلاصۂ مضمون اور دستخطون سے اصل عبارت سنادون وزیر کے حکم سے کل عرضیان واپس آکر پیش ہوئین اصمعی نے بیان کرنا شروع کیا کہ فلان عرضی کے پیش کنندہ کا یہہ نام ہے اور یہہ کام اور یہہ دستخط اُس پر ہوئے اسی طرح وہ نادرۂ روزگار بیان کرتا گیا جب کچھہ اوپر چالیس عرضیون کی نوبت پہونچی تو حاضرین مین سے ابو نصر نے کہا کہ اصمعی خدا کے لئے اپنی جان پر رحم کرو کہین نظر نہ لگ جائے۔ یہہ سنکر وہ چہکتا ہوا بلبل خاموش ہوگیا۔

امام ابو سعد کو ساری صحیح مسلم۔ حافظ ابو الحسین اصفہانی کو صحیح بخاری وصحیح مسلم اور امام تقی الدین بعلبکی کو الجمع بین الصحیحین۔ صحیح مسلم اور اکثر مسند امام احمد بر زبان تھی امام آخر الذکر ایک جلسے مین ستر حدیثین حفظ کر لیتے تھے اور ایک بار ایک دن سے کم مین اُنھون نے مقامات حریری کے تین مقامے از بر کر لئے[2]۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ مؤلف طبقات الاطبا نے ادویہ مفردہ کے متعلق کچھہ کتابین مصنفۂ ابن بیطار خود مصنف سے پڑھی تھین۔ اپنے اُستاد کی تعلیم کا جو اسلوب اُنھون نے طبقات مین لکھا ہے اُس سے علاوہ استحضار علمی کے یہہ بھی آشکارا ہوتا ہے کہ اساتذۂ سلف کسطرح اپنے تلامذہ کو کامل بناتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہین کہ ہمارے اُستاد کے درس کے وقت بہت سی کتابین مفردہ دواؤن کے متعلق مثل کتاب حکیم دیسقوریدس۔ کتاب جالینوس۔

[1] (ابن خ ص ۲۸۶) [2] (تذ ج ص ۸۰-۱۱۶-۲۳۱)

کتاب غافقی موجود رہتین - اُن کے پڑہانیکا طریقہ یہ تھا کہ اول ایک مفرد دوا کا یونانی نام (جو دیسقوریدس نے لکہا ہے) لیتے اُسکے بعد اُسکے معنی (جو اُنھون نے روم مین رہکر تحقیق کیے تہے) بیان کرتے - پہر جو کچہہ طبیب مذکور نے اُس دوا کے افعال وخواص لکہے ہین سناتے - اسیطرح جالینوس اور متاخرین کے اقوال و مذاہب کا بہ ترتیب ذکر کرتے - پہر اطبا کے باہمی اختلاف کی (دوای مذکور کی نسبت) تشریح کرتے - آخر مین وہ غلطیان ظاہر کرتے جو اطبای مذکور سے اُس دوا کے متعلق سرزد ہوئی تھین - اُستاد جب ان مدارج کو طے کر چکتے تو ہم محولہ کتابون کو کھول کر دیکہتے اُن کے زبانی بیان اور کتابون کے مضمون مین سر مو فرق نہ نکلتا - جب ہم کتاب دیکہتے تو ابن بیطار یہ بتاتے جاتے کہ دیسقوریدس نے فلان مقالے مین اس کا دوا کا ذکر کیا ہے اور مقالہ مذکور مین اس کا یہہ نمبر ہے - اس قدر بیان پر علامہ اُستاد کو تسلی نہ ہوتی بلکہ جن نباتات کا ذکر درس مین ہوتا وقتاً فوقتاً جنگل مین لے جا کر اُنکا مشاہدہ بھی طلبہ کو کرا دیتے - جو اُستاد اپنے طلبہ کے سامنے بقراط اور جالینوس کی غلطیان نکال کر رکھدے اُن کو کتاب کا کیڑا نہ بنائے بلکہ حقایق کے مشاہدے کا خوگر کرے اُس کے شاگرد بے شک کامل اور محقق ہون گے - جو لوگ جالینوس اور ارسطو کی عقل کو معصوم مان چکے اُنھون نے تو گویا اپنی عقلون کو بونا بنیون کے ہاتہ بیچ ڈالا - پہر کمال کیسا اور تحقیقات کجا -

امام داود ظاہری ناقل ہین کہ میری محفل مین ایک روز ایک شخص ابو یعقوب بصری نامے شکستہ حال وارد ہوئے اور بدون کسی اشارے کے خود بخود صدر مین آ بیٹھے - اور پھر یہ لہجے مین مجسے کہا کہ سل یا فتے عمّا بدا لک[1] (اے جوان تیرے

---

[1] (عیون - ج ۲ ص ۱۳۳)

دل مین جو آئے مجھسے پوچھ لے) مگر اُن کی اس غنیمت پر تحت نقصہ سا آیا اور انتہا اثر مین نے کہا کہ حجامت کی نسبت کچھ فرمائے ابو یعقوب نے بارک اللہ کہا اور سب سے اول محدثانہ اور فقیہانہ گفتگو شروع کی۔

حدیث اَفطَرَ الحَاجِمُ وَالمَحجُومُ کو روایت کرکے بیان کیا کس راوی نے اُس کو مسند اور کس نے موقوف اور کس نے مرسل روایت کیا ہے۔ اور فقہا مین سے کس کس کا عمل اسپر ہے اس کے بعد اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگوانے کے مختلف طریقے بیان کئے اور اُس اُجرت کا ذکر کیا جو آپ نے حجام کو مرحمت فرمائی تھی اور یہ ثابت کیا کہ اگر اُجرتِ حجامت حرام ہوتی تو آپ مرحمت نہ فرماتے پھر ایک اور حدیث کے طرق روایت سنائے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت نے شفا نہین کبھی ان ... رکھی ہے۔ پھر اس باب کی تمام احادیث صحیحہ متوسطہ اور ضعیفہ کو علی الترتیب بیان کیا۔ اصول حدیث و فقہ کے مطابق اس قدر بحث کے بعد وہ طب کی طرف جھکے اور اطبا کی جو رائے حجامت کی نسبت مختلف زمانون مین رہی ہے اس کو مشرح کہہ سنایا طب کے بعد تاریخ کا نمبر تھا آخر کلام مین اُنھون نے یہ ثابت کیا کہ سب سے اول یہ عمل اصفہان مین ایجاد ہوا تھا۔ امام ظاہری فرماتے ہین کہ مین یہ وسعت تقریر دیکھکر متحیر رہگیا اور اُنکی طرف مخاطب ہوکر کہا واللہ ماحقرت بعدک احداً ابداً یعنی مین بعد تمھارے کسی کو بہ نظر حقارت نہین دیکھون گا۔ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے ایک زمانے مین بیان کیا تھا کہ مین جب تک دوسو سطرین حفظ نہین کرلیتا سوتا نہین۔

سلہ (۱) ابن - ج ص ۱۷۶) مہ پچھنے لگوانا ۱۲

فرمان واقع ملک روم مین جو مدرسہ بنام مدرسہ سلسلہ جاری تھا اس کے بانیکی جانب سے یہ شرط تھی کہ اوس کا مدرس وہ عالم مقرر کیا جائے جس کو صحاح جوہری ازبر ہو چنانچہ مولانا جمال الدین اپنے عہد مین مدرسہ مذکور کے مدرس تھے[1]۔

علم سے سیر نہونا

علامہ ابن العلاء سے ایک بار کسی نے پوچھا کہ آدمی کو علم کب تک حاصل کرنا چاہئیے۔ اُس عالی دماغ نے جواب مین کہا کہ ما دامتِ الحیاۃُ تحسُنُ بہٖ یعنی جب تک حیات مہربان رہے۔ دریاے علم ناپیداکنار ہے اور انسانی زندگی محدود۔ باینہمہ اگر آدمی ایک حد پر پہونچ کر علم سے سیر ہو جائے تو یہ اُسکی حرمان نصیبی ہی شوق کا تقاضا یہ ہے کہ ؎ دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن برآید + اور یہ محض ایک دلخوش کن خیال نہین ہی۔ آپ میدان علم مین ایسے جوان مرد پائینگے۔ جنھون نے اس قول کو دم واپسین تک عزیز رکھا اور دکھلا دیا کہ جب اجل کا فرشتہ اُنکی جان شیرین تن سے جدا کر رہا تھا وہ علم کی خدمت مین مشغول تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ جب علم محدود نہین تو طلب کی بھی کوئی حد نہونا چاہئیے۔ کسی کمال کے طالب کا یہ خیال کر لینا کہ مین حد طلب کو پہونچ چکا اُسکی حق مین سم قاتل ہی۔ یہ مسالہ پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ عالم مین کسی حالت کو وقوف نہین ہی۔ یا ترقی ہی یا تنزل۔ پس علمی عروج مین بھی جس زینے پر طالب کا قدم رُکا وہین سے اُس کا تنزل شروع ہو جائے گا۔ اور جب اُس کے ذہن مین اپنی نادانی کا خیال راسخ اور اس کی ہمت کا منقولہ پیش نظر رہے گا اُس کو میدان طلب مین فتح و فیروزی نصیب ہوتی جائیگی۔

[1] (دمشق ج ص ۳۳ و ۲)

سقراط کا مقولہ ہے کہ میرے علم کی معراج یہ ہی کہ مین نے یہ سمجھہ لیا ہی کہ مجکو کچہہ نہین آتا - دیار مغرب کا ایک حکیم دانا جب بستر نزع پر دم توڑ رہا تھا تو اُس نے کہا کہ دنیا میرے علم کی نسبت معلوم نہین کیا کیا گمان کر رہی ہے - مگر مین اپنے آپ کو یہ سمجھتا ہون کہ ایک نافہم بچہ سمندر کے کنارے پر چند خزف پارون سے کھیل رہا ہی اور علم کا ناپید اکنار سمندر اسکے سامنے موج زن ہی - بیشک اگر ان حکما کا یہ دلی عقیدہ نہ ہوتا تو ہرگز وہ علمی مراتب پر سرفراز نہ ہوتے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ٭ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

امام ابن السنی کے صاحبزادے فرماتے ہین کہ میرے والد نے ایک روز لکہتے لکہتے قلم دوات کے منہ مین رکھا اور دعا کو ہاتھ اُٹھائے - جو ہاتھ دعا کے لئے اُٹھتے تھے پھر وہ قلم نہ اُٹھا سکے اور عین حالت دُعا مین روح عالم بالا کو پرواز کر گئی - ابن السنی کا سن اُس وقت اسّی برس سے متجاوز ہو چکا تھا - حافظ ابن مندہ کا بیان ہی کہ اُن کے والد جب نزع کی رحلت کر رہے تھے تو اُس وقت بھی حافظ ساجی اُن کے سامنے غرائب شعبہ کی قرات مین مصروف تھے[۲] - امام ادب ابو العباس ثعلب کی وفات کے واقعے سے زیادہ مؤثر مثال اس مبحث مین مشکل سے ملے گی - ثعلب کی عمر اکانوے برس کی ہو چکی تھی کہ ایک دن جمعے کے بعد مسجد سے مکان کو جانے لگے راستے مین کتاب دیکھتے جاتے تھے - کتاب مین محویت اور اوس پر ثقل سماعت - پھر وہ آواز کیا سنتے - ایک گھوڑے کا دھکا لگا اور اُس کے صدمے سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے - لوگ غشی کی حالت مین اُٹھا کر مکان پر لائے ضعف پیری اتنے بڑے صدمے کو کب برداشت کر سکتا تھا اُسی حالت مین رحلت کی انتہائے پیری مین بھی اُنکا شوق طلب اتنا قوی تھا کہ رہ نوردی مین جو وقت گذرتا

---

۱ (تذ ج ۳ ص ۱۵۱) ۲ (تذ ج ۳ ص ۴۴)

اُس کا جاتا رہنا بھی گوارا نہوا سے چہ حالتست ندانم جمال سلمارا * کہ پیشیں دیدنش افزون کند تمنارا + اور سچ یہ ہے کہ اگر علمی تشنگی نہ ہو تو ابو العباس ادب مین امامت کے درجے کو نہ پہونچتے۔[1]

انسان جب کسی پریشانی مین مبتلا ہوتا ہی تو اُس سے معمولی کام بھی نہیں ہوسکتے لیکن طالب صادق ہین یہ کرامات ہے کہ وہ پریشانی کو بھی جمعیت کے قالب مین لے آتی ہی علمائے سلف نے پریشان خاطری کی حالت مین وہ کام کئے ہین کہ زمانہ آج تک اُن پر آفرین کر رہا ہی۔ ابو تمام طائی شاعر مشہور ایک مرتبہ خراسان کے دربار کو جا رہا تھا ہمدان پہونچکر موسم سرد مہری سے پیش آیا اور برف اس کثرت سے پڑی کہ رستے بند ہوگئے اور ابو تمام کو چند دہین قیام کرنا پڑا۔ حالت سفر مین ایسا حرج واقع ہونے سے جو پریشانی طبیعت کو ہوتی ہی وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر ہمارے زندہ دل شاعر کی خاطر جمع تھی جس رئیس کا وہ مہمان تھا اُس کے کتاب خانے مین دواوین عرب بکثرت تھے تمام نے موقع کو غنیمت سمجھ کر تمام دیوان پڑھے اور اُن مین سے اشعار انتخاب کرکے نظم عربی کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کر لیا جو آجتک حماسہ کے نام سے سارے عالم مین مشہور ہی[2] شیخ الرئیس سے ایک زمانے مین حکام وقت برہم تھے اور جان کے خوف نے اُس کو روپوش کر رکھا تھا اسی تباہ حالی مین کچھ دن کے لئے اسے ایک عطار کے گھر مین پناہ مل گئی اتنا سا اطمینان پاکر شیخ کو اپنے علمی مشاغل یاد آئے اور عطار سے سامان تحریر منگوا کر تصنیف شروع کر دی۔ یہ کوئی معمولی تصنیف نہ تھی بلکہ شیخ اپنی کتاب شفا کو تمام کر رہا تھا۔ طرز تصنیف یہ تھا کہ اول رؤس مسائل اپنی یاد سے ایک جزیر پر لکھے اُس کے بعد اُن مسائل کی تشریح کی۔ اس طرح فن طبعیات و الہیات ختم کر دے فنون

[1] (ابن خ ص ۲۶) [2] (ابن خ ص ۱۶۱)

حکمیہ مین کتاب حیوان وکتاب نبات اگرچہ باقی تھی۔ لیکن شیخ انکو چھوڑ کر فن منطق کے لکھنے لگا
ہنوز منطق تحریر ہو رہی تھی کہ قضیہ دگرگون ہو گیا۔ کسی مخبر نے حاکم کو خبر کر دی اور اُس نے
شیخ کو گرفتار کرکے قلعۂ فردجان مین بھیجدیا اُس بلند و ستوار حصار مین شیخ کا جسم بے شک مقید
تھا لیکن اُس کے علمی شوق کو کوئی دنیاوی طاقت مقید نہین کر سکتی تھی۔ اُسی زندان مین
کتاب الہدایات رسالۂ حی ابن یقظان۔ اور کتاب القولنج شیخ نے تصنیف کر ڈالین۔
اس زمانے کے لوگ اگلے زمانے کے ایک بہشتی زمانہ تصور کر رہے ہین جس مین علما
کے واسطے در و دیوار اور زمین و آسمان سے اطمینان و فارغ البالی برستی تھی۔ اور انکا
یہ گمان بلکہ بدگمانی ہے کہ جو نمایان کام پچھلون نے کیے وہ اسی فراغ خاطری بدولت تھے
حالآنکہ واقعات اس کی تردید کر رہے ہین۔ کیا حکایت بالا کو پڑھکر کسی دل مین یہ تمنا
پیدا ہو گئی کہ کاش اُس کو شیخ الرئیس کا سا اطمینان نصیب ہوتا۔ اگر شیخ نجات و فراغ
خاطر کا منتظر رہتا تو دنیا کو شفا وغیرہ جیسی بہا تصانیف کب میسر آتین۔ شیخ ابن جوزی
ایک زمانے مین واسطہ مین نظر بند تھے یہ وہ وقت تھا یہ واقعات پڑھنے کے بعد سوال
دل مین پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان مجالس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا۔ اور حقیقتہً
ان روایتون پر وثوق اُس طریقے کی صحت و عدم صحت پر موقوف ہے۔ ذیل کا واقعہ اس
سوال کا جواب دیگا۔ احمد بن جعفر راوی ہین کہ جب ابو مسلم بغداد مین آئے تو رحبۂ غسان
نامے مقام پر اُنھون نے حدیث کا املا کیا سات مستملی کھڑے ہوئے۔ جن مین سے ایک
دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے تحریر حدیث مین مصروف تھے
یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ کس قدر آدمی اُس وسیع میدان مین فراہم تھے میدان مذکور

ملہ (عیون ج ۲ ص ۶)

کی پیمائش کی گئی۔ اور دواتون کا شمار کیا گیا۔ کچھہ اوپر چالیس ہزار دواتین شمار ہوئین جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سماعًا شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہین۔ جب شیخ وقت فریابی نے بغداد مین املای حدیث کیا تو تین سو سولہ مستملے انکی مجلس مین حاضر تھے۔ اور حاضرین تخمیناً تیس ہزار! ابوالفضل راوی ہین کہ جب مین نے فریابی سے حدیث سُنی ہے تو قریبًا دس ہزار آدمی اُن کے پاس ایسے پڑہنے آتے تھے جو دوات قلم لیکر بیٹھتے۔ امام ذہبی ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہین کہ تیسری صدی ہجری مین بہ شوق اپنے رسول پاک کے اقوال و احوال کا اہل اسلام مین تھا کہ ایک ایک مجلس مین دس دس ہزار دواتین رکھی جاتی تھین[1]۔

امام بخاری کے صرف ایک شاگرد فربری سے نوے ہزار آدمیون نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی تھی[2]۔ جب فراء نے اپنی تصنیف کتاب المعانی (فن ادب) کا املا کیا تو لوگون نے حاضرین کا شمار کرنا چاہا۔ مگر بوجہ ہجوم کے نکر سکے۔ صرف قاضیون کو گنا تو اسی تھے[3]۔

دوسرا ذریعہ عامۂ مسلمین مین علم کی کثرت دریافت کرنے کا اُن باکمالون کی تعداد ہی جو ایک ایک شہر مین ایک ہی وقت مین موجود تھے۔ جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ فی صدی کتنے طلبہ اعلیٰ تعلیم تک پہونچتے ہین۔ اور پھر اعلیٰ تعلیم تک پہونچنے والون مین کتنے ایسے ہوتے ہین جو اپنے آپ کو علم و فن کی خدمت کے لئے وقف کرکے کمال حاصل کرتے ہین تو بےشک باکمالون کی تعداد مسلمانون مین علم کے عام اور شائع ہونے کی شہادت بن سکے گی۔ ذیل کے واقعے صرف ایک ایک فن کے

---

[1] (تذ ج ۲ ص ۱۹۶ - ۲۶۲ - ۲۱۰) [2] (مقدمہ ص ۵۸۰) [3] (ابن خ ج ۲ ص ۲۲۸)

ستے) سات لاکھ درہم طلب مین صرف کئے۔ اسی طرح ابن متوکل بخاری نے اسی ہزار درہم۔ حافظ کبیر ابن سنجر نے نو ہزار اشرفیان۔ حافظ ابن رستم نے تین لاکھ درہم۔ اور امام ذہبی نے ڈیڑھ لاکھ درہم طلب علم مین خرچ کئے۔

ابوبکر جوزقی کی نسبت روایت ہو کہ اُنھون نے طالب علمی مین ایک لاکھ درہم خرچ کیے[1] اور جس فن کو اتنا گران خرید اُس کو کبھی سستا نہین بیچا یعنی اسکے ذریعے سے کبھی دنیا نہین کمائی[2]۔ ابو یوسف سدوسی حافظ علامہ جن کی مسند کبیر فن حدیث مین ایک گران مایہ کتاب ہے بہت متمول اور باثروت تھے چالیس کاتب انکی سرکار مین شب و روز کتابون کی نقل کے واسطے حاضر رہتے۔ اگلے علما جس حوصلے اور ہمت سے کتابین تصنیف کرتے تھے وہ اس سے عیان ہو کہ جس مسند کو کبیر کا لقب ملا ہی اُسکی تیاری اور تکمیل مین دس ہزار اشرفیان صرف ہوئی تھین[3]۔ ابومسلم صاحب سُنن نے اوّل مرتبہ روایت حدیث کرنے کی خوشی مین دس ہزار درہم خیرات کیے[4]۔ فاروق خطابی اُنکے ایک شاگرد راوی ہین کہ جب ہم لوگ اُسنے سُنن سُنکر فارغ ہوئے تو ہماری ضیافت اُنھون نے بڑی دھوم سے کی جس مین ایک ہزار اشرفیان خرچ ہوئین[5]۔ اسی طرح جب ابن احمد ہمدانی نے پہلی بار اپنے وطن ہمدان مین املائی حدیث کیا تو سات سو اشرفیان طلبائے حدیث کے نذر کین[5]۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی کے حالات مین فرماتے ہین کہ جب حافظ ممدوح بخاری کی شرح فتح الباری کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس مسرت مین اُنھون نے ایک شاندار دعوت پانسو اشرفی لگا کر کی[6]۔ دارقطنی کے اُستاد امام دعلج کی سرکار سے محدثین کو

[1] (تذ ج ۲ ص ۲۵۵) [2] (ر ج ۲ ص ۱۰) و ص ۱۵۶۔ و ص ۱۷۴۔ و ص ۱۴۴) [4] (تذ ج ۲ ص ۲۱۹)
[5] (تذ ج ۳ ص ۱۵۵) [6] (بستان ص ۱۹۵):-

مکرمہ و عراق و سجستان کے وظائف مقرر تھے[1]۔ حافظ ابو عبد اللہ رازی اخیر دفعہ لبصرہ کے سگئے تو صرف کاتبین کی اجرت کی بابت دس ہزار درہم ادا کیے[2]۔

مسلمانان سلف میں عموماً علمی ذوق۔

علمای سلف کی علمی شیفتگی سے بحث کرنے کے بعد غالباً ایک نظر اُس زمانے کے عموماً اہل اسلام کی علمی حالت پر ڈالنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس دور شائستگی میں جس طرح ہر شائستہ مملکت میں فی صدی تعلیم یافتہ لوگوں کی صحیح تعداد آئینہ ہو رہی ہے اُس طرح ہم اگلے زمانے کے مسلمانوں کا ٹھیک شمار پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر بہت سے واقعے کتابوں میں ایسے ملتے ہیں جن کی مدد سے قیاس اپنا کام کر سکتا ہے۔ اور ایک تخمینی حالت پچھلے مسلمانوں کی بکثرت تعلیم یافتہ ہونے کی ہمارے ذہن میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اس مبحث کو ہم تین حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ عامہ مسلمین میں علم کا شوق اور رواج۔ بیویوں میں علم کا چرچا۔ اُمرا میں علم۔

عامۂ مسلمین میں علم کا شوق اور رواج

عامہ اہل اسلام میں علمی رواج و مذاق کا پتا لگانے کے لیے تین ذریعے ہمارے پیش نظر ہیں۔ اوّل ان حاضرین کی تعداد جو ایک ایک حلقۂ درس میں شامل اور وہاں حاضر ہوتے تھے۔ ثانیاً اُن اہل کمال کا شمار جو ایک ایک شہر میں تھے۔ ثالثاً چند متفرق نکات ہیں۔

یحییٰ ابن جعفر بیکندی[3] بیان کرتے ہیں کہ علی ابن عاصم کے حلقۂ درس حدیث میں تیس تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ یزید بن ہارون[3] نے جب بغداد میں درس حدیث

۱ (تذ ج۲ ص ۹۸) ۲ (تذ ج۲ ص ۲۱۶) ۳ (تذ ج ص ۲۹۰-۲۹۱-۳۶۰-۳۶۴)

تو اُس میں ستر ہزار حاضرین کا تخمینہ کیا گیا - ایک مرتبہ سلیمان ابن حرب کے واسطے بغداد میں قصر خلافت کے قریب ایک مرتفع مقام منبر بنایا گیا تاکہ اُس پر بیٹھکر املای حدیث کریں - اُس مجلس میں امیر المومنین مامون الرشید اور تمام امرائے خلافت حاضر تھے جو الفاظ امام ممدوح کے منہ سے نکلتا تھا اُس کو امیر المومنین اپنے قلم سے لکھتے جاتے - جب کل حاضرین مجلس کا تخمینہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس اندازہ میں آئے - امام عاصم ابن علی املای حدیث کے واسطے بغداد سے باہر نخلستان میں ایک بلند چبوترہ پر بیٹھتے تھے اُن کے مستملی ہارون نے اپنے طرز سے پسند کئے تھے ایک خمدار کھجور کا درخت پسند کر رکھا تھا - خلیفہ معتصم باللہ نے ایک بار اپنا معتمد اس مجلس کی شرکا کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا - معتمد نے ارشاد خلافت کی تعمیل کی تو ایک لاکھ بیس ہزار یہ حاضرین کی تعداد پہنچی جس قوم کے افراد ایک ایک مجلس علمی میں دس دس لاکھ جمع ہو جائیں قیاس کیجیے کہ اُس قوم کے سینے میں کتنا شوق علم موجزن رہا ہوگا - اور جس شہر میں ایسے سواد اعظم کے باشندے ہوں ایک مجلس علمی میں جمع ہو سکتے وہ کتنا آباد ہوگا -

یہ واقعات پڑھنے کے بعد یہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان مجالس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا - اور حقیقت میں ان روایتوں پر وثوق اُس طریقے کے صحت و عدم صحت پر موقوف ہے - ذیل کا واقعہ اس سوال کا جواب دیگا - احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب ابو مسلم بغداد میں آئے تو جب غسان نامی مقام پر انھوں نے حدیث کا املا کیا سات مستملی کھڑے ہوئے تھے جن میں سے ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے ہو کے تحریر حدیث میں مصروف تھے یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ کس قدر آدمی اس وسیع میدان میں فراہم تھے میدان مذکور کی پیمائش کی گئی اور یہ

دوا توں کا شمار کیا گیا۔ پھر اوپر چالیس ہزار دواتیں شمار ہوئیں۔ جو لوگ لکھتے نہ تھے
صرف سماع میں شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔ جب شیخ وقت فریابی نے بغداد
میں املائی حدیث کیا تو تین سو سولہ مستملے اُنکی مجلس میں حاضر تھے۔ اور حاضرین تخمیناً
تیس ہزار۔ ابو الفضل راوی ہیں کہ جب میں نے فریابی سے حدیث سُنی ہے تو قریباً
دس ہزار آدمی اُن کے پاس ایسے پڑھنے آتے تھے جو دوات قلم لیکر بیٹھتے۔
امام ذہبی ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں یہ شوق اپنے
رسول پاک کے اقوال و احوال کا اہل اسلام میں تھا کہ ایک مجلس میں دس دس ہزار
دواتیں رکھی جاتی تھیں[1]۔

امام بخاری کے صرف ایک شاگرد فربری سے نوے ہزار آدمیوں نے صحیح
بخاری کی اجازت حاصل کی تھی۔ جب فرّا نے اپنی تصنیف کتاب المعانی (فن ادب)
کا املا کیا تو لوگوں نے حاضرین کا شمار کرنا چاہا مگر بوجہ ہجوم کے نہ کر سکے۔ صرف قاضیوں کو
گنا تو اسّی تھے[2]۔

دوسرا ذریعہ عامہ مسلمین میں علم کی کثرت دریافت کرنے کا اُن باکمالوں کی تعداد
ہے جو ایک ایک شہر میں ایک ہی وقت میں موجود تھے۔ جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ فی
صدی کتنے طلبہ اعلیٰ تعلیم تک پہونچتے ہیں۔ اور پھر اعلیٰ تعلیم تک پہونچنے والوں میں کتنے ایسے
ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو علم و فن کی خدمت کے لئے وقف کر کے کمال حاصل کرتے ہیں تو
بے شک باکمالوں کی تعداد مسلمانوں میں علم کے آپ اور شائع ہونے کی شہادت بن سکے گی
ذیل کے واقعے صرف ایک ایک فن کے کمالات بتلاتے ہیں۔

---

[1] (تذکرہ ج ۲ ص ۱۹۶ - ۲۶۲ - ۲۱۰) [2] (مقدمہ ص ۵۸۰) [3] (ابن ج ۲ ص ۲۲۸)

مگر قیاس کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں کہ جس شہر میں نو سو سے زیادہ سند یافتہ طبیب ہونگے اُس میں کتنے محدّث ہوں گے کس قدر ادیب اور کتنے مہندس وغیرہ ذالک پس اولاً ذہن میں کل فن کے باکمالوں کی تعداد ایک فن کے باکمالوں پر قیاس کر کے قایم کیجیے پھر یہ سوچیے کہ کتنے پڑھنے والوں میں ایک باکمال پیدا ہوتا ہے تو عامۂ مسلمین میں کثرت تعلیم کا ایک اجمالی مفہوم ضرور آپ کے ذہن میں قایم ہو سکے گا۔

سلام ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ مینے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا ہے اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے میں نے اپنی تعلیم کو ختم نہیں کیا۔ یعنے ایک ہی شہر میں آٹھ سو اساتذہ حدیث ان کو ایسے مل گئے جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے[1]۔ ۳۱۹ھ میں خلیفہ عباسی مقتدر باللہ کو یہ سنکر سخت افسوس ہوا کہ شہر بغداد میں ایک شخص کی جان کسی طبیب کے جہل مرکب کی نذر ہو گئی۔ آیندہ انسداد کے لئے رئیس الاطبا ابن ثابت کے نام یہ حکم صادر کیا گیا کہ تمام اطبائے بغداد کا امتحان لیا جائے جو امتحان میں کامیاب ہوں اون کو سند عطا ہو اور جو ناکامیاب ہیں اون کو علاج کرنے سے روک دیا جائے بغرض مزید احتیاط سند میں اس امر کی تشریح بھی ہو کہ دارندۂ سند کو فلان فلان قسم کے امراض کے معالجے کی اجازت ہے تاکہ وہ اُنہیں امراض کا علاج کر سکے جنسے اوس کو پوری واقفیت ہو ابن ثابت نے فرمان خلافت کی تعمیل کی اور کل اطبائے دار السلام کا امتحان لیا۔ کیا یہ حیرت خیز بات نہیں ہے کہ بعد امتحان دار الخلافت کے دونوں حصّوں میں جن اطبا کو سند علاج عطا ہوئی اُنکی تعداد کچھ کم نو سو تھی۔ مزید برآن وہ اطبا اس شمار سے خارج ہیں جو بوجہ شہرت فضل وکمال امتحان سے

[1] (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۶۳) [2] غالباً بغداد کا پل جو دجلے پر تھا ۱۲

مستغنی رہے یا جن کو سرکار خلافت میں تعلق حاصل تھا۔ خدا کو علم ہے کہ ایسے طبیب کتنے تھے اور ان کی تعداد نو سو کے عدد کو کہاں تک بڑھا دیتی[1]۔

امام ادب نضر بن شمیل جب بصرے سے خراسان کو جانے لگے تو تین ہزار آدمی شہر سے انکی مشایعت کو ایسے نکلے جو یا نحوی تھے یا لغوی عروضی تھے یا محدث یا اخباری[2] کیا ہم انہیں اسلاف کے خلف ہیں جن میں کمال کی یہ کثرت تھی۔ ہمارے پست حالت تو ان واقعات کو بھی رستم و اسفندیار کے افسانوں کے پہلو بہ پہلو بٹھانے پر آمادہ ہے جیسے تین ہزار اہل بصیرت ایک شہر بصرہ سے باہر آئے تھے ویسے تین بھی آج تمام دنیائی مسلمین میں یقیناً نہیں نکلینگے۔ جس قوم میں یہ قحط رجال ہو اسکے اگلے شہروں کی یہ مردم خیزی محال تو بے شک نہیں مگر بعید از حال و خیال تو ضرور ہے۔ تیسرا ذریعہ یہ متفرق واقعے ہیں جن سے ایک نہ ایک پہلو سے ہمارا مدعا عیاں ہوتا ہے۔ ابن الاعرابی کوفی نے ایک روز اپنے درس میں دو آدمیوں سے جو کہ باہم باتیں کر رہے تھے اُن کا وطن دریافت کیا۔ ذرا غور سے سنیے کہ ایک نے اپنا وطن اسپیجاب (متصل حد چین) تبلایا۔ دوسرے نے اسپین۔ ابن الاعرابی کو اس خیال سے حیرت ہوئی کہ کس قدر دور دراز ملک کے باشندوں کو شوق علم کی کشش انکی مجلس میں کھینچ لائی تھی[3]۔ امام ابو العباس نے ایام طالب العلمی میں اپنی والدہ سے اجازت چاہی کہ امام قتیبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوں مگر اجازت نہ ملی اور اُنھوں نے عزم فسخ کر دیا جب اُنکی والدہ رحلت فرما گئیں تو بلخ پہنچے۔ قتیبہ اُنکے پہنچنے سے پہلے وفات پا چکے تھے کسی جلیل القدر اُستاد کے فیض سے محروم رہجانا اُن دنوں دنیائے اسلام میں ایک ایسی مصیبت

۱ (عیون ج ۱ ص ۲۲۲) ۲ (ابن خ ج ۱ ص ۱۶۱) ۳ (ابن خ ج ۱ ص ۴۹۳)

غلطی سمجھی جاتی تھی کہ لوگ ابو العباس کے پاس اُنکی محرومی کی تعزیت کرنے آتے تھے[1]

حافظ کبیر ابو نعیم کی کتاب الحلیہ کا پہلا نسخہ جب نیشاپور پہونچا تو وہان اُسکی یہ قدر ہوئی کہ

چار سو اشرفی کو فروخت ہوا[2]۔

علامہ محدث ابن فطیس قرطبی کی کتابین اُنکی وفات کے بعد بیچی گئیں تو چالیس

ہزار اشرفیون میں فروخت ہوئین[3]۔

بیبیون مین علم کا ذوق

جن کتابون کی مدد سے ہم نے یہ اوراق مرتب کیے ہین

وہ عورتون کی تعلیمی حالات سے اور بھی خاموش ہین[4]

لیکن خوش قسمتی سے کچھ واقعات متفرق ایسے ملے ہین جو صاف کہ رہے ہین کہ ہماری

ترقی کے دور مین انسانی صنف نازک بھی ایک علمی شان ومرتبہ رکھتا تھا اور جو کمالات

اگلے مسلمان حاصل کرتے تھے اُنمین اُنکی ماؤن اور بہنون کی مدد غیر معتد بہ نہین

ہوتی تھی امام حافظ ابن عساکر مؤرخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا

تھا اُن مین اَسّی سے زیادہ عورتین تھین۔ حفید ابن زہر اشبیلیہ کے طبیب مشہور

کی بہن اور بھانجی طب اور معالجات کی عالمہ تھین اور امراض نسائی کے معالجے مین بالخصوص

اُن کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ خلیفہ منصور (فرمان روائے اُندلس کے محلات کا علاج

اُن کے سپرد تھا اس بیان سے یہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے عموماً گھر کی بڑی بوڑھیان عورتان

اور بچون کے علاج کر لیا کرتی ہین ایسی ہی ابن زہر کی بہن اور بھانجی بھی ہون گی

مؤرخ ابن ابی اصیبعہ جو علاوہ علامۂ وقت ہونے کے اعلی درجے کے طبیب بھی تھے

---

[1] (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۱۳) [2] (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹۳)

[3] (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۶۲) [4] (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲۳)

اپنی تاریخ میں اُن کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ وکانت اُمته وابنتها هذا لا عالمتين
بصناعة النحو والمداد اتادلمصاحبين حيث بما يتعلق بهذا د اة النساء[1] امام یزید بن
ہارون کو آخر عمر میں ضعف بصارت نے کتاب بینی سے معذور کر دیا تھا اُنکی جاریہ اس مصیبت
میں اُن کے کام آتی اور وقت ضرورت کتابیں دیکھکر اُن کے لئے حدیثیں یاد کر لیتی[2]۔
ابن سماک کوفی نے (جو اپنے عہد میں مشہور عالم تھے) ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی
جاریہ سے پوچھا کہ میرا طرز بیان کیسا ہے۔ سخن شناس جاریہ نے کہا کہ تقریر تو اچھی ہے
لیکن اتنا نقص ہے کہ تم ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہو۔ ابن سماک "میں اعادہ کلام اس لئے
کرتا ہوں کہ جو مخاطب اول مرتبہ نہ سمجھے ہوں وہ بھی سمجھ جائیں" جاریہ "جب تک کم
فہم سمجھیں گے۔ سمجھنے والے مکدر ہو چکیں گے"[3] امام ابن جوزی کو اُنکے والدین برس کا
چھوڑ کر رحلت کر گئے تھے باپ کے بعد یتیم بچے کی پرورش کی کفیل پھوپی ہوئیں۔
ابن جوزی کی بہت چھوٹی عمر تھی۔ کہ اُنکی پھوپی اُن کو لے کر علما کے حلقۂ درس میں جایا
کرتی تھیں تاکہ بچپن سے ہی اُن کے کان علمی باتوں سے آشنا ہو جائیں۔ اس حفظ
ارتقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن جوزی دس برس کی عمر میں وعظ فرمانے لگے اور بڑھ کر دنیا
کے ایک جلیل القدر امام ہو گئے[4]۔ امام ربیعۃ الرائے (اُستاد امام مالک و خواجہ حسن بصری)
کے والد فروخ خلافت بنی اُمیہ کے عہد میں لشکر میں ملازم تھے جس زمانے میں امام ممدوح
اپنی والدہ کے بطن میں تھے اُس وقت خراسان کو ایک لشکر خلیفۂ دمشق کی جانب سے
روانہ کیا گیا۔ اور فروخ کی خدمت اس لشکر کے سپرد ہوئی۔ وہ دور اسلامی فتوحات کا دور تھا

[1] (عیون ج ۴ ص ۷۰) [2] (تذ ج ص ۲۹۲) [3] (ابن ج ص ۴۹۱)
[4] (تذ ج ص ۱۳۶-۱۳۷)

اور سلمان فرمان روا ہر و بحر کو اسلامی پرچم کے نیچے لانے کا تہیہ کر رہے تھے۔ فروخ کو خراسانی مہم میں پورے ستائیس برس لگ گئے۔ جب وہ لوٹے تو جس بچے کو ماں کے پیٹ میں چھوڑ گئے تھے وہ بڑا ہو کر امام وقت بن چکا تھا۔ قصہ مختصر فروخ لوٹ کر اپنے وطن مدینہ منورہ کو آئے اور گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے اپنے گھر کے دروازے پر پہونچے اور بند دروازے کو نیزے کی انی سے کھٹکھٹایا۔ ربیعہ نے جو کھٹکا سُنا تو دروازے کھولا اور باہر آئے۔ اگرچہ باپ نے بیٹے کو نہیں پہچانا مگر گھر انکا تھا۔ دروازہ کھلنے پر بے تکلف اندر جانے لگے۔ ربیعہ نے جو دیکھا کہ ایک اجنبی سوار اندر جانا چاہتا ہے تو اون کو وحشت ہوئی اور للکار کر کہا کہ یا عدوّ اللہ تو میرے مکان میں کس طرح گھسا پڑتا ہے۔ سپاہی منش فروخ کو جنگی رگوں میں فتح کا جوش تازہ تھا یہ سنکر طیش آیا اور کہا کہ خدا کے دشمن میرے حرم سرا میں تیرا کیا کام۔ غرض بات بڑہی اور خدائی بیچ پڑے وسی جمع ہو گئے امام مالک صاحب بھی اُستاد کا معاملہ سمجھکر تشریف لے آئے اور مُصلحانہ لہجے میں فروخ سے کہا کہ بڑے میاں آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو دوسرا مکان موجود ہے۔ امام صاحب کی نرمی نے فروخ کے دل پر اثر کیا اور کہا کہ جناب میرا نام فروخ ہے اور یہ مکان میرا ہے۔ ربیعہ کی والدہ نے نام سنکر پہچانا اور کہا کہ یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں۔ اب تو باپ بیٹے گلے ملے اور ملکر خوب روئے۔ دلوں کی حرارت جب رونے سے کم ہوئی تو دونوں گھر میں آئے اندر آکر پھر جوش محبت میں صاف دل باپ نے بی بی سے پوچھا کہ میرا ہی بیٹا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہاں۔ فروخ جب اطمینان سے بیٹھ لئے تو اون کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں جو چلتے وقت بی بی کو دے گئے تھے اور اون کی نسبت استفسار کیا۔ زیرک بی بی نے کہا کہ گھبرائیے نہیں۔ حفاظت سے رکھی ہوں۔ ربیعۃ الرائی اس عرصے میں مسجد نبوی میں

جاکر اپنے حلقۂ درس میں متمکن ہوئے جس میں امام مالک اور خواجہ حسن بصری جیسے
اعیان شامل تھے تلامذہ کا یہ ہجوم تھا کہ چاروں طرف سے شیخ کو گھیرے ہوئے
تھے۔ فروخ جو نماز پڑھنے مسجد میں گئے تو وہاں یہ عالم دیکھا اور دیر تک شوق سے
اوس مجمع کو دیکھتے رہے۔ ربیعہ اوس وقت سر جھکائے تھے اور سر پر اونچی
ٹوپی تھی۔ اس لئے باپ کو ایک دفعہ بیٹے کے پہچاننے میں دقت ہوئی اور
اُنھوں نے متعجب ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہے۔ سامعین نے جواب
دیا کہ ربیعہ ابن عبد الرحمٰن فروخ کے اوس وقت کی مسرت کا اندازہ سوائے
عالم الغیب کے کون کرسکتا ہے۔ فرط مسرت میں اون کی زبان سے بے اختیار
نکلا لقد رفع اللہ ابنی جب خوش خوش گھر آئے تو بی بی سے سارا ماجرا بیان
کیا۔ بی بی نے کہا کہ آپ کو کیا زیادہ پسند ہے۔ بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار اشرفیاں
شوہر نے کہا کہ واللہ میں اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بی بی۔ میں نے وہ
اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم میں صرف کر دیں۔ زندہ دل شوہر۔ واللہ ما
ضیعتہ (قسم رب کی تم نے وہ مال ضایع نہیں کیا) اس واقعے میں یہ امر قابل
غور ہے کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم ہو کر ماں کی حفاظت میں رہے اور
ماں کے قبضے میں تیس ہزار اشرفیاں ہوں۔ پھر اُس بچے کو ایسی بیش بہا تعلیم
دیجائے کہ اوس کے شاگرد دنیا کے نامآور امام ہوں۔ بے شک یہ اس عہد کی
عورتوں کے عقل اور علم دوست ہونے کی دلیل ہے۔ ہمارے ملک میں اگر چودھویں
صدی کی کسی ماں کے اختیار میں تیس ہزار اشرفیاں اور ایک بچہ دیدیا جائے
تو معلوم نہیں بلند اقبال صاحبزادے کے اقبال کہاں تک ترقی کریں۔[1]

[1] (ابن ج ص ۱۸۳)

عربی کے ریاضیات مین شرحِ چغمینی جس پائے کی کتاب ہے اس سے ہر ایک مشرقی
طالب علم واقف ہے لیکن یہ بات بہت کم معلوم ہوگی کہ قاضی زادہ رومی کی خواہر
اپنے بھائی کی مدد نہ کرتین تو ہمارے کتاب خانے مین اس مشہور کتاب سے محروم
رہتے۔ شارح چغمینی نے ابتدائے علوم کی تحصیل اپنے وطن روم ہی مین کی تھی جب مائدہ
علم سے کمال کا شہرہ انہون نے سنا تو خراسان کا شوق اُن کے دل مین پیدا ہوا
چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے۔ اُنکی بہن اپنی زیرکی سے بھائی کے ارادہ کو
تاڑ گئین اور بجائے اس کے کہ رو بیٹھ کر گھر بھر کو خبردار کر دیتین۔ اپنا بہت سا زیور
بھائی کے سامان سفر مین چھپا چھپا کر رکھدیا تاکہ مسافرت مین خرچ کی ضرورت سے پریشانی نہو
ہین سکے۔ اس عزیز توشہ نے جو نفع دیا ہوگا اُس کا اندازہ علامہ بھائی کے دل سے کوئی
پوچھتا۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ امام بخاری نے جب چودہ برس کے سن مین علم حاصل
کرنے کے لئے سفر شروع کیا تھا۔ تو اُن کی والدہ اور خواہر نگرانی کی متکفل تھین

اُمرا مین علم کا ذوق

ہم اس عنوان مین صرف دو تین مثالین بیان کرینگے
مثالون کی قلت کسی کے ذہن مین واقعات کی قلت کا
شبہہ نہ پیدا کرے۔ ابتدائی ہجری صدیون مین مسلمان اُمرا عالم ہونے کی حیثیت
سے علما کے پہلو بہ پہلو رہے ہین۔ بنی موسی اور سیف الدولہ کے فضل و کمال سے کون
واقف نہین۔ مگر چونکہ ہم دوسرے وادی مین ہین اس لئے انہین مثالون پر اکتفا
کرتے ہین۔ اُستاد ابن عمید وزیر آل بویہ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ مین اس خیال
باطل مین تھا کہ وزارت و ریاست سے زیادہ پرلطف کوئی چیز دنیا مین نہین۔ مگر جب

۱ (شق ج ۱ ص ۱۷)

تتنے سلیمان ابن ایوب طبرانی اور جعابی کا مناظرہ سُنا تو اُس لطف کو بھول گیا۔ اس مناظرے مین طبرانی قوت حافظہ کے زور سے اور جعابی جودت ذہن کی مدد سے اپنے اپنے حریف پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہان تک کہ اُنکی آوازون مین بلندی پیدا ہونے لگی۔ ایک بار جوش مین جعابی نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی حدیث ہی جو سارے عالم مین کسی کے پاس نہین۔ طبرانی ’’بسم اللہ سُنائے‘‘ جعابی نے سلسلہ روایت شروع کیا۔ ابوخلیفہ تا سلیمان ابن ایوب طبرانی ’’سلیمان ابن ایوب میرا ہی نام ہی۔ اور ابوخلیفہ نے یہ حدیث مجھی سے حاصل کی تھی۔ اب تم مجھسے اسکی سند عالی حاصل کرو۔ جعابی یہ سُنکر دم بخود رہگئے مجکو طبرانی کے اُس وقت کی فرحت دیکھکر یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین طبرانی ہوتا تاکہ یہ لطیف فرحت نصیب ہوتا۔[1] ادیب بے مثل صاحب ابن عباد فخر الدولہ کے وزیر تھے ایک موقع پر امیر بخارا نوح سامانی نے اپنے وزارت کے لئے اون کو پردہ طلب کیا۔ ابن عباد نے متعنیہ نہ آسکنے کے جو عذر لکھے اُن مین یہ بھی تھا کہ صرف میری کتابون کے اُٹھانے کے لئے چارسو اونٹون کی ضرورت ہوتی ہی۔ وزیر ممدوح کے ہمراہ ہر سفر مین[2] اتنی ادب کی کتابین رہتی تھین کہ اُن کے اُٹھانے کے لئے تین اونٹ درکار ہوتے تھے۔

علامہ موفق الدین بغدادی ایک بار قاضی فاضل سے ملنے گئے جو سلطان صلاح الدین کے سب سے زیادہ مقرب امیر تھے۔ جب یہ اُنکی خدمت مین پونہچے تو اُن کو اس حال مین پایا کہ خود لکھ رہے تھے اور دو کاتبون کو مضمون تبلاتے جاتے تھے جب یہ پُونہچے تو اِن سے بہت سے علمی نازک سوال کئے مگر لکھنا اور مضمون تبلانا برابر جاری رہا۔ علامہ ممدوح بیان کرتے مین کہ وہ شخص سراپا قلب و دماغ معلوم ہوتا تھا۔ دوران تحریر مین اون کے لب اور چہرے سے جو رنگ رنگ کے حرکات ہویدا ہوتے تھے وہ صاف کہ رہے تھے

[1] (تذ ج۲ ص ۱۲۹) [2] (ابن خ ج ص ۷۶-۳۴۲)

کہ کس قدر ہدلولہ ان کی طبعیت میں مضمون آفرینی کا تھا۔

عنوان دوم

حق پسندی و راست گوئی

جس پاک گروہ کو ہم نے مدارس میں سرگرم طلب علم چھوڑا تھا اب اس کی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ مکتب و مدرسہ سے باہر آکر اون کے اخلاق اور انکی طرز معاشرت کیسی تھی۔ اس سے علاوہ اس کے کہ علما کے مزید حالات معلوم ہوں ہماری گذشتہ تعلیم کی نسبت یہ رائے قائم ہوسکے گی کہ وہ کس ڈھنگ کے انسان پیدا کرتی تھی۔ عنوان ہذا میں ہم اخلاق انسانی کی سب سے اعلیٰ اور افضل صفت کو اپنا موضوع قرار دیتے ہیں وہ کیا۔ حق پسندی اور راست گوئی دنیا میں شاید کوئی انسان ہوگا جو اس امر کا مدعی نہ ہو کہ وہ حق اور راستبازی پر دل و جان سے شیدا ہے۔ لیکن عمل (جو قول کی کسوٹی ہی) صاف کھرے اور کھوٹے کی حقیقت کھول دیتا ہی۔ اور حق یہ ہے کہ حق پسندی جتنی بے بہا صفت ہے اوسیقدر دشوار اور معرکہ خیز ہے۔ وہ شخص بے شک حق پرست ہوسکتا ہی جو زبردست کے خوف منفعت کی امید اور عزیزوں کی محبت کو حق پر سے نثار کردے یا بالفاظ دیگر سوائے حق کے اوسی کو کسی سے کچھ سروکار نہ ہو۔ کیا فرمایا تھا حضرت خیر البشر نے اپنے صحابی جناب عمرؓ کی نسبت ترکہ الحق وما لہ من صدیق۔ یعنے حق گوئی نے عمرؓ کو بے یار کرکے چھوڑا[1] مگر ایسے دنیا میں بہت کم ہوئے ہیں خداوند تعالیٰ جن دلوں کو اس قدر بے لوث فرما دیتا ہے

[1] (عیون ج ۲ ص ۲۰۵)

کہ وہ بجز حق کے سبب سے بیگانہ ہوجاتے ہیں وہ البتہ اس عالی رتبہ کو حاصل کرسکتے ہیں۔
ایک ہیچ کے خاطر زبردست سے بے خوف۔ فائدے سے بے پروا اور عزیزوں سے
نا آشنا رہنا بیحد مشکل ہے اور غالباً کسی آدمی کی حق پرستی کے امتحان کے لئے ان حالتوں
سے زیادہ عمدہ معیار ہاتھ آنا ناممکن ہے۔ لہٰذا ہم علمائے سلف کی حق پسندی انہیں تینوں
حق کے دشمنوں کے مقابلے میں ثابت کریں گے ورنہ وعظ اور تصنیف یہ دونوں تو بڑے
دلکشا میدان حق کے ہیں۔

حق پسندی بمقابلہ حکام

فقط حکام میں جس قدر جبروت اور ہماری اگلی تاریخ میں
نظر آتی ہے اسکی نظیر آجکل کے آئینی عہد میں ملنی ناممکن ہے کہ ان
جس سلطنت کے زیر سایہ ہم رہتے ہیں وہ تو ایسی امن دوست اور رفاہ پسند ہے کہ ان
ہیبت صفات کا کوئی تتمہ ان ممالک میں نہیں پایا جاتا والحمد للہ علیٰ ذالک
مگر سارے عالم کے مخبر اخبار بھی ہمکو زمانہ حال میں کوئی ایسا فرمانروا نہیں بتلاتے جس کے
دربار میں حجاج ابن یوسف یا تیمور کی ہیبت کا نشان مل سکے۔ پس جب ہم اس دور
عافیت میں حق پسندی کا قحط پاتے ہیں تو اگلے زمانہ میں اس صفت کو وجود عنقا ہونا چاہیے
تھا۔ لیکن واقعات اس کے خلاف ثابت کرنے کو آمادہ ہیں۔ ان واقعات کو پڑھکر معلوم
ہوتا ہے کہ جن بزرگوں نے اگلے جلاد بادشاہوں کے عہد میں حق کو نباہا انھوں نے بڑا
کام کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج کو خطبہ پڑھتے دیکھا تو غضب
آلود ہوکر برملا فرمانے لگے۔ خدا کا دشمن ہے خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو اس نے حلال کر لیا
خدا کے گھر کو خراب کیا اور خدا کے دوستوں کو قتل۔ حجاج نے اپنی نسبت یہ سخت کلمات

سُنکر پوچھا کہ یہ کون ہے - کسی نے کہا عبد اللہ ابن عمر - اتنا سُنکر وہ سفاک آپ کی طرف
مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ بڑے میاں اب تم سٹھیا گئے ہو اور تمہارے حواس بجا نہین ہین
منبر سے اُترا تو دل مین بخار بھرا ہوا تھا اپنے ایک ملازم کو اشارہ کیا اور اُس نے ایک زہر مین
بُجھا ہوا حربہ حضرت ابن عمر کے پانو پر مار دیا - اسی ہتھیار کی سمیت آپ کی وفات کا باعث
ہوئی - مزید عنایت دیکھیے کہ جو مرض خود پیدا کیا تھا اُس کی عیادت کو آیا - مگر حضرت عبد اللہ
نے اسکے سلام کا جواب دیا نہ کلام کا - جو واقعہ ہم آگے بیان کرتے ہین وہ استقلال اور
ثابت قدمی کی ایک بے نظیر مثال پیش کرتا ہے - اور اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرستی اُن
بزرگون کے دل ایسے مضبوط کر دیتی تھی کہ موت اُن کے سامنے کھڑی ہوتی اور وہ بے
پروائی سے ہنستے - اور جلاد کے ہاتھ مین شمشیر برہنہ اُن کے واسطے کوئی خوفناک چیز ثابت
نہوتی - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء - جلیل القدر تابعی حضرت سعید ابن جبیر سے
دولت بنی اُمیہ مخالف ہوگئی تھی اور یہ بچتے پھرتے تھے - مگر ایسی زبردست سلطنت کے
پنجے سے بچنا ناممکن تھا - والی مکہ نے ایک موقع پر ان کو پکڑ کر حجاج کے پاس بھیجدیا - اُس
کی جفا جو طبیعت کو گویا ایک ضیافت ہاتھ لگی جب یہ پیش ہوئی تو اُس نے ان کا نام پوچھا
اُنھون نے فرمایا کہ سعید ابن جبیر حجاج اُس وقت اس قدر طیش مین تھا کہ اُن انکے نام کے
اچھے الفاظ بھی تلخ معلوم ہوئے - اور اُن سے جوش غضب مین کہا کہ انت شقی بن کسیر
سعید - میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھین - حجاج اور بگڑا اور کہا کہ شقیت امک
وشقیت انت یعنی تمہاری والدہ بھی بدبخت اور تم بھی بدبخت - سعید - غیب کا جاننے والا
تیرے سوا اور ہے - حجاج (جلکر) دیکھو تو مین تم کو دنیا کے بدلے مین کیسی لپٹین مارتی

---

۱ (تذنج ص ۴۲)

ہوئی آگ دیتا ہوں ۔ سعید ۔ اگر میں یہ جانتا کہ تیرے اختیار میں ہے تو میں تجکو اپنا معبود بنا لیتا ۔ اب حجاج نے (جو اُن کے قتل کے لئے بہانہ ڈھونڈھتا تھا) اُن سے مذہبی سوال شروع کئے جو پولیٹیکل پہلو لئے ہوئے تھے ۔ اور پوچھا کہ آنحضرت کی نسبت تمہارا کیا قول ہے ۔ سعید ۔ نبی رحمت اور امام ہدی تھے ۔ حجاج ۔ خلفا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ۔ سعید ۔ لستُ علیہم بوکیل (میں ان کا قاضی نہیں) حجاج ۔ اُن میں کون سب سے بہتر تھا ۔ سعید ۔ ارضاھم لخالقی جو میرے مالک کی مرضی کا سب سے زیادہ پابند تھا ۔ حجاج ۔ کون سب سے زیادہ رضا جو تھا ۔ سعید ۔ علم ذالک عند الذی یعلم سرھم ونجواھم ۔ (اس کو وہ خوب جانتا ہے جو اُن کے بھیدوں سے اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے) غرض عرصے تک اس قسم سوال جواب رہے مگر حضرت ابن جبیر نے کوئی موقع گرفت کا نہیں پیدا ہونے دیا ۔ اور اپنے صاف صاف مگر سچے تلے جوابوں سے حجاج کی برہمی برابر بڑھاتے گئے ۔ آخر اوس نے کھسیا کر کہا کہ اختر یا سعیدُ ای قتلۃ اقتلک (اے سعید بتاؤ میں کس شکل سے تم کو قتل کروں) سعید ۔ اختر یا حجاج لنفسک فواللہ لا تقتلنی قتلۃ الا قتلک اللہ مثلھا (اے حجاج تو خود ہی پسند کر لے قسم رب کی جس طرح تو مجکو قتل کرے گا اسی طرح خدا تجکو قتل کرے گا) حجاج ۔ کیا میں معاف کر دوں ۔ سعید ۔ اگر عفو ہو تو خدا کی طرف سے ہو ۔ رہا تو پس تو نہ کسیکو بری کر سکتا ہے نہ کسی کو عذر قبول ۔ اتنی بحث کے بعد حجاج نے آخری حکم دیدیا اور جلاد حضرت جبیر کو باہر لائے ۔ حجاج تو اپنی انتہائی طاقت صرف کر چکا تھا لیکن خدا کے سعید بندے کو ابھی تسلی نہیں ہوئی تھی ۔ جب باہر آئے تو ہنسے ۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اُس نے پھر بلایا اور ہنسی کی وجہ دریافت کی ۔ ابن جبیر نے

فرمایا عجبت من جرأتک علی اللہ وحلم اللہ علیک (مجھکو خدا کے مقابلے میں تیری جرأت پر اور تیری نسبت خدا کے حلم پر تعجب ہوا۔ حجاج اس گرم فقرے کو سنکر اور بگڑ گیا اور جلادون سے کہا کہ میرے سامنے گردن مارو۔ اب ابن جبیر شہادت کے لئے مستعد ہو گئے اور قبلہ رو ہوکر فرمایا وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین حجاج۔ ان کا منہ قبلے سے پھیر دو سعید۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ (جدھر تم پھرو گے اسی طرف خدا کا منہ ہے) حجاج۔ اوندھا ڈالدو۔ سعید۔ منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری۔ ہم نے اسی سے (یعنی زمین سے) تمکو پیدا کیا اور اوسی مین تمکو لوٹا دین گے اور اوسی سے ایک دفعہ تم کو پھر نکالین گے) حجاج نے ان کی سیف زبانی سے تنگ آ کر جلاد کو اشارہ کیا کہ جلد اپنا کام کرو۔ سعید۔ سن لے مین اسکی شہادت دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین۔ وہ اکیلا ہے اور کوئی اسکا شریک نہین۔ اور اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہین۔ میری جان تو لے جب تو میدان حشر میں مجکو ملے گا تو مین تجھسے لے لون گا حضرت ابن جبیر کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ جلاد کا ہاتھ اٹھا اور ان کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎ خوش رسمے بنا کردند بخون وخاک غلتیدن ❊ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را ❊ بعد قتل ان کے جسم سے خلاف معمول خون بہت نکلا جس سے حجاج کو سخت حیرت ہوئی اور اس نے اپنے طبیب خاص تیاذوق سے اس کی وجہ دریافت کی تیاذوق نے کہا کہ چونکہ ان کی خاطر بالکل مطمئن تھی اور قتل کا خوف قطعاً ان کے دل مین نہ تھا اس لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قایم رہا۔ بخلاف اور مقتولون کے کہ ان کا ہیبت کے مارے پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے

؎ مین نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان وزمین ایک طرف کا ہو کر اور

علاوہ اس قلبی شہادت کے حضرت ابن جبیر کے کلام کی برجستگی صاف کہہ رہی ہے کہ انکی طبیعت
بالکل آسودہ اور آرمیدہ تھی اور اضطراب کا نام بھی اُن کے قلب مین نہ تھا۔ یہ شعبان ۹۵ھ
کا واقعہ ہے۔ رمضان سنہ مذکور مین حجاج بھی راہی عدم ہوگیا ع دیدی کہ خون ناحق پروانہ
شمع را + چندان امان نداد کہ شب را سحر کند[1]۔ انہین کے ہمنام اور ہمعصر دوسرے تابعی حضرت
سعید ابن المسیب کا ذکر ابن السائب کرتے ہین کہ ایک روز وہ اور مین دونون بازار مین بیٹھے تھے کہ خلیفہ دمشق کا بریدنامہ بر اُدھر سے
گذرا ابن المسیب نے اُسکو بلا کر پوچھا کہ تم برید ہو بنی مروان کے۔ برید جی ہان۔ ابن المسیب۔ تم نے اُن کو کس حال مین چھوڑا
برید۔ بخیر۔ ابن المسیب۔ نہین بلکہ تم نے اُن کو اس حال مین چھوڑا ہے کہ وہ آدمیون کو بھوکا
مارتے ہین اور کتون کا پیٹ بھرتے ہین۔ برید یہ سنکر بگڑ گیا اور آنکھین نکال کر انکی طرف
دیکھنے لگا۔ ابن السائب کہتے ہین کہ مین دہشت زدہ ہوکر کھڑا ہوگیا کہ دیکھئے اب کیا ہو۔
برید۔ دیر تک تیور بدلے کھڑا رہا مگر پھر کچھ سوچ کر چلدیا جب وہ چلا گیا تو مین نے کہا کہ ابن
المسیب خدا تمکو نیکی دے تم کیون اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔ انھون نے فرمایا بیہودہ
چپ رہ جب تک مین حق پر قایم ہون واللہ خدا مجکو دشمنون کے قبضے مین ندے گا۔ ایک
دفعہ تیس ہزار درہم دولت مذکور کی طرف سے انکی خدمت مین پیش کیے گئے تو انھون نے
فرمایا کہ نہ مجکو بنی اُمیہ کی پروا ہے نہ اُن کے مال و دولت کی۔ مین خدا کے سامنے جاؤنگا اور وہ
میرا اور اون کا انصاف کریگا۔ انہین حق گوئیون کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلیفہ عبد الملک نے جاڑے
کے موسم مین اُن کو پٹوا کر سرد پانی ڈلوایا اور ایک دوسرے موقع پر پچاس درّے لگوا کر بازار مین
تشہیر کرائی[2]۔ عمر ابن ہبیرہ جب خلیفہ دمشق یزید ابن عبد الملک کی جانب سے والی عراق و خراسان
مقرر ہوکر آیا تو اوس نے خواجہ حسن بصری امام ابن سیرین اور امام شعبی کو طلب کیا اور اون کے

[1] (ابن خ ص ۲۰۵ دمیون ج ص ۱۲۳) [2] (ابن ق ص ۲۰۷)

سامنے یہ مدبرانہ تقریر کی۔ یزید ابن عبدالملک کو خداوند تعالیٰ نے اپنے بندون پر خلیفہ مقرر
کیا ہی اور اون سے اوس کی اطاعت کا عہد لیا ہی اور ہم سے (یعنے ملازمون سے) اُس کے
حکم کے سُننے اور بجالانے کا۔ مجکو جو عہدہ خلافت کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ آپ سب کو معلوم
ہے۔ خلیفہ کی جانب سے ایک حکم مجکو ملتا ہی اور مین اوس کی بے تامل تعمیل کرتا ہون۔ اس بارے مین آپ
کی کیا رائے ہے۔ خواجہ بصری نے اس پولیٹیکل گفتگو کا جواب جن صاف اور سچے الفاظ مین دیا
وہ قابل تنبیہ ہین۔ اُنھون نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ! یزید کے معاملے مین خدا تعالیٰ سے ڈر
اور خدا تعالیٰ کے معاملے مین یزید کا خوف مت کر۔ خدا تعالیٰ تجھے یزید کے شر کو دفع کر سکتا ہے
مگر یزید اُس احکم الحاکمین کے قہر کو نہین روک سکتا۔ وہ وقت بہت دور نہین ہی کہ خداوند عالم
تیرے پاس اپنا ایک فرشتہ بھیجیگا۔ جو تجکو شاندار تخت اور وسیع محل سے علیحدہ کر کے تنگ قبر
مین پہونچا دیگا۔ وہان سوائے تیرے اعمال کے کوئی تجکو نجات نہین دلواسکے گا۔ اے ابن
ہبیرہ! اگر تو خدا کا گناہ کرے تو خوب سمجھ لے کہ خلیفہ کو اُس نے اپنے دین کا اور اپنے بندونکا
محافظ اور ناصر مقرر کیا ہی پس خدا کے دین کے خلاف اُس کے مقرر کئے ہوئے حاکم کی وجہ سے جسارت
مت کر کیونکہ خالق اکبر کے مقابلے مین مخلوق کا حکم ماننا کسی طرح روا نہین[1]۔ اسی یزید ابن ہبیرہ نے
امام اعظم کو ایک دفعہ طلب کر کے اُنسے عہدہ قضا قبول کرنے کے واسطے کہا۔ امام صاحب چونکہ یہ بار
اپنے ذمے لینا نہین چاہتے تھے لہذا انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ اس انکار سے بگڑ گیا اور گیارہ روز تک
دس دس درے روزانہ اُن کے لگوائے۔ تاہم اُس کا اصرار اُن کے انکار پر غالب نہ آسکا۔ یہی عہدہ قضا
کی بدولت امام ابوحنیفہ کے مقدر مین اور سختی لکھی تھی۔ جب منصور بغداد کا خلیفہ ہوا تو اُس کی نظر بھی اس منصب
کے لئے امام ممدوح پر ٹھہری۔ چنانچہ اُن کو کوفے سے طلب کیا اور عہدہ مذکور کے قبول کرنے کی فرمائش

[1] (ابن خلکان ص ۱۲۸)

کی۔ امام صاحب اب بھی اپنی رائے پر سختی سے قائم تھے لہذا خلیفہ کی فرمائش قبول کرنے سے عذر کیا منصور نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمکو قاضی مقرر کرونگا۔ اُنھوں نے جوابًا بالقسم فرمایا کہ میں اس عہدے کو منظور نہیں کرونگا۔ خلیفہ نے دوبارہ قسم کھائی۔ اُنھوں نے مکرر قسمیہ انکار کیا اور اپنے انکار کی وجہ یہ بیان کی کہ میں اپنے آپ کو اس منصب کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔ حاجب ابن ربیع نے (جو دربار میں حاضر تھا) خلیفہ کی خوشامد کی راہ سے کہا کہ امیر المومنین قسم کھا چکے ہیں پھر بھی تم انکار کئے جاتے ہو۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ امیر المومنین کے لئے کفارۂ قسم ادا کردینا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے خلیفہ جب اُن کی رای کو کسی طرح متغیر نکر سکا تو اس نے خود اُن کو قید خانے بھیجدیا۔ اور حالت محبوسی میں سنہ ۱۵۰ھ میں اس ایک عالم کے امام نے وفات پائی۔ ان دونوں واقعوں کے ساتھ ایک تیسرا واقعہ اور ملائے۔ جس سے امتیاز مراتب کا نکتہ حل ہوگا۔ ایک زمانے میں حاکم کوفہ نے یہ حکم دیدیا تھا کہ ابوحنیفہ فتوی نہ دیا کریں۔ چنانچہ امام صاحب نے فتوی دینا چھوڑ دیا تھا۔ انہیں روزوں کا ذکر ہے کہ ایک دن امام ممدوح گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ بی بی اور بچے پاس تھے۔ اسی اثنا میں اُن کی صاحبزادی نے روزے کے متعلق ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا! یہ مسئلہ اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو مجکو حاکم کی طرف سے فتوی دینے کی ممانعت ہے۔ اس لئے میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ کیا اس سے بڑھکر حق پرستی ہوسکتی ہے۔ عہدۂ قضا قبول نکرنا اپنے نفس کا حق تھا جس کو اُنھوں نے حاکم اور خلیفہ کے مقابلے میں بہ سر دربار نہیں چھوڑا۔ اور فتوی نہ دینا حاکم کا حق تھا جس کو اُنھوں نے خلوت اور گھر کی چار دیواری کے اندر بھی ملحوظ رکھا[1]۔ امام یزید ابن حبیب تابعی ایک دفعہ علیل تھے ابن سہیل والی مصر اُنکی عیادت کو آیا۔ اثنای کلام میں اُس نے پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگا ہو اُس سے نماز جائز ہے یا نہیں۔ امام ممدوح نے یہ سنکر غصے سے منہ پھیر لیا اور

---

۱ (ابن خ ص ۶۴ و ۶۳ و ۶۶ او خ ص ۴۵۲)

کچھہ نہین کہا۔ جب امیر مذکور نے چلنے کا قصد کیا تو اوس کو نظر بھر کر دیکھا اور کہا کہ تو روز نہ تو خدا کے بندون کا خون بہاتا ہی اور پھر ون کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہی[1] خلیفہ دمشق ہشام ابن عبد الملک نے اپنا ایک معتمد امام اعمش کوفی کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اُن سے حضرت عثمانؓ کی خوبیان اور حضرت علی کی برائیان لکھوا لائے۔ جب ایلچی اُنکی خدمت مین پونہچا اور خلیفہ کا تحفہ اُن کو دیا تو انھون نے اُس کو پڑھا اور پڑھکر ایک بکری کے منہ مین دیدیا بکری اوس کو چبا چکی تو معتمد خلافت سے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اُن کے پروانہ کا یہی جواب ہی۔ قاصد کو حکم تھا کہ جواب تحریری لائے لہذا اُس نے منت کی کہ جو کچھہ جواب ہو لکھدیجئے۔ اُس کے اصرار سے تنگ آکر اُنھون نے یہہ جواب لکھدیا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فیا امیر المومنین لو کان لعثمان رضی اللہ عنہ مناقب اھل الارض ما نفعتک و لو کانت لعلی رضی اللہ عنہ مساوی اھل الارض ما ضرتک فعلیک بخویصۃ نفسک والسلام[2] یعنے اے امیر المومنین اگر حضرت عثمانؓ مین سارے جہان کی خوبیان تھین تو اُن سے تمکو کچھہ نفع نہین اور اگر حضرت علیؓ مین دنیا بھر کی برائیان تہین تو تمھارا کچھہ نقصان نہین۔ پس تم خاص کر اپنے نفس کی خبر لو۔ والسلام ابو جعفر منصور خلیفہ بغداد نے ایک بار امام مالکؒ اور امام عبد اللہ ابن طاوس کو اپنے پاس بلایا اور اثنای ملاقات مین ابن طاوس سے کہا کہ اپنے والد کوئی حدیث روایت کرو۔ اس فرمایش سے ابن طاوس کے ہاتھہ اس امر کا گویا موقع لگا کہ وہ خلیفہ کو اُسکی بے اعتدالیون اور سختی پر تنبیہ کرین۔ اور اُنھون نے یہ حدیث انتخاب کرکے سُنائی۔ حدثنی ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ رجل اشرکہ اللہ تعالی فی سلطانہ فادخل علیہ الجور۔ یعنی میرے والد نے مجھسے یہ حدیث روایت کی ہی کہ قیامت کے دن سب سے بڑھکر عذاب اوس کو ہوگا جس کو خدا تعالی

---

1 (تذکرہ ج ۱ ص ۱۱۲) 2 (ابن خ ۱ ص ۲۱۳)۔

اپنی حکومت میں شرکت دے اور پھر وہ ظالمانہ حکومت کرے ۔ منصور سے قہار فرمان روا کے سامنے اور یہ جرأت ۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھکو ابن طاؤس کے قتل کا پورا یقین ہوگیا اور میں نے اپنے دامن سمیٹ لیے کہ مبادا اُن کے خون کی چھینٹیں میرے کپڑوں پر پڑیں ۔ خلیفہ دیر تک ساکت رہا عرصے کے بعد نگاہ اُٹھائی اور اون سے ایک اور سوال کیا ۔ ابن طاؤس کے قلب پر اب بھی خلیفہ کا رُعب غالب نہیں آیا تھا ۔ اس سوال کا جواب بھی پوری آزادی سے دیا ۔ خلیفہ نے تنگ آکر کہا قُومَا عَنِّي یعنی میرے پاس سے دونوں اُٹھ جاؤ ۔ ابن طاؤس نے فرمایا ذالك ما كنا نبغي یہ تو ہماری یہی مراد ہے ۔ اور یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اوس روز سے میں ابن طاؤس کے فضل کو مان گیا ہوں[1] ۔ فقہ کے چار امام جن کی امامت آج تک چار دانگ عالم میں مسلّم ہے اور کروڑوں نفوس انسانی پر اُنکی روحانی سلطنت صدہا برس قائم ہے اُنمیں سے امام ابو حنیفہ کا حال آپ سُن چکے امام مالک کے ایک سو ستر درے اس وجہ سے مارے گئے کہ کسی مسألے میں حق کا اور حکومت کا مقابلہ تھا اور اُنھوں نے فتویٰ دینے میں حق کی رعایت کی تھی[2] یہی سلوک امام احمد ابن حنبل کے ساتھ خلیفہ مامون الرشید کی خلافت میں عقائد کے ایک مسألے کے اختلاف کی وجہ سے کیا گیا[3] ۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور کے چہرے پر مکھی بیٹھی اُسنے اڑا دی ۔ مکھی حسب عادت پھر آن بیٹھی ۔ خلیفہ نے پھر اڑا دی غرض کئی دفعہ یہی اتفاق ہوا ۔ آخر خلیفہ نے جھلا کر ابن سلیمان مشہور مفسر سے پوچھا کہ مکھی پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی ۔ اُس عالم ربانی نے فرمایا کہ متکبروں کا غرور توڑنے کے لئے پیدا کی ہے[4]

خلافت عباسیہ نئی نئی قائم ہوئی تھی اور خاندان بنی اُمیہ کے نیست و نابود کرنے اور ملک سے اُن کا اثر مٹانے کی کوششیں بڑی بیدردی اور سفاکی سے عمل میں آرہی تھیں کہ اسی اثنا میں عبد اللہ ابن علی خلیفہ سفاح کے چچا شام کے حاکم مقرر ہوئے ۔ امیر مذکور نے وہاں پہونچکر اول تو خلافت کے

[1] (ابن خ ص ۲۴۳) [2] (ابن خ ص ۴۳۹) [3] (ابن خ ص ۱۶۴) [4] (ابن خ ص ۱۱۲)

بقیہ دو ہتیاروں کی پوری طور پر صفائی کی اُس کے بعد ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا جس مین جاہ و جلال کا اظہار انتہا کو پونہچایا گیا تھا۔ چار جنگی صفین ایوان دربار مین قائم تہین جو مختلف ہیب ہتہیارون سے مسلح تہین۔ ان صفون کے بیچ مین تخت امارت نصب تھا جب امیر نے دربار مین آکر جلوس کیا تو شام کے مقتدی امام اوزاعی طلب کیے گئے۔ امام ممدوح جس وقت دارالامارۃ کے دروازے پر پہنچے تو گہوڑے پر سے اُتار لئے گئے اور دو آدمیون نے اُن کے بازو پکڑ کر تخت سے اتنا قریب الاکٹرا کیا کہ امیر خود اُن سے کلام کر سکے۔ امیر نے ان کو دیکھکر کہا کہ تمہارا نام عبدالرحمن ہے۔ اوزاعی۔ جی ہان۔ خدا امیر کو صلاحیت دے۔ امیر۔ بنی اُمیہ کی خون ریزی کی نسبت تمہاری کیا رای ہے۔ امام۔ تمہارے اور اُن کے مابین چونکہ عہد تھا اس لئے تم کو لازم تھا کہ عہد و پیمان کی رعایت کرتے اور عہد شکنی نہ کرتے۔ امیر۔ (بگڑ کر) یہ ہم جانین اور وہ جانین ہم مین باہم کوئی عہد نہ تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہین کہ امیر کے تیور پہرے دیکھکر میرے قلب پر بیکلی سی حالت طاری ہوئی اور جان کا خوف معلوم ہونے لگا۔ اُسی وقت مجکو خیال آیا کہ عبدالرحمن! ایک دن اس سے بھی بڑے حاکم کے حضور مین حاضر ہونا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میرے دل کا اضطراب جاتا رہا اور قوت سے پیدا ہو گئی اور مین نے صاف صاف کہہ دیا کہ بیشک اُن کا خون تم پر حرام تھا۔ اس زوردار نقرہ کو سنکر امیر طیش کے مارے تھرا گیا جوش خون سے آنکھین سرخ ہو گئین اور رگین اُبھر آئین۔ اسی غضب کی حالت مین کہنے لگا کہ ویحک! یہ تم نے کس طرح کہا۔ امام۔ اس طرح کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مرد مسلمان کا قتل روا نہین جب تک کہ ان تین حالتون مین سے ایک حالت پیش نہ آئے یا تو وہ اس حال مین زنا کرے کہ اُسکی شادی ہو چکی ہو۔ یا قاتل ہو۔ یا مرتد ہو جائے امیر۔ کیون

ویحک خدا تم پر رحم کرے ۱۲

کیا ہماری حکومت دینی نہین (گویا اسکا یہ مطلب تھا کہ چونکہ ہماری خلافت از روی دین ثابت
ہی لہذا اُسکا مخالف تارک دین ہوا) امام تمہاری حکومت دینی کیونکر ہوسکتی ہے۔ امیر۔ کیا
آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کے لئے وصیت نہین فرمائی۔ امام۔ اگر حضرت علی کے لئے وصیت
ثابت ہوتی تو دونون حکم حکم نہ دیتے۔ امیر کے پاس چونکہ اس کا جواب کچھ نہ تھا اس لئے خاموش
تو ہوگیا مگر شدت اشتعال کے سبب[1] غضب معلوم ہوتا تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہین کہ اسکی
خاموشی نے مجکو یقین دلا دیا کہ کوئی دم مین میرا سر قدمون پر آتا ہی۔ تھوڑے عرصے کے بعد خلاف
توقع امیر نے ہاتھ کے اشارے سے حکم دیا کہ امام دربار سے باہر کردئے جائین۔ چنانچہ یہ وہان سے
تشریف لے آئے۔ دار الامارۃ سے کچھ دور نکلے تھے کہ ایک سوار ان کی طرف تیز آتا ہوا نظر پڑا
سوار کو دیکھکر جان کا خوف امام وزاعی کو اول سے بھی زیادہ ہوا اور وقت اخیر سمجھکر نماز شروع کردی
جب سلام پھیرا تو سوار نے سلام کیا اور اشرفیون کی ایک تھیلی منجانب امیر پیش کی۔ انھون نے
وہ اشرفیان قبول کرلین اور گھر پہنچنے سے پہلے مستحقون کو تقسیم کردین۔ اسلام نے بیت المال
کی بنیاد جن اصول پر ڈالی تھی وہ خلافت راشدہ کے بعد بالکل بدل گئے اور مسلمانون کا قومی مال محض خلفا
وسلاطین کا جیب خرچ خیال کیا جاتا تھا۔ جو علمای اسلام بیت المال کے اصلی اغراض سے واقف تھے
اُن کے دل اس اسراف کو دیکھ دیکھ کر کڑہتے تھے۔ اور جب ان کو موقع ہاتھ آتا انکی زبان خلفا کو برملا متنبہ
کرنے سے باز نہین رہتی تھی حضرت سفیان ثوری ایک دفعہ خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اوس سے
کہا کہ مجکو یہ روایت پہونچی ہی کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے ایک سفر حج مین صرف بارہ اشرفیان
صرف کی تھین۔ تمہارا اسراف جس حد کو پہونچا ہی وہ ظاہر ہے۔ خلیفہ نے خشمناک ہوکر کہا کہ تم اپنی سی ذلیل
حالت میری بھی کیا چاہتے ہو۔ حضرت سفیان نے جواب دیا کہ جیسے مت بنو مگر جس حال مین ہو اوس مین تو

[1] (تذکرہ ص ۱۹۲)

ترکی کر دو۔[1] ایک دفعہ ہارون الرشید اور شاہزادے امام مالک کے یہاں گئے۔ خلیفہ نے امام صاحب سے حدیث سننے کی فرمایش کی۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ میں نے عرصے سے طریقہ قرارت چھوڑ دیا ہے اب اور لوگ حدیث مجھکو سناتے ہیں اور میں سنتا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ بہتر ہے میں ہی سناؤنگا مگر اول عام آدمیوں کو اپنی مجلس سے باہر کر دیجئے۔ امام مالک نے جواب میں ارشاد کیا کہ اگر خواص کی خاطر سے عوام محروم کئے جائیں گے تو خواص کو بھی نفع نہیں پہونچ سکتا۔ یہ فرماکر اپنے ایک شاگرد ابن عیسیٰ کو حکم دیا کہ سبق شروع کریں۔ چنانچہ ابن عیسیٰ نے فوراً سبق شروع کیا اور خلیفہ کو خاموش رہنا پڑا۔[2] خلیفہ نے ایک بار ابن ادریس کو بلاکر عہدہ قضا قبول کرنے کے واسطے کہا۔ انھوں نے انکار کیا تو رشید نے بگڑ کر فرمایا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ ابن ادریس نے متانت سے جواب دیا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ اور یہ کہکر دربار سے چلے آئے۔[3] امیر سلیمان ابن علی نے اہواز سے ایک قاصد امام ادب خلیل بصری کے پاس بھیجا اور ان کو امیرزادے کی تعلیم کے لئے طلب کیا۔ ایلچی کی خبر پاکر وہ ادیب منش باہر آیا خشک روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں تھا۔ وہ ٹکڑا قاصد کو دیا اور کہا کہ لو میرے پاس تو یہی ماحضر ہے۔ اور جب تک یہ موجود ہے خلیل کو سلیمان کی پروا نہیں۔ اس کے بعد یہ اشعار لطیف فی البدیہہ تصنیف کر کے اس کے حوالے کئے ؎ ابلغ سلیمان انی عنہ فی سعۃ ٭ وفی غنی غیر انی لست ذا مال ٭ سخی بنفسی انی لا اری احدا ٭ یموت ہزلا ولا یبقی علی حال ٭ والفقر فی النفس لا فی المال نعرفہ ٭ ومثل ذالک الغنی فی النفس لا فی المال ٭ فالرزق عن قدر لا العجز ینقصہ ٭ ولا یزیدک فیہ حول محتال ٭ شہر دمشق ایک صدی تک دولت بنی امیہ کا دار الخلافہ رہا تھا۔ اس لئے خارجیت کا وہاں بڑا زور تھا۔ امام نسائی

---

[1] (تذ ج ص ۱۸۵) [2] (تذ ج ص ۱۹۱) [3] (تذ ج ص ۲۵۸) [4] (نزہتہ ص ۵۷)

زجن کی سُنن صحاح ستہ مین شامل ہی جب وہان تشریف لے گئے تو ایک روز مسجد مین ایک شامی نے اون سے پوچھا کہ حضرت معاویہ کے فضائل کیا کیا ہین۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ تو اس کو کافی نہین سمجھتا کہ وہ اپنی جان بچا لیجا ئین جو تو اُن کے مناقب پوچھنے چلا ہی۔ اس فقرے کو سنکر دمشقی بھڑک اُٹھے اور اسقدر ضربین امام نسائی کے ایک نازک مقام پر مارین کہ وہ بیہوش ہوگئے۔ حالت بیہوشی مین اُن کے رفقا اُن کو مسجد سے باہر لائے اور اوسی دردناک صدمے سے اُس امام حدیث نے وفات پائی[1] امام سِلَفی کے درس مین ایکدن بادشاہ مصر مع اپنے بھائی کے آکر شریک ہوا اور وہان بیٹھکر بھائی سے باتین کرنے لگا۔ یہ سوء ادب دیکھکر امام موصوف نے بادشاہ کو سرزنش کی اور فرمایا کہ ہم حدیث نبوی اس لئے نہین پڑھ رہے ہین کہ تم یہان بیٹھکر باتین کرو[2]۔ ابو غالب لغوی نے جب اپنی کتاب فن لغت مین تصنیف کی تو امیر مجاہد مرسیہ کے باقتدار فرمان روا نے اپنے ایک معتمد کے ہاتھ ایک ہزار اشرفیان اُن کے پاس بھیجین اور یہ فرمایش کی کہ کتاب مذکور کے دیباچے مین یہ الفاظ درج کردین مما الفہ ابو غالب لابی الجیش مجاھد یعنی اس کتاب کو ابو غالب نے امیر مجاہد کے لئے تصنیف کیا ہے ابو غالب نے عطیۂ شاہی واپس کردیا اور کہلا بھیجا کہ اگر ساری دُنیا مجکو دیجائے تو بھی مین جھوٹ بولنا روا نہین سمجھونگا مین نے یہ کتاب خاص کر امیر کے واسطے تالیف نہین کی بلکہ عام نفع کے خیال سے لکھی ہے[3]۔ ابن السکیت مصنف اصلاح المنطق خلیفہ بغداد متوکل کی خدمت مین حاضر تھے کہ معلمات کے لغت جگر معتز اور مؤید نمودار ہوئے۔ متوکل نے اُننے پوچھا کہ یعقوب تمکو کون زیادہ محبوب ہے میرے یہ دونون بیٹے یا حسنین رضی۔ ابن السکیت نے جواب دیا کہ واللہ حضرت علی کا خادم قنبر تم سے اور تمہارے دونون بیٹون سے کہین بہتر ہے۔ کیا اس تصریح کی ضرورت ہے کہ خلیفہ کے دل مین ان الفاظ نے کیا تاثیر کی۔ جس زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے وہ خلیفہ کے حکم سے باہر نکال لی گئی

[1] (تذ ج ۲ ص ۲۶۹) [2] (تذ ج ۴ ص ۹۶) [3] (ابن خ ۲ ص ۹۷)

اور زبان کے ساتھ روح نے بھی جسم سے مفارقت کی[1]۔ قاضی ابن رُشد مشہور فلسفی جب امیر منصور خلیفہ اندلس کے حضور مین کوئی علمی مسالہ بیان کرتے تھے تو فرط کمال اون کے دل سے خلیفہ کی عظمت شاہ وتیا اور ان معمولی الفاظ سے خطاب کرتے۔ اسمع یا اخی یعنے سُن اے بھائی[2]۔ خلفا کے دربار چھوڑ کر اب ہم بارگاہ سلطانی مین آتے ہین اور چند واقعات علمای روم کی حق بیانی کے گذارش کرتے ہین مولانا شمس الدین رومی کی عدالت مین ایک معاملے مین سلطان بایزید نے شہادت دی تو شہادت سلطانی کو اُنھون نے قبول نہین کیا۔ جب سلطان نے وجہ پوچھی تو مولانا نے جواب دیا کہ سلطان نماز مین جماعت کے پابند نہین اور تارک جماعت کی شہادت مردود ٹھہری۔ سلطان محمد خان نے ایک بار اپنا موسوم (مراسلہ) قاضی بروسہ مولانا شمس الدین کورانی کے پاس بھیجا۔ اُس مین کوئی بات خلاف شرع درج تھی۔ مولانا اوس کو دیکھکر اس قدر برافروختہ ہوئے کہ سلطانی فرمان پھاڑ کر لانے والے کو باہر نکال دیا۔ سلطان کو اُنکی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور غضب سلطانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولانا کو عہدۂ قضا کے ساتھ سلطنت روم بھی چھوڑنی پڑی۔ مولانا ابن خطیب ایک روز عید کی مبارک باد دینے ایوان سلطانی کو گئے اُن دنون وہ خزانہ سلطنت کے وظیفہ خوار بھی تھے اور سو درہم یومیہ اُن کو ملتے تھے جب دربار کو چلے تو چند طلبہ ہمرکاب تھے حضور سلطانی مین پہنچے تو سلطان نے ازراہ حسن اخلاق سات قدم بڑھکر استقبال کیا۔ مولانا نے بجای جھک کر آداب بجالانے کے سلام کیا اور بجای دست بوسی کے مصافحہ۔ اُن کے ایک شاگرد کو اُستاد کا یہ خلاف آداب برتاؤ ناگوار گزرا اور واپسی مین اُس نے کہا کہ آخر سلطان فرمان روای وقت ہے۔ کچھ تو آپ کو جھکنا تھا۔ ابن خطیب نے فرمایا کہ آیا یہ فخر سلطان کے لیے کم ہے کہ ابن خطیب سا فاضل اُن کے پاس گیا۔ اور مین خوب جانتا ہون کہ سلطان اسی کو غنیمت سمجھتے ہین اُنھی مولانا یوسف

---

[1] (ابن خ ج ۲ ص ۳۰۹ و ۳۱۱) [2] (عیون ج ۲ ص ۷۷) [3] (شق ج ۱ ص ۲۸) [4] (شق ج ۱ ص ۹۱) [5] (شق ج ۱ ص ۱۶۲)

قاضی قسطنطنیہ ایک دن مسجد سے نماز پڑھکر نکلے تو دروازی پر صدر اعظم کے چوبدار کو حاضر پایا جو انکی بلانے کو آیا تھا۔ اُس وقت مولانا کے سر پہ چھوٹا سا عمامہ تھا اور چھوٹا عمامہ باندھکر بارگاہ وزارت مین جانا خلاف ادب تھا۔ مگر خدا پرست مولانا کے دل نے گوارا نہ کیا کہ رب العزت سے زیادہ ادب اُس کے ایک بندے کا کرین اور اسی عمامے کو باندھے صدر اعظم کے حضور مین چلے گئے۔ وہان پونہچے تو اعتراض ہوا انھون نے راستبازی سے اپنا خیال صاف صاف ظاہر کر دیا جس کو سنکر وزیر اعظم نے بہت پسند کیا۔ مورخ سلطانی مین اُس کی نقل کی ہے[1]

معاصرین اور ہمچشمون کے مقابلے مین

عربی کا ایک مقولہ ہے المعاصرۃ سبب المنافرۃ یعنی ہمعصری باہم نفرت کا باعث ہوتی ہے۔ یہ عادت قریبًا طبیعت ہو چکی ہے کہ جو ہم فن اہل کمال ایک ہی زمانے مین ہوتے ہین وہ ایک دوسرے کے کمال کا اعتراف کما حقہ نہین کرتے۔ الا ماشاء اللہ۔ جب ایک ہی عہد کے دو ہم فن اہل کمال کے دل ٹٹولے جائین تو اُنکی باہمی بے پروائی رقابت کے اثر سے کم و بیش پر خاموش منافرت کی حد تک ترقی کی ہوئی نظر آئیگی۔ شیخ سعدی کے زمانے مین ایک اور فارسی کا شاعر امامی ہروی تھا اُس زمانے کے لوگ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ دونون مین کون زیادہ باکمال ہے۔ چنانچہ ہمگر شیرازی ایک مسلم شاعر اس بارے مین حکم قرار دیا گیا اور اوس نے امامی کو سعدی سے افضل بتایا یہ ایسا غلط فیصلہ تھا جس کے غلط ہونے مین گذشتہ چھ سو برس کے عرصے مین شاید کسی کو کلام ہوا ہو۔ مگر معاصرت کے اثر نے ہمگر کو اس غلطی کا ادراک نہین ہونے دیا۔ ہم جن علما کے حالات آپ کو سنا رہے ہین اُن کے جوش حق پرستی نے کبھی اون کو معاصرین کے فضل و کمال سے چشم پوشی نہین کرنے دی۔ واقعات شہادت دے رہے ہین کہ وہ بزرگ جوہر اور کمال کے بڑے پرکھنے

[1] دمشق ج ص ۲۴۴)

والے تھے اور جن مین یہ جوہر ہوتا تھا اونکا معاصر۔ عمر مین چھوٹا۔ طبقے مین نیچا یا مذہبا مخالف ہونا اون کی قدر شناسی کو کم نہین کرسکتا تھا۔ امام اعظم امام مالک سے عمر مین تیرہ برس بڑے تھے اور طبقے مین عالی لیکن جب اون سے ملے تو اس ادب سے ملے جیسے چھوٹے بڑون سے ملتے ہین۔ شاعر مشہور ابو اسحاق عقیدے کا صابئی تھا مگر جب وہ مرا تو محض قدردانی کمال کے لئے ہاشمی نسب شریف رضی نے اوس کا مرثیہ لکہا اور لوگون کے طعن کی کچھ پروا نہین کی۔ معاصرین کے فضل و کمال کا اعتراف اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ علی الاعلان اُنکو اپنے سے زیادہ عالم و کامل بتائین۔ اُنکی جلالت کے سامنے اپنی بے مایگی کا اقرار کرین اور جب کوئی مشکل پیش آئے تو اُن سے اس کے حل کردینے کا سوال۔ یا آنکہ وہ ان کی تصانیف پر اعتراض کرین تو اونکا شکریہ ادا کیا جائے اور اون کو دعائے خیر سے یاد۔ ایک موقع پر امام شعبی آنحضرت کے عہد مبارک کے جنگی معرکون کا بیان کر رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت ابن عمر کا گزر اُسی راستے سے ہوا۔ امام ممدوح کا بیان سُن کر فرمایا کہ جس قوم کا یہہ ذکر کر رہے ہین مین اُس کے دیکھنے والون مین ہون لیکن مغازی یہ مجھے زیادہ اور بہتر جانتے ہین[1]۔ حضرت امام باقر نے ایک مرتبہ فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی شخص حج کے مسائل عطا سے بہتر نہین جانتا[2]۔ حضرت امام زین العابدین اپنے ایک شاگرد زید ابن اسلم کے پاس جاکر بیٹھا کرتے تھے۔ لوگون نے اسپر تعجب ظاہر کیا تو پاک نفس امام نے فرمایا کہ جس کی صحبت مین دین کا نفع ہوتا ہے اُس کے پاس انسان بیٹھتا ہی ہے[3]۔ ایک دفعہ کا ذکر سنیئے کہ مدینہ طیبہ مین امام زہری امام ربیعہ کا ہاتھ پکڑکر ایک مکان مین لے گئے اور وہان دونون نے ایک دوسرے کی علم کو جانچا جب عصر کے وقت وہ دونون امام زمانہ باہر تشریف لائے تو زہری تو یہ کہتے نکلے کہ ربیعہ کا مثل مدینے مین نہین اور ربیعہ فرماتے آئے کہ زہری کے رُتبے کو کوئی نہین پونہچتا[4]۔ ابن اسحٰق اصفہانی

ستارہ پرست ۱۲ [1] (تذج ص ۱۷) [2] (تذج ص ۸۶) [3] (تذج ص ۱۱۹) [4] (تذج ص ۹۸)

جب بصرے گئے اور وہاں کے محدثین سے حدیث پڑہنی چاہے تو سب نے پوچھا کہ تمہارے شہر مین عباس ابن یزید نہین ہین۔ اُنھون نے کہا ہین تو اُنھون نے فرمایا کہ اُن کے ہوتے ہوئے تم ہمارے پاس کیون آئے¹۔ اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ اُس عہد مبارک مین افراد نہین بلکہ گروہ کے گروہ حق کے گرویدہ تھے۔ اور حسن تعلیم نے سب کے مذاق یکسان پاک صاف کر دیے تھے۔ امام عمرو ابن دینار امام زہری کے کمالات کا شہرہ سُن سُنکر فرمایا کرتے تھے کہ زہری کے پاس دہرا کیا ہی۔ مین نے ابن عمر کو دیکھا ہی اُنھون نے نہین دیکھا مین نے ابن عباس کو دیکھا اُنھون نے نہین دیکھا۔ انداز کلام صاف کہہ رہا ہے کہ ابن دینار کو کمال کا غرّہ زہری سے بیزار کر رہا تھا حسن اتفاق کہ اُسی عرصے مین امام زہری کا مکہ مکرمہ مین گزر ہوا۔ جب اُنھون نے اُنکی آمد کی خبر سُنی تو باوجود پانو سے معذور ہونے کے فوراً ملاقات کو تیار ہوئے اور خدام سے فرمایا کہ مجکو امام زہری کے یہان لے چلو۔ ملازمون نے ارشاد کی تعمیل کی اور اُن کو امام ممدوح کی خدمت مین لے آئے۔ یہ جب اُن سے ملے تو زیادہ گرویدہ ہوئے اور شب کو وہین رہے۔ صبح کو واپس آئے تو شاگردون نے سوال کیا کہ کہیے امام زہری کو کیسا پایا۔ ابن دینار کی اگلی رائے کو انصاف مغلوب کر چکا تھا فرمایا کہ واللہ ما رأیت مثل ھذا القرشی ابداً۔ مین نے اس قرشی کا مثل کبھی نہین دیکھا²۔ مولانا ابن مؤید رومی جب محقق دوانی کے پاس گئے تو محقق نے اُن سے سوال کیا کہ روم سے ہمارے لئے کیا ہدیہ لائے۔ مولانا نے یہ سُنکر علامہ خواجہ زادے کی تازہ تصنیف کتاب تہافہ پیش کی۔ محقق نے اُس کو لیکر اوقات فرصت مین اوس کا مطالعہ کیا جب تمام و کمال دیکھ چکے تو مولانا ابن مؤید سے فرمایا کہ خدا تعالی تم کو اور اس رسالے کے مصنف کو جزائے خیر دے۔ مین بھی اس بحث پر ایک کتاب لکھنے کے خیال مین تھا۔ مگر اللہ نے

---

¹ (تذ ج ص ۸۶) ² (ابن خ ص ۱۵۴)

شرم رکھ لی۔ اگر میں اس کتاب کے دیکھنے سے پہلے لکھ چکا ہوتا تو میری بڑی ہنسی ہوتی[۱]
جب تک حضرت سالم ابن عبد اللہ زندہ رہے امام نافع نے فتوی نہیں دیا[۲]۔ حضرت
سعید ابن المسیب کے پاس جب کوئی حاجتمند فتوی پوچھنے جاتا تو امام ممدوح فرماتے کہ
سلیمان ابن یسار کے پاس جاکر پوچھو اس لئے کہ آج وہ سب سے زیادہ عالم ہیں[۳] حضرت
قاسم (ابن محمد ابن ابی بکرؓ) سے کسی نے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم (ابن عبد اللہ
ابن عمرؓ) تو انھوں نے فرمایا کہ یہ مرتبہ سالم کو ہی حاصل ہے[۴]۔ فراء نحوی اپنے ہمعصر اخفش
اوسط سے ملنے گئے تو اخفش نے کہا کہ اے لوگو تمہارے پاس لغت اور عربیت کا سردار
آیا فراء نے کہا کہ جبتک اخفش زندہ ہیں اسوقت تک نہیں[۵]۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کو
جب ضرورت پیش آتی تو وہ زر ابن حبیش سے عربیت کے متعلق باتیں دریافت فرما لیا کرتے
قابوس نے جب اپنے والد سے یہ سوال کیا کہ آپ صحابہ کرام کی موجودگی میں علقمہ (تابعی)
کے پاس کیوں جایا کرتے تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ میں اس لئے جایا کرتا تھا کہ میں نے
بعض صحابہ کو دیکھا تھا کہ وہ علقمہ کے پاس تشریف لیجاکر مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے[۶]
خواجہ حسن بصری کو جب کوئی مشکل پیش آجاتی تو بذریعہ تحریر حضرت سعید ابن المسیب سے
دریافت فرمالیتے۔ امام ابو احمد کو فن حدیث میں ایک بار اشکال پیش آیا تو انھوں نے
اپنے معاصر ابن مندہ سے بیتا پور خط بھیجکر حل کر لیا۔ حضرت ابن عمر اکثر امام مجاہد (تابعی)
کے گھوڑے کی رکاب تھام لیا کرتے تھے[۷]۔ اشہب ابن عبد العزیز کہتے ہیں کہ میں نے امام
ابو حنیفہؓ کو امام مالکؓ کے حضور میں ایسا مودب بیٹھا دیکھا جیسے چھوٹے بڑوں کے سامنے

۱ (ابن خ ص ۱۸/۴) ۲ (ابن خ ص ۲۰۸) ۳ (تذ ج ص ۴۹) ۴ (تذ ج ص ۴۲) ۵ (تذ ج ص ۴۴)
۶ (تذ ج ص ۲۳۷) ۷ (تذ ج ص ۸۰)

بیٹھتے ہیں[1] - امام اعظم امام مالک سے عمر میں تیرہ برس بڑے تھے اور طبقہ میں بھی اون سے بڑھ کر عالی ہیں - اسی واسطے امام ذہبی واقعۂ بالا کو نقل کرکے فرماتے ہیں[2] کہ اس سے امام ابو حنیفہ کے حسن ادب اور تواضع کی کیفیت معلوم ہوتی ہی - اور یہی سبب ہے کہ ان بزرگوں کی عظمت کے اصلی اسباب یہی صفات تھے[3] - حسن ابن علی کہتے ہیں کہ جب وہ بغداد میں آئے تو میں نے اپنے والد - امام احمد ابن حنبل - یحیی ابن معین اور ابن سالم کو اُن کے سامنے ایسا بیٹھا دیکھا جیسے بچے بیٹھے ہوں[4] امام احمد حنبل کے پاس ایک بار امام ذہلی آئے تو امام ابن حنبل اُن تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے - دونوں اماموں کے رتبے میں اس قدر فرق تھا کہ لوگوں کو اس تعظیم سے حیرت ہوئی - امام ممدوح نے صرف تعظیم پر کفایت نہیں کی بلکہ اپنے صاحبزادوں اور تلامذہ کو حکم دیا کہ اُن سے جاکر حدیث حاصل کریں - سفیان ابن عیینہ سے کسی نے کہا کہ شہر میں حسین ابن جعفی آئے ہیں - ابن عیینہ یہ سُنکر بے اختیار کھڑے ہوگئے اور فوراً ابن جعفی سے جاکر ملے اُن کے ہاتھ چومے اور فرمایا کہ آج یہاں ایسا شخص وارد ہوا ہے جس کی فضیلت سب سے بڑھی ہوئی ہے[5] - سُننے کے قابل یہ بات ہی کہ ابن عیینہ ابن جعفی سے بیس برس تو عمر میں بڑے تھے اور طبقۃً عالی - امام محمد اور امام شافعی میں جس قدر جزئیات میں اختلاف ہی ظاہر ہے باوجود اس امام محمد حنفی امام شافعی کی تکریم کرتے تھے اتنی کسی عالم کی نہیں کرتے تھے - امام بوشنجی کسی جنازے کی نماز پڑھانے تشریف لے گئے تھے جب واپس ہونے لگے تو امام ابو عمرو نے اُن کے گھوڑے کی باگ تھامی - امام ابن خزیمہ نے رکاب اور امام جارودی نے چار جامہ درست کیا - شیخ ابو اسحق شیرازی اپنے معاصر امام الحرمین سے ایک موقع پر یوں خطاب کر رہے تھے - یا مفید اھل المشرق والمغرب

---

[1] (تذ ج۱ ص ۱۱۹) [2] (تذ ج۱ ص ۱۴۲) [3] (تذ ج۱ ص ۱۱۲) [4] (تذ ج۲ ص ۳۲۰) [5] (تذ ج۲ ص ۱۴۴) [6] (تذ ج۲ ص ۲۳۰)

انت الیوم امام الائمۃ یعنے اے مشرق و مغرب کے لوگون کو فائدہ پونہچانے والے
آج تم سارے امامون کے امام ہو[1]۔ حق پسندی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ حاکم نیشاپوری
محدث مشہور نے فن حدیث مین ایک کتاب المدخل فی الصحیح لکھی تھی امام عبد الغنی مصری نے
اُس کا رد لکھا۔ حاکم نے جب یہ رد دیکھا تو امام مصری کی خدمت مین شکریے کا خط بھیجا اور
اُن کے حق مین دُعائے خیر کی[2]۔ ذیل کی متفرق حکایتین بھی ہمارے مدعا کو کسی نہ کسی پہلو سے
ثابت کرتے ہین۔ ابو اسحق شاعر مشہور نے جب وفات پائی تو شریف رضی نے اُس کا
مرثیہ لکھا۔ لوگ یہہ سُنکر بگڑے اور کہا کہ افسوس ہے کہ خاندان نبوت سے ہو کر انہون نے
ایک صابی کا مرثیہ لکھا۔ رد اسبھا۔ شریف ممدوح نے یہ اعتراض سُنا تو فرمایا اور کیا خوب
فرمایا۔ انما رثیت فضلہ (مین نے تو اوس کے کمال کا مرثیہ لکھا ہے[3]) الحق ؎
انما یعرِفُ ذا الفضل من الناس ذووہٗ۔ حضرت سہل ابن عبد اللہ تستری امام ابو
داود کے پاس (جن کی سُنن داخل صحاح ستہ ہے) تشریف لے گئے۔ امام نے اُن کو اھلاً وسہلاً
کہکر لیا اور تعظیم سے بٹھایا۔ جب حضرت ممدوح بیٹھ لئے تو امام موصوف سے فرمایا کہ مین
ایک کام کے واسطے حاضر ہوا ہون۔ ابو داود نے ارشاد کیا کہ فرمائے۔ حضرت سہل نے
کہا کہ جب تک یہ وعدہ نہ ہو جائے کہ حتی الامکان میری درخواست مقبول ہوگی مین نہ کہونگا
امام حدیث نے جب یہ منظور فرما لیا تو اُنھون نے کہا کہ اپنی زبان جس سے احادیث نبویہ
آپ نے روایت کی ہین نکالئے تاکہ مین اُس کو چوم لون۔ چنانچہ اُنھون نے اپنی زبان
نکالی اور انھون نے چوم لی[4]۔ مبرد اور ثعلب ادب کے دو مشہور امامون مین بوجہ معاصرت
چشمک تھی —— جب مبرد کے انتقال کی خبر سنی تو ثعلب نے بہت تاسف کیا اور

---

[1] (ابن خ ص ۷۲۸) [2] (تذ ج ص ۲۵۰) [3] (ابن خ ص ۱۳) [4] (ابن خ ص ۲۱۴)

ایک دردناک مرثیہ لکھا جس کے بعض اشعار یہ ہین ؎ ذَهَبَ المبرّدُ وَانقضتْ ایامهُ ﴿ وَلَيَذْهَبَنَّ مَعَ المبرد ثعلبُ ﴾ بیتٌ مِنَ الآدابِ اَضحی نصفهُ خَرِبًا وَبَاقی النصف منه سیخربُ ﴿ فتزوّدوا من ثعلبٍ بکأس ما شرب المبرد عن قریبٍ ینشربُ ﴾ [1] اُس زمانے کے حق پسندی کی ایک مثال خطیب بغدادی کے دفن سے متعلق ہے۔ خطیب کا وقت وفات جب قریب ہوا تو اُنھون نے وصیت کی کہ میری قبر بشر حافی کے مزار کے قرب مین بنائی جائے۔ بعد وفات محدثین نے ہر چند تلاش کی مگر کوئی جگہہ اُس بابرکت قبر کے قریب نہ ملی۔ صرف ایک لحد تھی جو ایک صوفی ابن زہرانے حالت حیات مین اپنے واسطے تیار کرائی تھی۔ ہر ہفتہ ایک بار وہ اُس مین جاکر لیٹتے اور کلام مجید ختم کرتے۔ جس کنج مزار کو اس محنت سے اُنھون نے پاک بنانا چاہا تھا خطیب کے وصیون نے آخر اُسی کو تاکا اور اُنسے اُسکے دینے کی استدعا کی۔ ظاہر ہے کہ یہ کب قبول کرتے وہ بزرگ گروہ اُنسے مایوس ہوکر ان کے والد کے پاس گیا اور حال بیان کیا۔ باپ نے بیٹے کو بلا بھیجا۔ جب یہ آئے تو ان سے کہا کہ مین یہ نہین کہتا کہ وہ قبر تم دیدو۔ مگر ایک بات پوچھتا ہون۔ فرض کرو کہ تم کسی موقع پر بشر حافی کے پاس بیٹھے ہوتے اور خطیب وہان آتے تو تم کیا پسند کرتے کہ خطیب تم سے پائین مین بیٹھ جائین۔ ابن زہرا نے کہا نہین مین اپنی جگہہ اُن کے واسطے خالی کردیتا۔ نکتہ شناس باپ نے کہا کہ بس یہی

---

[1] (نزہتہ ص ۲۹۳ و ۲۸۷) ؎ مبرد گیا اور اوس کی زندگی کے دن گزر گئے مبرد کی رفاقت مین ثعلب بھی ضرور جائیگا۔ آداب کا گھر آدھا تو ویران ہوگیا۔ جو آدھا باقی ہے وہ بھی خراب ہوا جاتا ہی۔ ثعلب کا دم غنیمت سمجھو کہ جو تلخ گھونٹ مبرد نے پیا ہی وہی ثعلب بھی عنقریب پینے والا ہے ۱۲

معاملہ بعد رحلت ہونا چاہئے۔ صاف دل صوفی کے دل مین یہ بات اُتر گئی اور اُنھون نے وہ قبر بطیب خاطر دیدی[1]۔ عفان ابن مسلم محدث انصاری کو ایک دفعہ دس ہزار اشرفیان اس غرض سے دی گئین کہ فلان شخص کی نسبت وہ قاضی کی عدالت مین جرح و تعدیل کرین مگر اُنھون نے فرمایا کہ مین کسی کے حق کو باطل نہین کرسکتا۔ اور یہ کہکر اشرفیان واپس کردین[2]

اپنے نفس کے مقابلے مین۔

یہ بیان عنوان حق پسندی کا اگرچہ آخری حصہ ہے لیکن اہمیت اور دشواری مین پچھلے دونون بیانون سے بڑھا ہوا ہے۔ برہنہ شمشیر کے مقابلے مین حق کو نہ چھوڑنا اتنا مشکل نہین ہے جتنا یہ مشکل ہے کہ انسان اپنے نفس کی برائیان ازراہ انصاف قبول کرے یا آنکہ ایک شہرۂ آفاق باکمال اپنے ایک معاصر کے فضل و علم سے اپنے علم و فضل کو کم مان لے۔ اولاد اور جان دُنیا مین بہت عزیز چیزین ہین مگر جو اولاد نافرمان ہو جاتی ہو وہ دشمن سے زیادہ بری معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور زندگی جب دل کو ستانے لگتی ہے یا کوئی حالت ایسی پیش آجاتی ہے جس کا نفس متحمل نہین ہوسکتا تو انسان بیدھڑک اپنی حیات کا خاتمہ کردیتا ہے۔ تاریخ مین ایک ایسے جوانمرد پادشاہ کا ذکر ہے جس نے آٹھ ہزار فوج سے اسی ہزار جرار فوج کے منہ پھیر دیے تھے۔ اور اُس وقت اُس کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ لیکن یہ اولوالعزم فرمانروا اپنے نفس کے مقابلے مین ہمیشہ مغلوب رہا۔ یکے بعد دیگرے فاحش غلطیان اُس نے کین اُس کے مشیر سر دھنتے رہے مگر کبھی اوس سے یہ نہو سکا کہ اپنی غلطیون کو غلطی مانکر راہ صواب اختیار کرلیتا۔ آفرین ہے اُن علمای سلف پر جنھون نے

[1] (ابن خ ص ۱۳) [2] (تذ ج ص ۳۴۸) [3] ایک اشرفی اگر دس روپیہ کی رکھی جائے تو ایک لاکھ روپیے ہوتے ہین

اپنے نفس کی خود پسندی کو قابو مین رکھا۔ اور کبھی حق پر غالب نہین ہونے دیا فقہ کی کتابین
اس کی مثالون سے بھری پڑی ہین کہ اُمت کے پیشوا اماموں نے کئی مسائلون مین اپنی
ایک راے ظاہر کی اور عقیدت کی مدد سے وہ مشرق و مغرب مین پھیل گئی اور ایک عالم
مین اوس پر عمل ہونے لگا۔ پھر جب اون کو اپنی راے کی غلطی کی حس ہوئی تو انھون نے
علی الاعلان اپنی پہلی راے کو چھوڑ دیا۔ اس کی نظیرین ابھی عرض کیجائینگی کہ بڑے بڑے
جلیل القدر اماموں نے اپنی شاگردون کی شاگردی کی ہے۔ ایسے بھی پاک نفس بندے تھے
جو کسی فن یا علم مین مشہور روزگار ہوتے تھے اور جب اون کے سامنے اُسی علم کا کوئی ایسا
سوال پیش کیا جاتا جس کا جواب اُنھین معلوم نہ ہوتا تو وہ بدون کسی پس وپیش کے سائل سے
فرما دیتے تھے لا ادری یعنی مین نہین جانتا۔ امام شافعی جن کی راے پر لاکھون
نہین کروڑون آدمیون نے اپنے دین اور دنیا کو چھوڑ دیا ہے اپنی عقل اور راے
کی نسبت یہ فرماتے ہین سه کلما ادبنی الدھر + ارانی نقص عقلی ۔ واذا
ما ازددت علماً + زادنی علمی بجھلی + یہ باتین کہنے کو تھوڑی اور چھوٹی ہین مگر کرنے
کو بڑی ہین اور بہت بڑی۔ سلیمان ابن یسار فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر اور حضرت
ابن عباس دونون کی خدمت مین حاضر ہوا ہون۔ حضرت ابن عمر اکثر سوالون کے
جواب مین لا ادری فرما دیتے تھے مگر حضرت ابن عباس کسی سائل کو مایوس نہین کرتے
تھے۔ بلکہ اُن کو تعجب آتا تھا کہ عبد اللہ ابن عمر کیون لا ادری کہکر لوگون کو ناکام واپس
کر دیتے ہین۔ اور فرماتے تھے کہ جو مسالہ مشتبہ پیش آئے اس مین اول تو سنت کو
تلاش کرنا چاہئے اور اُس کے مطابق حکم دینا اور اگر صریح سنت نہ ہو تو اپنے اجتہاد سے
مدد لین۔ اتفاق زمانہ کہ ایک روز کوئی مسالہ اُن کے سامنے ایسا پیش ہوا جس کے جواب مین

حضرت ممدوح متحیر رہگئے۔ اُس وقت اون کو اپنا وہ مقولہ یاد آیا جو حضرت ابن عمر کے مقابلے مین فرمایا کرتے تھے۔ اور از راہ انصاف ارشاد کیا کہ البلاء[۵] موکل بالقول حدیث کے عالی مرتبہ امام شعبی بھی اکثر سوال کے وقت لا ادری کہدیتے تھے۔ انکا قول ہے کہ ہم فقہا نہین ہین۔ ہم نے تو بس یہ کیا ہے کہ جو حدیث سُنی اُس کو روایت کردیا۔ فقہا وہ ہین جو علم پر عمل بھی کرتے ہین۔ جلیل القدر تابعی حضرت عطا کے پاس ایک روز ابن ابی لیلیٰ گئے تو حضرت عطا نے اُن سے بعض مسائل از راہ استفادہ دریافت کئے۔ جو لوگ اُن کی شان امامت سے واقف تھے اُن کو تعجب ہوا کہ ابن ابی لیلیٰ سے عطا استفادہ کرین۔ حضرت عطا نے سُنا تو فرمایا کہ حیرت کیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ مجھسے زیادہ عالم ہین۔ اُن بزرگون کو پاک نفسی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اپنے شاگردون کے مقابلے مین اپنے علم وکمال کو کمتر سمجھے تھے۔ ابن عینیہ نے اپنے شاگرد علی ابن مدینی کی نسبت ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگو تم مجکو ابن مدینی کے ارتباط پر ملامت کرتے ہو واللہ وہ قتبنا مجسے علم حاصل کرتے ہین اُس سے زیادہ مین اُسنے سیکھ لیتا ہون[۲]۔ یحیٰی ابن معین اپنے شاگرد امام ابن حنبل کی نسبت فرماتے ہین کہ لوگ یہ چاہتے ہین کہ مین مثل احمد ابن حنبل کے ہوجاؤن۔ قسم ہے اپنے رب کی مین اُن کے مرتبے کو نہین پاسکتا[۳]۔ حماد ابن زید کا اپنی معاصر شعبہ کے بارے مین یہ قول تھا کہ جب حدیث مین میری اور شعبہ کی رائے مین مخالفت آ پڑتی ہے تو مین اپنی رای چھوڑ کر شعبہ کا قول اختیار کر لیتا ہون۔ اس لئے کہ شعبہ شیخ سے ایک حدیث بیس دفعہ سُنکر بھی سیر نہین ہوتے تھے اور مین ایک بار کے سُن لینے پر قانع ہون[۴]۔ امام شعبہ فرماتے تھے کہ سفیان احفظ منی یعنے سفیان کو مجسے زیادہ حدیثین یاد ہین۔ اُن کے

---

[۵] بولنا بلامین ڈالنا ہے[۱] (تذکرۃ ص ۳۳) [۲] (تذکرۃ ص ۴۰) [۳] (تذکرۃ ص ۱۵۴) [۴] (تذکرۃ ص ۱۹۶) [۵] (تذکرۃ ص ۱۹) [۶] (تذکرۃ ص ۱۷۵)

عہد مین اس فن پاک کا کمال حفظ پر موقوف تھا لہذا امام شعبہ کا حضرت سفیان کو اپنے آپ سے زیادہ حافظ حدیث بتانا گویا یہ کہنا ہے کہ وہ زیادہ عالم ہین۔ امام اوزاعی شام کے مقتدا ایک روز امام فزاری کو خط لکھوانے لگے تو کاتب سے فرمایا کہ اول انکا نام لکھنا اس لئے کہ واللہ وہ مجھے بہتر ہین۔ خواجہ حسن بصری نے کسی موقع پر بیان فرمایا تھا کہ منافق کو تین علامتون سے پہچان لیا جب وہ بات کہے تو جھوٹ بولے۔ کسی کی امانت رکھے تو خیانت کرے۔ وعدہ کرے تو خلاف وعدگی کرے۔ حضرت عطا نے انکا یہ قول سنا تو اعتراض کیا کہ حضرت یعقوب کے فرزندون مین تینون صفتین تھین۔ انھون نے جھوٹ بولا۔ امانت مین خیانت کی اور وعدہ خلافی بھی کی۔ باانیہمہ خدا تعالی نے اُن کو نبوت کا درجہ بخشا۔ لگانے والے تو بڑے ہوتے ہین کسی نے حضرت عطا کا یہ اعتراض خواجہ صاحب کے کان تک ڈالدیا۔ پاک نفس خواجہ نے یہ سنکر از راہ انصاف فرمایا کہ وفوق کل ذی علم علیم۔ لوگون کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ ہمارے امام ابوحنیفہ کی (جن کو دربار فضل سے امام اعظم کا خطاب ملاہے) ایک ادنی پیشہ ور حجام نے پانچ غلطیان پکڑی تھین۔ امام اعظم نے اس حجام کی یہ قدر کی کہ اس واقعے کو خود سناکر قیامت تک اوس کا نام کر دیا۔ امام صاحب فرماتے ہین کہ ایام حج مین مین نے ایک حجام سے حجامت بنوانیکا قصد کیا۔ جب مین اُس سے اجرت ٹھہرانے لگا تو اُس نے کہا کہ مناسک کی اجرت نہین ٹھہرائی جاتی۔ اُس نے جب حجامت بنانی شروع کی تو میرا منہ قبلے کی جانب نہ تھا۔ اس پر حجام نے کہا کہ قبلہ رخ ہو بیٹھو۔ مین نے بائین طرف سے حجامت بنوانے کا ارادہ کیا تو وہ بولا کہ حجامت سیدھی جانب سے اول بنوائی جاتی ہے۔ وہ اپنے کام مین مشغول تھا اور مین خاموش

۱ (تذکرۃ ص ۱۸۴) ۲ (تذکرۃ ص ۲۴۹) ۳ (ابن خ ص ۳۱۹)

۴ عربی مین خط کے آغاز مین لکھتے ہین من فلان الی فلان یعنی فلان شخص کی جانب سے فلان شخص کو ۱۲

۵ ہر ذی علم سے بڑھکر ایک عالم ہے ۶ وہ اعمال جو حج سے تعلق رکھتے ہین۔

اس پر اُس نے ہدایت کی کہ تکبیر پڑھتے جاؤ۔ حجامت سے فارغ ہو کر میں اُٹھکر چلا تو میرے حجام نے پوچھا کہ کہاں چلے میں نے کہا کہ اپنی فرودگاہ پر جاتا ہوں۔ یہ سنکر اُس نے کہا کہ اول دو رکعتین پڑھ لو پھر قیامگاہ کا قصد کرنا۔ اتنو مجھے یاد آگیا اور میں نے پوچھا کہ یہ باتین تمکو کس نے بتلائی ہین حجام نے جواب دیا کہ مین نے حضرت عطا کا طریق عمل ایساہی دیکھا تھا[1] اسنہ حدیث کے حالات مین اس کی مثالین کثرت سے ہین کہ جب اون کے شاگرد شیخ بنے تو اُنھون نے اُن سے حدیثین حاصل کین۔ بلکہ محدثین کا یہ قول ہی کہ انسان اُسوقت تک محدث نہین ہو سکتا جب تک کہ وہ اعلیٰ۔ ہمسر اور کمتر تینون طبقون سے روایت نکرے[2]۔ بطور نمونہ ہم چند مثالین ذیل کے نقشے مین لکھتے ہین

[illegible]	[illegible]	نام شاگرد جس سے حدیث روایت کی	[illegible]	[illegible]	نام شاگرد جس نے حدیث روایت کی
۱	علقمہ	مقاتل (تذکرۃ ص ۱۵۷)	۵	ابوحنیفہ	ابراہیم ابن طہمان (تذکرۃ ص ۲۹۱)
۲	اعمش	سفیان ابن عیینہ (تذکرۃ ص ۲۳۹)	۶	لیث	عبداللہ ابن وہب (مقدمہ ص ۲۰۰)
۳	ابن جریج	" "	۷	بخاری	عبداللہ ابن حماد (مقدمہ ص ۵۶۵)
۴	شعبہ	" "	۸	خطیب بغدادی	ابن ماکولا (تذکرۃ ص ۲)

احمد ابن سلمہ کہتے ہین کہ مین نے اسحٰق ابن راہویہ کو یہ کہتے سُنا کہ خدا تعالیٰ حق کو پسند فرماتا ہی لہذا مین کہتا ہون کہ ابو عبید (بغدادی) مجھسے علم مین بڑھکر اور فقہ مین زیادہ ہین۔ ہم ابو عبید کے محتاج ہین مگر اُن کو ہماری احتیاج نہین[1] جب سلیمان حافظ حدیث بغداد مین وارد ہوے اور امام احمد ابن حنبل نے اُنکی آمد کی خبر سنی تو حاضرین سے فرمایا کہ چلو سلیمان سے راویان حدیث کا پرکھنا سیکھین[2]

[1] (مقدمہ ص ۵۶۵) [2] (تذکرۃ ص ۲) [1] (تذکرۃ ص ۲)

امام ممدوح اور سلیمان کی جلالت شان مین جو فرق بیّن تھا وہ محتاج بیان نہین - ایک عالم محمد کہتے
ہین کہ مین نے یحییٰ ابن معین کا یہ مقولہ سنا تھا کہ ہم راویانِ حدیث پر جرح کر رہے ہین حالانکہ ممکن ہے
کہ وہی لوگ دو برس سے بہشت مین آسودہ ہون - ایک روز مین جو ابن حاتم کی خدمت مین گیا تو
وہ فن رجال کا درس دے رہے تھے - مین نے امام ممدوح کا قول مذکور اُن کو سنایا - اُن پر اس
مقولے کا یہ اثر ہوا کہ رونے لگے - ہاتھون مین رعشہ آگیا اور کتاب ہاتھ سے چھوٹ پڑی -
زار زار روتے تھے اور بار بار مجھسے اس روایت کو کہلواتے تھے[1] - ایام طالب علمی مین ایک
روز امام دارقطنی ابن انباری کی مجلس درس مین شریک ہوئے - دوران املا مین ابن انباری
نے ایک نام مین غلطی کی، دارقطنی کو اتنی جسارت تو نہ ہوئی کہ ابن انباری کو متنبہ کرتے مگر اُن کے
مستملی کو وہ غلطی بتادی جب دوسرے جمعے کو دارقطنی پھر مجلس مذکور مین گئے تو ابن انباری نے
باعلان فرمایا کہ ہم نے اُس روز فلان نام مین غلطی کی تھی اس نوجوان نے ہمکو اُس غلطی پر آگاہ
کردیا - جو حق پسندی اس کو کہتے ہین اگر ابن انباری اس راز کو فاش نکرتے تو شاید دنیا کو اس کی
خبر بھی نہ ہوتی - مگر اُنھون نے یہ خیال فرمایا کہ اپنی ایک خطا ظاہر ہوجائے تو مضایقہ نہین -
لیکن نوجوان طالب علم دل بڑھائے جانے کا مستحق ہے اس کی حق تلفی نہونی چاہیے - حافظ ابن
خیرون کو کسی نے حافظ لکھا تو وہ بگڑ گئے اور فرمایا کہ میری کیا ہستی ہے جو مجکو حافظ لکھا جائے[2] - آج
کل کے محمد فاضل اپنے نام کے اول مین مولوی لکھا دیکھتے ہین تو یہ سمجھتے ہین کہ حق بحقدار رسید - آل
سلجوق کے بلند پایہ وزیر نظام الملک طوسی نے جو نظامیہ مدرسہ بغداد مین قائم کیا تھا اُس مین شیخ
ابو اسحٰق شیرازی اور امام حجۃ الاسلام غزالی جیسے اکابر مدرس رہے تھے - فخر الاسلام شاشی جب اسکے
مدرس مقرر ہوئے تو پہلے روز مسندِ تدریس پر متمکن ہونے کے بعد اُن اکابر کا تصور اُن کو

[1] (تذ ج ص ۵۰) [2] (تذ ج ص ۶۱) [3] (تذ ج ص ۸)

ہوا جو اُس مسند کی عزت بڑھا چکے تھے۔ اس تصور نے اُن کے پاکیزہ قلب پر ایک کیفیت طاری کردی۔ اپنا عمامہ آنکھون پر رکھکر بے اختیار رونے اور یہ شعر پڑھا

شعر خلتِ الدیار فسدت غیر مسودٍ ۔ ومن العناء تفردی بالسؤددِ

یعنے ملک اہل کمال سے خالی ہوگیا اور مین جو شایان سرگردہی نہ تھا سرگروہ بنا میرا سرگروہ یگانہ بننا کیسا اندوہ فزا ہے۔ ادب عربی مین جو مرتبہ اصمعی کا ہے اُس سے اُس سے ایک زمانہ واقف ہے۔ باوجود کلام عرب کے دقائق سے واقف ہونے کے یہ امام ادب کلام اللہ اور حدیث کے معنے بیان کرنے سے بہت بچتا تھا۔ جب اُس سے اس قسم کا سوال کیا جاتا تو اصمعی یہ جواب دیتا کہ عرب اس لفظ کے یہ معنے لیتے ہین مگر مین یہ نہین کہہ سکتا کہ کتاب اور سُنت مین اس لفظ کے کونسے معنے مراد ہین[ا] امام ادب ابوالعباس ثعلب کے پاس ایک شخص آیا اور اُسنے کسی علمی مسئلے کا جواب چاہا۔ ثعلب کو چونکہ وہ مسئلہ معلوم نہ تھا اس لئے جواب مین لا ادری کہدیا۔ وہ بیچارہ اس امید پہ آیا تھا کہ ادن کے پاس اُس کی مشکل حل ہو جائگی یہان جو یہ صاف جواب سُنا تو بہت جھنجلایا اور کہا کہ حضور کی یہ تو شہرت ہے کہ لوگ سفر کر کے حاضر ہوتے ہین۔ اور علم کا یہ حال کہ ایک ذرا سے سوال کے جواب مین لا ادری ارشاد ہوتا ہے ثعلب نے ازراہ ظرافت کہا کہ میرے پاس جتنی لا ادریان ہین اگر تمہارے پاس اُتنے اونٹ ہوتے تو تم بڑے مالدار ہو جاتے۔ متنبی زبان عربی کے مشہور شاعر کا واقعہ نقل اس بات کی کہ اُن دنون سچی بات دلون پر کیا اثر کرتی تھی کہ ایک بے نظیر مثال ہے۔ ایک مرتبہ شاعر مذکور اپنے وطن کو واپس آرہا تھا۔ جب بغداد کے سواد مین پہونچا

[ا] (ابن خ ص ۳۲۵) [ب] (ابن خ ص ۲۸۹) [ج] (ابن خ ص ۳۰)

تو خونخوار ترکون نے حملہ کیا - اول تو متنبی مع رفقا کے خوب لڑا مگر پھر جان بچا کر بھاگا
اُس کے دبیر غلام نے آقا کو بھاگتا دیکھکر کہا کہ جس شخص کا یہ شعر ہو حیف ہے کہ لوگ اُسکی
نسبت بھاگنے کا تذکرہ زبان پر لائین - ؎ فالخیل واللیل والبیداء
تعرفنی ۰ والحرب والضرب والقرطاس والقلم ۰ متنبی یہ سُنکر میدان کی
طرف لوٹ پڑا اور اتنا لڑا کہ اُسی جگہہ کام آگیا - ابو العلا اور ابن ابی اسحق دونون
فن ادب کے مشہور امام تھے ایک بار نحو کے علم مین اُن مین باہم مناظرہ ہوا تھا
کسی موقع پر ابو العلا نے یونس نحوی سے اس مناظرہ کا تذکرہ کیا تو صاف دلی سے اعتراف
کیا کہ اُس مناظرہ مین ابن ابی اسحق قاعدۂ ہمزہ مین مجپر غالب آ گئے تھے - اس فضل
پر مین نے بعد کو غور کی ہے - ابو زید انصاری سے کسی نے پوچھا کہ فلان موقع پر تم
مخزق بولتے ہو اور ابو عمرو مخزق صحیح کونسا لفظ ہے - ابو زید نے کہا کہ چونکہ ابو
عمرو کی والدہ نبطی ہین اور یہ لغت بھی نبطی ہی اس لیے ابو عمرو کا قول زیادہ مستند ہے
شعرا اپنی بد دماغی اور بے نیازی مین ضرب المثل ہین - اُنکی نازک مزاجی دوسرون کے
کمال کے سامنے سر جُھکانے کو گوارا نہین کرتی - جس قرن کا ذکر ہم کر رہے ہین - اُس کے
اثر نے شاعرون کو بھی اچھوتا نہین چھوڑا تھا - ابو العتاہیہ ایک دفعہ اپنے معاصر بشار سے
ملنے گئے اور اثنائے کلام مین بشار سے کہا کہ تمھارے یہ شعر اعتذار بکا مین مجکو نہایت
پسند ہین ؎ کم من صدیق لی اسا ۰ رقہ البکاء من الحیاء ۰ و اذا تفطن
لامنی ۰ فاقول مالی من بکاء ۰ لکن ذھبت لارتدی ۰ نظرت عینے
بالرداء ۰ بشار نے کہا کہ اس مضمون مین تقدم کا شرف آپ کو حاصل ہی اور مین آپکا

۱ ابن خ ص ۳۷) ۲ نزہت ص ۴۳) ۳ نزہت ص ۱۲۴)
؎ گھوڑا رات جنگل حرب و ضرب اور کاغذ و قلم یہ سب مجکو خوب پہچانتے ہین ۱۲

کاسہ لیس ہون اور میرا یہہ شعر تمہارے ہی دریا کا قطرہ ہے چنانچہ آپنے کہا ہے

ـه[1] فقالوا قد بکیت فقلت کلا ۞ وهل تبکی من الجزع الجلید ۞
ولکن قد اصاب سواد عینی ۞ عوید قذی له طرف حدید ۞ فقالوا
مالدمعهما سواء ۞ کلتا مقلتیك اصاب عود[2] ۞ ایک روز مولانا شمس الدین
رومی سے کسی نے کہا کہ شیخ ابن الوفاء مولانا خسرو کے پاس تو جاتے ہین مگر آپکے
پاس نہین آتے مولانا نے جواب دیا کہ حق بجانب شیخ کے ہے۔ مولانا خسرو عالم
باعمل ہین اس لئے قابلِ زیارت ہین مین نے اگرچہ علم پڑہا ہے مگر سلاطین کی صحبت
مین بیٹھتا ہون اسواسطے قابل زیارت نہین رہا[3]۔

ـه (ابن ج ا ص ۷۳) ـه (شق ج ا ص ۹۴)

عنوان سوم

اختلاف و اتفاق

اس عنوان کے قائم کرنے سے ہمارا مقصود یہ عیان کرنا ہے کہ ہمارے علمائے سلف کا اُن عالمون کے مقابلے مین کیا عمل رہا جو اُن سے عقائد یا جزئیات مسائل مین مخالف تھے ۔ یا زیادہ صاف الفاظ مین یہ سمجھیے کہ علمائے اہل سنت و جماعت کا سلوک دوسرے اہل قبلہ (مثلاً شیعہ و خارجی و مرجیہ و قدری علما کے ساتھہ کیسا تھا اور خود اہل سنت و جماعت کے مختلف فرقون کے علما کس قسم کا برتاؤ باہم رکھتے تھے ۔ آیا عقائد کا اختلاف ایسی حد فاصل خیال کیا جاتا تھا جو ایک کو دوسرے کی صورت سے بیزار ۔ اُسکی خوبیون کا منکر ۔ اور اُس کے ساتھہ ارتباط کو ایمان مین خلل انداز سمجھنے والا بنا دیتی یا آنکہ وہ روا رت عقیدہ کو بری چیز قرار دے لینے کے بعد اُن تعدد

صحابی جانتے تھے۔ اُنسے احادیث روایت کرنے اور اُنکے علم وفضل کے معاصر و ناشر اقتدا کرتے رہتے
تھے۔ یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ سچا اسلامی جوش اور خالص دینی حمیت قرونِ خیر تک تھی
اور نبوت کے عہد پاک کے قرب کی وجہ سے جو آثار صلاح و رشاد ابتدائی صدیون مین تھے
وہ بعد کو باقی نہین رہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ اِسی وجہ سے اُن بزرگون کے طریقے اور مسلک
کو عین صراطِ مستقیم اور ٹھیک راہ دین مانا جاتا ہے۔ پس ہمارا حال و خیال اگر سلف صالحین کے
حال و خیال کے خلاف ہو تو ہمکو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم راہ صواب سے دور جا پڑے ہین۔ یہ بات
طریقۂ حق سے بعید ہوگی کہ ہم اُنکے شیوے کو اپنے مسلک کے مخالف دیکھکر ازراہِ تعصب
خلاف حق سمجھین اور اپنے ہی خیال باطل کو عین دینداری تصور کرین۔ ہم نے اس باب مین یا تو
تابعین و تبع تابعین کے اقوال و افعال کا حوالہ دیا ہے یا اُن علماے مابعد کے اقوال افعال کا جو
بالاتفاق پیشواے ملت مانے گئے ہین۔ اور مزید احتیاط یہ کی ہے کہ یہ حالات اور اقوال بھی صرف
بحوالۂ امام ذہبی نقل کئے ہین جو فن رجال و اسانید کے مستند امام خیال کئے جاتے ہین۔
اصل مبحث پر بحث کرنے سے پیشتر یہ دیکھنا مناسب ہوگا کہ اگلے علماے ربانی مذہبی جھگڑوں
اور دینی نزاعون کو کیسا خیال فرماتے تھے۔ آیا اُنکو تمام اصول دین اور ارکان مذہب سے
زیادہ مہتم بالشان اور لائق اہتمام سمجھتے تھے۔ یا اُنکو نفرت کی نظر سے ملاحظہ فرماتے اور بربادی
و تباہی کا ایک ذریعہ تصور کرتے تھے۔ ذیل کے اقوال صاف صاف ثابت کر دینگے کہ وہ
قدسی گروہ ہمیشہ اِن سے بیزار رہا۔ امام ششم حضرت جعفر صادق ارشاد فرماتے ہین۔ ایاکم
والخصومة فی الدین فانها تشغل القلب و تورث النفاق یعنے بچو دین مین جھگڑا کرنیسے
اسواسطے کہ دلکو کام کی باتون سے باز رکھتا ہے اور نفاق پیدا کر دیتا ہے۔ صدقت
یا ابن رسول اللہ جس بات سے بارہ سو برس پیشتر امام روشن ضمیر نے مسلمانون کو ڈرایا تھا آج اُسکے

دردناک نتیجے اِس وقت ہمارے سامنے ہین۔ اگر اس مقولے پر عمل رہتا تو مسلمانون کی تاریخ مین بہت سے شرمناک صفحے نہ لکھے جاتے۔ شام کے مقتدا امام اوزاعی کا (جو تبع تابعی ہین۔) قول ہے کہ اذا اراد اللہ بقوم شرًا فتح علیہم الجدلَ ومنعہم العملَ۔ یعنی جب کسی قوم کی بربادی خدا تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے تو اُن پر جھگڑے کے دروازے کھول دیتا ہے اور کام سے باز رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم دیکھو کہ ایک قوم جھگڑنے مین خوب چست ہے۔ اور عمل مین سست تو سمجھ لو کہ خدا کی بھیجی ہوئی تباہی ادھر آرہی ہے

ایک دوسرے تبع تابعی امام حجاج ابن ارطاۃ فرماتے ہین کہ ماخاصمت قط ولا جلست الی قوم یختصمون[1] یعنی مین نے کبھی کسی سے جھگڑا نہین کیا اور نہ کبھی ایسے لوگون کی صحبت مین بیٹھا جو جھگڑالو ہون۔ اس قول سے پتا لگتا ہے کہ امام حجاج کے نزدیک کسی شخص یا فرقے سے بیزار اور اُنکی مجالست سے متنفر کر دینے والی کیا صفت ہو سکتی ہے۔ آپ اگر اس مقولے کو آئندہ کے واقعات سے ملائین گے تو ایک اہم نتیجہ حاصل ہوگا۔ اِن اقوال کو پڑھکر ایک خلجان طبیعت کو پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ ایمۂ دین نے ہمیشہ فرقۂ باطل کی تردید اور راہ صواب کی تائید فرمائی ہے۔ اور اُنکے مناظرے معتزلہ وغیرہ فرقون کے علما کے ساتھ تاریخ وفن کلام مین مذکور ہین۔ پھر کیونکر مذہبی مباحث کو مورثِ نفاق اور باعثِ بربادی کہا جا سکتا ہے۔ اِس شبہے مین ایک افسوسناک خلط مبحث ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اختلاف وخصومت مین فرق نہین کیا جاتا اور ہم علمائے سلف کے اختلاف کو نزاعون پر قیاس کرتے ہین۔

حضرت یحیٰی ابن سعید جو اکابر تابعین مین ہین کسی خوبی سے اختلاف ونزاع کا امتیاز ظاہر فرماتے ہین اونھون نے فرمایا ہے کہ اہل العلم اہل توسعۃ وما برح المفتون یختلفون

[1] (تہذیب ص ۱۲۴)

فیصل هذا بجهم هذا انلا یعیب هذا علی هذا اعلی هذا یعنی علما اہل سنت مین اور مفتی ہمیشہ باہم اختلاف کرتے رہے ہین۔ یہانتک کہ ایک ایک چیز کو حلال بتاتا ہے دوسرا اُسی کو حرام کہتا ہے مگر یہ اُسکی عیب گیری نہین کرتا اور وہ اِسکی۔ اِس مقولے مین جہانتک کہ میری فہم ناقص مین آیا ہے۔

بجہم هذا تک اختلاف کی حد ہے اُسکے بعد جدل و خصومت کا بیان ہے۔ قول ہذا مین تین پہلو دکہلائے گئے ہین۔ سب سے اول گروہ علما کی یہ صفت بیان کی ہے کہ اُنکے خیالات وسیع ہوتے ہین۔ اُسکے بعد یہ بتلایا ہے کہ اُن مین باہم اختلاف ہوتا رہا ہے پہر یہ بتایا ہے کہ اُنکا اختلاف باوجود اپنی سنگینی کے عیب گیری کی حد تک نہین پہونچتا۔ مین اِس سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون کہ جو اختلاف کشادہ دلی کے ساتھ بے شائبۂ عیب گیری ہو وہ صالحین کا طریقہ ہے اور اِسی کو رحمت فرمایا گیا ہے۔ اور جو بحث تنگدلی اور عیب گیری کے پیرائے مین ہو وہ خصومت ہے اور اِسی سے بچنے کی تائید ایمۂ ہدیٰ نے فرمائی ہے آج کل مسلمانون مین جو مباحثے ہو رہے ہین اُنکو اسی معیار کے بموجب پرکھنا چاہئیے اور جس قسم مین وہ داخل ہون اُسیکے احکام اُنپر جاری کئے جائین۔

جزئیات مسائل کا اختلاف صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے مین شروع ہو گیا تہا شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے رسالہ انصاف مین یہ اختلاف اور اُسکے اسباب کسی قدر بسط کے ساتھ بیان فرمائے ہین۔ ہم اُسکی چند مثالین جو طبقات الخلفا مین نظر پڑین یہان درج کرتے ہین۔ حضرت عمر رضی کی رائے یہ تہی کہ آنحضرت سے احادیث کم روایت کیجائین۔ بعض صحابیون کا مسلک اسکے خلاف تھا۔ اسی اختلاف کی وجہ سے خلیفۂ ثانی نے تین جلیل القدر صحابہ حضرت ابن مسعود ابوالدردا اور ابو مسعود کو نظر بند رکہا اور فرمایا کہ تم نے

آنحضرت سے حدیثین بہت روایت کردین[1]۔ امام ذہبی فرماتے ہین کہ خلیفۂ ثانی حضرت اُبیؓ کی بہت تکریم کرتے تھے اُنسے ضرورت کے وقت فتوی لیتے بلکہ آپکی ہیبت مانتے۔ باوجود اسکے صحابی ممدوح کے ہمراہ ایک بار ایک جماعت دیکھکر اسکے مارنیکو دُرّہ اُٹھالیا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا دیکھو کیا کرتے ہو۔ خدا تم پر رحم کرے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہین جانتے کہ یہ جماعت سرگروہ کے لئے باعث فتنہ اور تابع کیواسطے موجب ذلت ہے[2]۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین حضرت ابوذر کو فتوی دینے کی ممانعت کردی گئی تھی۔ اسکے بعد وہ کئی برس زندہ رہے اور ۳۲ھ مین بمقام ربذہ انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ[3]۔ کیا اس بیان کی حاجت ہی کہ صحابۂ کرام مین ان جزئی اختلافات کے ساتھ اتفاق کیسا تھا۔ تابعین کے زمانے مین اختلاف عقائد بھی شروع ہوگیا تھا۔ اور معتزلہ وقدریہ وغیرہ فرقے پیدا ہوگئے تھے۔ اُس عہد مین بہت سے اسلامی فرقے ایسے موجود ہوگئے تھے جنکا اب نام ونشان بھی نہین اور صرف کتابون مین ذکر رہگیا ہے۔ اُس دَورِ پاک مین مسلمانون کے حوصلے بلند تھے اور جو کام وہ کرتے تھے اُس مین جوش وہمت کا پورا جلوہ ہوتا تھا۔ اسی لئے یہ تازہ وارد فرقے بھی اپنے عقائد کی اشاعت مین پوری کوشش وسعی سے کام لے رہے تھے۔ ہمارے علماے کرام ادھر تو ملت حقہ کی حفاظت وحمایت مین جان لڑا رہے تھے اُدھر انھین مخالف العقیدہ علما کی مرتبہ دانی اور حق شناسی مین نہایت کشادہ دلی سے مصروف تھے۔ اُنکے حالات پڑھکر اس کشادہ دلی کی کوئی حد معلوم نہین ہوتی۔ تین قسم کے دلائل سے ہم اپنے اس دعوے کو ثابت کرسکتے ہین

[1] (تذ ج ا ص ۷) [2] (تذ ج ا ص ۵، ۷) [3] (تذ ج ص ۱۲)

آول[1] علماے صدر نے اُنسے علم دین حاصل کیا اور اُنکو روایت حدیث کا اہل سمجھا حضرت قتادہ کی جو جلالت شان حدیث مین ہے۔ اُس سے کون واقف نہین۔ بڑے بڑے ایمہ حدیث اُنکے شاگرد ہوئے ہین۔ عقیدۃً وہ قدری[3] شدید تھے امام ذہبی فرماتے ہین کہ باوجود اُنکے اس عقیدۂ ردی کے کسی نے اُنکی روایت کو مستند ماننے مین پس و پیش نہین کیا[1]۔ امام مغیرہ تابعی عثمانی تھے اور حضرت خلیفہ چہارم پر گونہ معترض۔ تاہم شعبہ اور ابو عوانہ وغیرہ جلیل الشان امامون نے اُنسے حدیثین روایت کی ہین۔ امام احمد اون کی نسبت فرماتے ہین صاحب سنۃ اور احمد عجلی نے اُنکے ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے[2]۔ عمر و ابن مرۂ ادیبی کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ مرجیہ[5] تھے۔ پھر بھی ایک جماعت نے اُنکی توثیق کی ہے[3]۔ ہشام دستوائی قدری تھے۔ امام ابن سعد اُنکے بارے مین فرماتے ہین کہ کان ثقۃ حجۃ الا انہ یری القدر یعنی وہ ثقہ اور حجت تو تھے مگر قدری تھے[4]۔ سعید ابن عروبہ بھی فرقۂ قدریہ مین سے تھے۔ فن رجال کے دو مشہور و عالی درجہ امامون نے اُنکے ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ یعنی حضرت یحیی ابن معین اور امام نسائی نے[5]۔ حافظ ابو نعیم فرماتے ہین کہ مین نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا مگر حسن ابن صالح سے افضل کسی کو نہین پایا۔ اُنکے عقیدے کی نسبت امام ذہبی فرماتے ہین کان فیہ خارجیۃ یعنی اُنمین خارجیت تھی[6]۔ امام ابو سہل واسطی

[1] (تذ ج ۱ ص ۱۱۰) [2] (تذ ج ۱ ص ۱۲۰) [3] (تذ ج ۱ ص ۱۰۰) ص فرقۂ قدریہ کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال خیر و شر کا خالق قادر ہے ۱۲ الملل والنحل ص فرقۂ مرجیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ایمان کی حالت مین کوئی معصیت مضر نہین جیسے کفر مین طاعت مفید نہین ۱۲ الملل والنحل

[4] (تذ ج ۱ ص ۱۴۰) [5] (تذ ج ۱ ص ۱۶۰) [6] (تذ ج ۱ ص ۱۹۵)

شیعی تھے۔ اور اِسی جرم میں خلیفہ ہارون رشید نے اُنکو قید کر دیا تھا۔ امام ذہبی اونکے
احوال میں تحریر کرتے ہیں۔ متفق علی الاحتجاج بہ یعنی اُنکے حجت ہونے پر سب کا اتفاق
ہے۔ محمد ابن فضیل کوفی بھی شیعی تھے۔ حضرت یحییٰ ابن معین نے اُنکی توثیق فرمائی ہے
اور امام احمد اونکی نسبت فرماتے ہیں حسن الحدیث شیعی۔ حافظ حدیث ابو معمر قدری تھے۔
اسپر بھی امام بخاری نے اُنسے حدیث روایت کی ہے۔ عبد اللہ ابن موسیٰ فرقۂ شیعہ کے
علماے کبار میں تھے۔ آپ نسے بھی امام بخاری نے روایت فرمائی ہے۔ ابن الاخرم امام
شعرانی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ صدوق غال فی التشیع یعنی سچے ہیں اور تشیع میں
غالی۔ شیخ الاسلام انصاری ایک جلیل القدر امام حدیث کی نسبت اپنی رائے جن الفاظ
میں ظاہر فرماتے ہیں وہ قابل شنید ہیں۔ ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث۔ یعنی حدیث
میں ثقہ رافضی خبیث ہیں۔ حضرت یحییٰ ابن معین اِس مرحلے کو انتہا تک پونہچاتے ہیں اور
فرماتے ہیں کہ لو ارتد عبد الرزاق ما ترکنا حدیثہ یعنی اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جائے
توبھی ہم اُسکی روایت کردہ حدیث کو نہ چھوڑیں گے۔ ان اقوال و افعال کو آپنے ملاحظہ
فرمایا۔ علماے مخالف العقیدہ خواہ قدری خواہ خارجی۔ مرجیہ تھے یا شیعہ۔ کبار علماے
شیعہ میں سے تھے۔ یا شیعہ غالی و رافضی خبیث مگر جب اُنکو ہمارے علماے
کرام نے ثقہ۔ حجت۔ صدوق۔ صاحب سُنت اور افضل پایا تو اُنکو ایسا ہی کہا اور
ایسا ہی مانا اور اُنکی روایت کی ہوئی حدیثوں کو آنکھوں سے لگایا اور دل میں رکھا۔
ہم تو حیرت میں ہیں کہ ایک شخص کو رافضی خبیث کہیں اور پھر ثقہ بتائیں۔ یہ ضدین

۱ (تذج ۱ ص ۲۳۰) ۲ (تذج ۱ ص ۲۰۰) ۳ (تذج ۱ ص ۷۷) ۴ (تذج ۱ ص ۳۲۴)
۵ (تذج ۲ ۲۰۲) ۶ (تذج ۲ ص ۲۴۷) ۷ تذج ۳ ص ۱۴۳)

کیونکہ جمع ہوئیں۔ اور دوسرے شخص کو یہ فرض کرنے کے بعد بھی کہ وہ مردہ ہو جائے
اُسکی روایت کردہ احادیث کے ترک کرنے کو گوارا نفرمایئں۔ یہ مشرق و مغرب
کا اجتماع کیسا۔ سچ یہ ہے کہ یہ معما چودھوین صدی مین حل ہونا بعید دشوار ہے اسکے
حل کرنے والے وہی بزرگ تھے جنکی قوت ایمانی نے اُنکے قلوب کو تعصب سے
پاک اور حق کا شیدا بنا دیا تھا۔

ثانیاً اُنکے فضل وکمال کی تعظیم کی کہ حضرت عکرمہ (جنکا عقیدہ خوارج کی جانب مائل تھا)
جب بصرے تشریف لیجاتے تو حضرت خواجہ حسن بصری فتویٰ دینے اور درس تفسیر
سے دست کشیدہ ہو جاتے اور جبتک اُنکا وہان قیام رہتا خواجہ صاحب اسی برتاؤ
کو قائم رکھتے[1]

ثالثاً علوم ظاہر سے گزر کر اُنکی روحانی عظمت کا اعتراف کیا۔ امام ابراہیم ابن طہمان
(جنسے امام اعظم نے سماعت حدیث کی تہی) عقیدے کے مرجیہ شدید تھے۔ ایک
روز کا ذکر ہے کہ امام احمد ابن حنبل بوجہ ضعف علالت تکیے کے سہارے سے
بیٹھے تھے۔ اس اثنا مین کسی نے ابن طہمان کا تذکرہ چھیڑا۔ امام ربانی یہ سنتے ہی
سنبھلکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جس مجلس مین صلحا کا ذکر ہو اُس مین تکیہ لگا کر بیٹھنا روا نہین[2]
خداوندا ایسے پاک مشرب بزرگ اب کیون نہین پیدا ہوتے۔ منصور ابن زاذان جلیل القدر
تابعی تھے۔ امام ذہبی نے اُنکا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ کان ثقۃ حجۃ صالحاً کبیر الشان
جب حضرت خواجہ حسن بصری نے رحلت فرمائی تو تابعی ممدوح نے علی ابن زید سے
(جو شیعہ تھے) فرمایا کہ تم حسن بصری کی جگہ بیٹھو[3]۔ اس موقعہ پر اگر یہ غور سے دیکھا جائے

---

۱ (تذ ج ۱ ص ۴۰) ۲ (تذ ج ۱ ص ۱۹۲) ۳ (تذ ج ۱ ص ۱۲۶)

کہ حضرت حسن بصری کی جگہ کیا مگر تھی تو اس واقعے کی قوت انتہا کو پہونچی ہے۔ اس بحث مین اب صرف ایک امر فیصلہ طلب باقی ہے۔ وہ یہ کہ آیا ان فرقون مین عقیدے کی سختی اور شدت اُس عہد مین اسی حالت مین تھی جیسی آج ہے یا بجاے سختی کے اعتدال تھا ضمنی طور پر راوی پر کے بعض جرحون کے الفاظ سے سختی کا پتا لگتا ہے لیکن ہم واقعات کی مدد سے بالتصریح ثابت کرنا چاہتے ہین۔ شیعیت مین جو سخت سے سخت بدعت ہے وہ شتم صحابہ ہے۔ معاذ اللہ من ذلک دوسری صدی ہجری مین یہ ناسزا طریقہ اس فرقے مین رائج ہو گیا تھا۔ اور عوام مین نہین بلکہ خواص مین۔ چنانچہ لکھا ہے کہ شیخ حدیث ابو الاحوص کا مکان جب محدثین سے بھر جاتا تو وہ اپنے بیٹے سے فرماتے کہ دیکھو ان مین جو شتم صحابہ کرتا ہو اُسکو نکالدو۔ (وفات ابو الاحوص ۱۷۹ھ[1]) دوسرے واقعے سے منکشف ہوتا ہے کہ اسی عہد مین قدریت بھی سنگین پیرایہ اختیار کر چکے تھے۔ امام ابو اسحق فزاری جب دمشق مین آئے تو ابو السہر سے فرمایا کہ کہدو کہ جو قدری ہو ہماری محفل سے چلا جائے۔ (وفات ابو اسحق ۱۸۵ھ[2]) ان دونون واقعون سے معترضین کچھ نفع نہین اوٹھا سکتے۔ اس لئے کہ جن بزرگون کے اقوال و حالات سے ہم نے استدلال کیا ہے اونکے مقابلے مین امام ابو الاحوص و ابو اسحق کی راے فروغ نہین پا سکتی۔

اختلاف عقاید کی صورت مین جب ہمارے علما نے اپنے مخالفین سے حسن سلوک پیش نظر رکھا تو ظاہر ہے کہ اختلاف جزئیات مسائل اُنکے مزاجون پر کب موثر ہو سکتا تھا۔ اور اس لئے اس قسم کی مثالین پیش کرنے کی ضرورت نہین۔ مگر ہم تذکرۃ

[1] (تذکرۃ ص ۲۲۰، [2] (تذکرۃ ص ۲۴۸)

چند حالات گذارش کرتے ہین۔ آج کل خود اہلسنت وجماعت کے مختلف فرقے باہم ایسی اختلاف اور شدت کا برتاؤ کر رہے ہین جیسا وہ خلاف اہل سُنت فرقون کے ساتھہ رکھتے ہین۔ پس یہ چند مثالین بہی خالی از نفع نہونگی۔ امام قدوری حنفی اور شیخ ابو حامد اسفرائنی شافعی کے مابین ہمیشہ مناظرہ رہتا تہا۔ مگر شیخ شافعی کا فضل وکمال امام حنفی کی نظر مین سمایا ہوا تہا اور اسلیئے وہ اُنکی نہایت تعظیم کرتے تھے۔[۱] فقیہ عماد الدین شافعی اور قاضی القضاۃ ابو طالب بہی حنفی آپس مین سخت مخالف تہے۔ شافعی فقیہ کو پیام اجل قاضی القضاۃ سے پہلے آگیا چونکہ ابو طالب کا ایک مخالف دُنیا سے کم ہوگیا اس لیئے اُنکو بظاہر خوشی کا موقع تہا لیکن جب زینبی اُنکے دفن سے فارغ ہوئے تو اُنکی قبر کے پاس کہڑے ہوکر حسرتناک یہ شعر پڑہا ؎

عقم النساء فلا تلدن شبیھہ + ان النساء بمثلہ عقم[۲] خواجہ حسن بصری اور امام ابن سیرین مین باہم کسی وجہ سے بدمزگی ہوگئی تھی۔ اِسی بےلطفی کے سبب سے امام ابن سیرین خواجہ صاحب کے جنازے کے ساتھہ تشریف نہین لے گئے۔ ایک روز کسی شخص نے آکر اُنسے بیان کیا کہ مین نے خواب مین دیکہا ہے کہ ایک جانور مسجد کا سب سے زیادہ خوشنما سنگریزہ اُٹھا لے گیا۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ تیرا یہ خواب سچا ہے تو حسن بصری کی وفات قریب ہے چنانچہ چند ہی روز کے بعد اُس سرگروہ اصفیا نے وفات پائی۔[۳] اس واقعے سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ باوجود اُس قدر کشیدگی کے امام ابن سیرین نے خانۂ خدا کا نفیس سنگریزہ خواجہ صاحب ہی کو بتایا۔ اس بحث مین ہم ایک پُر مذاق قصہ نقل کرتے ہین۔ اخفش امام نحو اور ابن رومی شاعر مشہور کے مابین چشمک ہوگئی تہی ابن رومی بہت ضعیف الاعتقاد تہا اور بدشگونی سے بہت ڈرتا تہا۔ اخفش کبہی کبہی اُسکے دروازے پر علی الصباح پہونچتا اور کچھہ نحس کلمے کہکر چلا آتا۔ ابن رومی پر اِسکا اس قدر اثر پڑتا کہ دن

---

۱ (ابن ج۱ ص ۲۰) ۲ (ابن ج۱ ص ۳۲۸) ۳ (ابن ج۱ ص ۱۲۹)

وہم کہ مارے دن بہر گہر سے باہر نہ نکلتا جب وہ تنگ آگیا تو اُسنے بھی اپنا حربہ سنبھالا اور انفش
کی ہجو کہنی شروع کر دی ع کہ شاعر چو رنجد بگوید ہجا۔ انفش جو کلام فصیح پر شیدا تہا اپنی ہجو کے اشعار
کو انکی خوبی اور روانی کلام کی وجہ سے حفظ کر لیتا۔ اور مجالس املا مین جہان اور اُستادون کے شعر
سند مین پیش کرتا وہان اشعار بالا کو بہی موقع موقع سے سناتا جاتا۔ اور فخریہ کہتا کہ چلو ابن رومی نے
اس گمنام کو یاد تو کیا۔ اگرچہ ہجو کے ساتہ ہی سہی۔ بگڑے دل شاعر نے جو یہ قصہ سنا تو بلکہ ہجو کا لکہنا ہی چہوڑ دیا۔
حیف کہ یہ بہشتی زمانہ بہت دن تک مسلمانون مین قائم رہکر آخر انجہانی ہوگیا۔ اور نہ اعتزال کے زور وار
امت مرحومہ کے علما کہیل گئے بہر کیا تہا۔ قدری و جبری تو ایک طرف رہی خود اہل سُنت و جماعت کے ناجی
فرقون مین وہ وہ جہگڑے ہوئے کہ گشت و خون تک نوبت پہونچی۔ بہت سے پیشوایان ملت نے خود سُنیون کے
ہاتہون سے ایسی ایسی اذیتین برداشت کین جنکو سُنکر دل کانپ اُٹھتا ہے۔ امام زاہد شیخ الاسلام
انصاری نے جو حنبلی تہے حنفیہ اور شافعیہ علما کے ہاتہون کیا کیا مصیبتین نہین اوٹھائین
پانچ مرتبہ ننگی تلوار اُنکی گردن پر رکہی گئی۔ وطن چہوڑکر بلخ جانا پڑا۔ سلطان الپ ارسلان
جب ہرات پہونچا۔ تو مشایخ شہر ایک بہانے سے شیخ الاسلام کے خلوت خانے مین گئے اور اُنکی سجادہ
کے نیچے ایک تانبہ کی سورت رکہدی اور سلطان سے مخبری کی کہ ابو اسمٰعیل مجسمیہ فرقے کی پیرو
مین اور اونہون نے اپنی محراب مین ایک بُت رکھ چہوڑا ہے۔ طرفہ ماجرا یہ ہے۔ کہ شیخ الاسلام
وہ بزرگ عالی درجہ ہین جن کی شان و عظمت کا اہل ظاہر و باطن دونون نے
اعتراف کیا ہے۔ حافظ کبیر ابو نعیم صاحب حلیہ جنکا نام آج تک ادب کے ساتھ
لیا جاتا ہے۔ اُنکی ایک زمانے مین یہ حالت تھی کہ مذہبی مخالفت کی وجہ سے
لوگون نے اُنسے ملنا چہوڑ دیا تھا۔ اُس زمانے مین حنبلیون اور اشاعرہ مین

۱ (ابن خ ص ۳۳۲) ۲ (تذ ج ۳ ص ۳۷۶ و ۳۷۹)

اِس قدر تعصب بھرا ہوا تھا کہ روز فتنہ و فساد برپا رہتا تہا۔ ایک دن جب حافظ ابو بکر ابن علی کی مجلس املا ختم ہوگئی تو ایک بیچارے شخص نے کہین یہ کہدیا کہ جسکو ابو نعیم کی مجلس درس مین جلنا ہو وہ اُٹھے۔ یہ کہنا تہا کہ اوسکی شامت آگئی۔ مجلس مین یہ سنتے ہی ایک ہنگامہ مچ گیا اور سارے اصحاب حدیث قلم تراشی لیکر اُس مصیبت زدہ پر دوڑ پڑے۔ قریب تھا کہ وہ اسی موقع پر قتل ہو جائے۔ خدا خدا کرکے اُسکی جان بچی۔ ہم انھین دو مثالون پر اکتفا کرتے ہین اور اس سے زائد یہ قابل تاسف قصے بیان کرنا نہین چاہتے حیف یہ ہو کہ جب کبھی جو کچھ کیا گیا ہمیشہ اُسکا نام نصرت دین اور حمایت ملت ہی رکہا گیا۔ اگر ہم اس باب کے اول اور آخر واقعات کو ملائین تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اختلاف و اتفاق کیلئے مذہب و عقائد کے اور بھی بہت سے اسباب ہین۔ عنوان ہذا کو ہم ذیل کی نتیجہ خیز حکایت پر ختم کرتے ہین۔ نحو کا امام یزیدی ایک روز امام ادب خلیل بصری سے ملنے گیا۔ خلیل اُس وقت ایک وسادہ (گدے) پر متمکن تھے۔ یزیدی کو آتا دیکھکر ایک طرف کو ہو بیٹھے اور وسادہ کا ایک حصہ خالی کر دیا۔ یزیدی نے بیٹھکر کہا کہ مین خیال کرتا ہون کہ میری وجہ سے آپ تکلیف سے بیٹھے ہین۔ یہ سنکر اُس ادیب بے نظیر نے یہ لاجواب جواب دیا۔ ماضاق موضع علی اثنین متحابین والدنیا لا تسع اثنین متباغضین۔ یعنی دو دوستون کیلئے کوئی جگہ تنگ نہین اور دو دشمنون کیلئے سارے جہان مین بھی وسعت نہین۔[۲]

---

[۱] (تنخ ج ص ۲۹۳ و ۲۹۴) [۲] (ابن خ ص ۳۳۰)

عنوان چہارم

حسن معاش

علمای سلف کی طالب علمی۔حق پسندی۔اور حالت اتفاق و اختلاف سے ہم بحث کر چکے۔اور جیسی کچھ بحث کی گئی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ایک نہایت ضروری پہلو پر ہنوز بحث باقی ہے۔وہ یہ کہ ہمارے علما نے دنیا مین کس طرح بسر کی اور اپنی معاش کو کس طور پر حاصل کیا۔اُنکے صفات کی تکمیل ایک حد تک اس موضوع پر منحصر ہے۔دنیا اور اوسکے معاملات اگر لغو ہوتے تو پانچون وقت کی نمازمین دین کی بھلائی سے پہلے دنیا کی بھلائی کی دعا نمانگی جاتی اور فقہ کی کتابون مین صرف عبادات کے ابواب ہوتے معاملات کے پیچیدہ مسائل کا ذکر نہوتا۔علما جب دُنیا مین رہے۔اور دُنیا کے تعلقات اُنھون نے پیدا کیے۔کسی انسان کے محکوم بنے کسی کے حاکم۔مختلف مشرب و خیال کے آدمیون سے مل جل کر اس عالم مین رہے تو فطرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ اُنھون نے ان تعلقات کو کیسا بناہا۔آیا سلیقے اور خوبی سے سب کے حقوق ادا کیے یا اُنکو تسامح اور بے پروائی کے نذر کرکے اُسکا دل خوش کن نام استغنا رکھا۔ایمہ مجتہدین نے جو موشگافیان مسائل معاملات مین کی ہین اور جو آسان راہین کاروبار کے متعلق نکالی ہین وہ اس امر کی زبردست شہادت ہین کہ

اعلیٰ درجے کے معاملہ فہم اور معاملاتِ دُنیا پر غور فرمانے والے تھے۔ اس عنوان میں سب سے اول ہم یہ دیکھینگے کہ عُلمای سلف نے اپنی معاش کن ذرائع سے پیدا کی اُسکے بعد یہ بحث کرینگے کہ اُنکے تعلقات مُلوک و رعایا کے ساتھہ کیسے رہے۔ آخر مین اُنکی مختلف حالات ایسے لکھینگے جنسے کسی نہ کسی پہلو سے اُنکے طرزِ معاشرت پر روشنی پڑیگی

کسب معاش

تجارت

تجارت مسلمانون کا مقدس پیشہ ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ سارے مسلمانون مین افضل صحابہ کرام تھے اور صحابہ مین مہاجرین کو فضیلت تھی۔ اور مہاجرین مین قریش کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا۔ قریش کا خاص پیشہ تجارت تھا جسکا ذکر کلام پاک مین جابجا موجود ہے۔ علماے سلف مین جن بزرگون نے معاش قوتِ بازو سے حاصل کی اُن کا رُجحانِ خاطر اکثر تجارت کی طرف رہا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل مین ایک جدول کے ذریعے سے اُن علما کے نام نامی مع اُس مال کے جسکی وہ تجارت فرماتے تھے عرض کرتے ہین۔ اس سے معلوم ہوگا کہ کیسے کیسے بڑے علماے اُمت نے تجارت کے وسیلے سے کسب معاش فرمایا تھا۔

نمبر	اسماے علما	مال تجارت	کیفیت
۱	حضرت سالم ابن عبداللہ	•	بازار مین لین دین کیا کرتے تھے (تذ ج ۱ ص ۷۷)
۲	امام یونس ابن عُبید	ریشمی پارچہ	(تذ ج ۱ ص ۱۳۰)
۳	داؤد ابن ابی ہند	ریشمی پارچہ	(تذ ج ۱ ص ۱۳۱)

نمبر	اسماے علما	مال تجارت	کیفیت
۴	امام ابوحنیفہ	ریشمی پارچہ	امام ممدوح کی صدر دوکان کوفے میں تھی اور اُنکے ایجنٹ جا بجا ملک میں پھیلے ہوئے تھے جو مال خرید کر صدر کو بھیجتے تھے مبلا ص ۱۵۱
۵	حضرت عبداللہ ابن مبارک	۰	امام ذہبی اُنکا ذکر یوں شروع کرتے ہیں الامام التاجر السفار دوسری موقع پر فرماتے ہیں انفق عمرہ حاجا و تاجرا۔ تذج ا ص ۲۵
۶	حافظ الحدیث عبدہ بصری	چاول اور ستو کی تج	(تذج ا ص ۲۷۵)
۷	عبدالرزاق حمیری	۰	امام ذہبی فرماتے ہیں حمل تجارۃ الی الشام۔ تذج ا ص ۳۴۴
۸	حافظ الحدیث فضل کوفی	۰	(تذج ا ص ۳۴۱)
۹	حسن بن ربیع کوفی استاد امام بخاری	بوریے	اسی تجارت کی وجہ سے اُنکا لقب بواری ہے۔ تذج ا ص ۴۴۴
۱۰	امام ابوالحسین نیشاپوری	۰	(تذج ص ۱۰۱)
۱۱	ہشام دستوائی	پارچہ	دستوا اہواز (عراق عرب) کا ایک پرگنہ تھا وہاں سے کپڑا لاکر فروخت فرماتے تھے اسی لئے دستوائی لقب پڑ گیا۔ تذج ا ص ۱۴۷
۱۲	امام ابن جوزی	تانبا	اُنکے گھرانے میں تانبے کی تجارت ہوتی تھی۔ آپ کبھی کبھی اپنے نام کے آگے صفار (ٹھٹیرا) لکھدیتے۔ تذج ۴ ص ۱۳۷
۱۳	حافظ الحدیث ابن بدیہ	ادویہ	اسی تجارت کے سبب سے اُنکا لقب عشاب ہو گیا تھا تذج ۴ ص ۲۱
۱۴	ابویعقوب لغوی	چربی لٹھا	(ابن ج ا ص ۳۱۵)
۱۵	محمد ابن سلیمان	گھوڑے	(تذج ۳ ص ۱۰۸)

حرفت	جن علمای سلف نے اپنی معاش حرفت کے ذریعے سے حاصل کی اور اُنکے نام ہمکو معلوم ہو سکے اُنکے نام اور کام نیچے کے نقشے میں درج کئے جاتے ہیں۔

نمبر	اسمائے علما	نام حرفت	کیفیت
۱	ابو الفضل مہند بن دمشقی طبیب مشہور	نجاری	اس فن مین وہ بہت ماہر تھے اور کثرت سے کام انکے پاس آتا بیمارستان کبیر شاہی شفاخانے کے اکثر دروازے اُنکے ہاتھ کے بنے تھے جامع مسجد دمشق کی گھڑیان (ساعات) اُنھون نے درست کی تھین اور اُنکی نگہبانی کے متعلق اُنکو تنخواہ ملتی تھی۔ عیون ج۲ ص ۱۹۱
۲	ابن طاہر	کتابت	صحیحین اور ابوداؤد سات سات بار اور سنن ابن ماجہ دس بار اجرت پر لکھی۔ تذ ج۴ ص ۴۰
۳	امام ابو الولید باجی	تار و کبنا	(تذ ج۳ ص ۳۷۱)
۴	ابو سعید نحوی	کتابت	دس ورق روزانہ لکھتے تھے۔ یہ کام کر کے عدالت قضا مین اجلاس کرتے۔ انہین اوراق کی اُجرت پر بسر اوقات ہوتی۔ نزہت ص ۳۸۱
۵	ابن الہیثم طبیب نامور	کتابت	تین کتابین سال بھر مین لکھتے مجسطی اور سطات اقلیدس انکی قیمت ڈیڑھ سو اشرفی لیتے اور اُنہین روپیون پر بسر کرتے۔ (عیون ج۲ ص ۹۱)
۶	امام ابن الخاضبہ	کتابت	(تذ ج۴ ص ۲۴)

ملازمت

ملازمت اس لحاظ سے کہ وہ انسانی آزادگی پر ایک ٹکس اور بھاری ٹکس لگانے والی ہے اُن مزاجون کو راس نہین جو سارے عالم کے بکھیڑون سے ایک علم کے خاطر

آزاد اور بے تعلق رہنا پسند کرتے ہین - اور اس وجہ سے ابتداءً ہمکو اس سے ایوسی تھی کہ ہم اس حصۂ عنوان ہذا کو معمور کرسکین گے - مگر واقعات نے ہماری مایوسی کو بدگمانی ثابت کیا اور حالات نے بتلایا کہ علمائے سلف نے علمی شان کو قایم رکھکر اعلی سے اعلی دنیاوی عہدے حاصل کیئے اور اونکے فرائض قابل ستائش طریقے سے انجام دیے ہین - ہم ذیل مین چند اُن علما کے اسم گرامی درج کرتے ہین جو عہدۂ جلیلۂ وزارت تک ترقی کرکے پہونچے - اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس سے کم درجے کے عہدے بھی اُنکی ذات سے ممتاز رہے ہونگے -

نمبر	اسماے علما	کس بادشاہ کے وزیر رہے	کیفیت
۱	امام ابوالفضل ابن خزابۂ بغدادی	ملک کافور والی مصر	امام دارقطنی نے اُنسے روایت کی ہے اور حافظ شارح اونکی نسبت فرماتے ہین - کان من الحفاظ الثقات - ویرددی فی حالة الوزارة (تذ ج۳ ص ۲۲۶، ۲۲۷)
۲	قاضی علامہ ابن نظیر	.	تذ ج۳ ص ۲۷۳
۳	امام ابن حزم	خلیفۂ مستظہر باللہ	تذ ج۳ ص ۳۲۴
۴	امام لغت ونحو اقلیلی	مکتفی باللہ خلیفۂ اندلس	ابن ج ص ۱۲
۵	کمال الدین فقیہ شافعی	نورالدین زنگی والی شام و مصر	قاضی ابن خلکان اُنکی نسبت کہتے ہین - کان عظیم الریاسة خبیرًا بتدبیر الملک - ابن ج۲ ص ۲۴
۶	مولانا تاج الدین ابرہیم پاشا رئیس الوزراء	سلطان بایزید یلدرم	شق ج۱ ص ۱۳۱

تلاش سے اور بھی مثالیں اسکی مل سکتی ہیں مگر نمونہ کیلئے اسی قدر شاید کافی ہونگی کم درجے کی ملازمتیں اختیار کرنے سے بھی علما کو احتراز نہیں رہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ امام اسمٰعیل جو امام اوزاعی کے استاد ہیں خلیفہ منصور کے توشہ خانہ (خزانۂ ثیاب) کے داروغہ تھے۔ اسی سلسلہ میں ہم کچھ نظیریں اُن علما کی پیش کرنا چاہتے ہیں جو وقتاً فوقتاً ایک دربار کی جانب سے دوسرے دربار کو بطور سفیر تشریف لیگئے۔ سب سے زیادہ قابل غور امام شعبی اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کی مثالیں ہیں۔ اول الذکر میں یہ امر لائق لحاظ ہے کہ جس دربار کو سفارت لیگئے وہ غیر مسلم دربار تھا۔ اور دوسرے میں وہ تعدد او تجدید قابل ملاحظہ ہے جو سرگروہ سلسلۂ سہروردیہ کو دنیاوی تعلقات اور علائق سے تھی۔ یہ مثالیں بیّن ثبوت اس امر کی ہیں کہ علمائے کرام کو ہر حال میں مسلمانوں کے مصالح دینی کے ساتھ دنیاوی مصلحتوں پہ نظر رہی ہے۔ اور دونوں کو انہوں نے قابل توجہ خیال فرمایا ہے۔

نمبر	اسمائے علما	کس دربار کیجانب سے سفیر ہوئے	کس دربار میں گئے	کیفیت
۱	امام شعبی	خلیفہ عبدالملک اُموی	قیصر روم	قیصر کے دل پر انکی دانشمندی کا بہت اثر ہوا اور اُسنے خلیفہ کو لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسے شخص کے ہوتے مسلمانوں نے کیوں دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا۔ جب واپس آئے یہ خلیفہ نے یہ رقعہ امام شعبی کو سنایا تو آپ نے کہا اور کیا خوب کہا کہ قیصر نے مجھکو تو دیکھا مگر آپکو نہیں دیکھا۔ آپکو

(۱) تذ، ج ص ۳۰

				دیکھ لیتا تو ایسا نہ لکھتا - تذ ج ص ۴۷
۲	شیخ الشیوخ صدر شیخ شہاب الدین سہروردی	دیوان عزیز یعنی دربار بغداد	دربار اربل	ابن ج ص ۴۵۱
۳	حافظ ابن ماکولا	دیوان عزیز	طغا خان والی سمرقند	تذ ج ۴ ص ۵
۴	امام ابو المحاسن بن تقی	دیوان عزیز	نور الدین زنگی	اسوقت انکی عمر ۳۰ برس کی تھی - تذ ج ۴ ص ۱۵۸
۵	امام ابو سعد یعقوب بن اخ شیرازی	دیوان عزیز	متعدد دربار	تذ ج ۴ ص ۱۵۰
۶	محمد ابن سلامہ قضاعی	دربار مصر	دربار روم	حمیدی نے ان سے روایت کی ہے - ابن ج ۱ ص ۴۶۲
۷	کمال الدین بن یونس شافعی	خلیفہ مقتفی باللہ	قلیج ارسلان والی روم	ابن ج ۱ ص ۴۷۲
۸	علامہ قوشچی شارح تجرید	مرزا الغ بیگ والی سمرقند	سلطان محمد خان فاتح	ان دونوں سلطنتوں مین نزاع تھا اسی لیے یہ بھیجے گئے تھے - انکی حسن سعی سے صلح ہوگئی - شقائق ج ۱ ص ۱۷۷

تمول

اہل کمال کیلئے مالدار ہونا انکی خوبی میں داخل نہیں اور نہ اس کے عدم یا وجود سے انکی عظمت کم یا زیادہ ہوسکتی ہے - بایں ہمہ متمول ہونا اور باکمال ہونا یہ دونوں صفتیں باہم منافی بھی نہیں - حالات خاص نے اسکا مخالف پہلو ذہنوں میں راسخ کردیا ہے اور اس پہلو کے ذہن نشین ہونے سے بجای نفع کے قوم کو نقصان پہونچا ہے ہم اس غلطی کو رفع کرنیکے لئے مختصر سے واقعات ایسے عرض کرنیکے درپے ہیں جو علمای دین اور ائمہ مذہب کے تمول کا ثبوت دیں ان میں سے بعض واقعات یہ بھی دکہلائینگے کہ جو دولت سرمایہ غفلت تصور کی گئی ہے وہی نیک اور لائق ہاتھوں میں پہونچکر کیسی خیر و برکت کی باعث ہوسکتی ہے -

امام دعلج بغدادی جو دارقطنی کے استاد ہیں انکی سرکار سے مکہ مکرمہ - عراق اور سجستان کے علمای حدیث کے وظائف مقرر تھے - مکہ مکرمہ مین ایک مکان

جسکا نام دار العباس تھا اونہوں نے تیس ہزار اشرفی کو خرید اتھا۔ جب اُنہوں نے وفات پائی تو معز الدولہ نے تین لاکھ اشرفیاں اُنکے ترکے میں سے لیلیں[۱]۔ امام ابو الہیثم کی نسبت لکھا ہی کہ بہت مالدار تھے۔ تین یا چار دفعہ اُنہوں نے اپنے ہموزن چاندی خیرات کی تھی[۲]۔ حافظ ابن العربی کے تمول اور فیاضی کا اندازہ اس سی ہو سکتا ہی کہ شہر اشبیلیہ (واقع اندلس) کی شہر پناہ اُنہوں نے اپنی جیب خاص سے تعمیر کرائی تھی[۳]۔ حافظ رئیس ابن ابی ذہل ہروی کی سالانہ آمدنی اتنی تھی کہ عشر کی بابت ایک ہزار خروار غلہ کی سال بسال اُنکی سرکار میں آتی تہیں۔ امام ذہبی اُنکی نسبت فرماتی ہیں کان کثیر الاموال[۴] قاضی عیاض صاحب مشارق الانوار کو اپنے عہد میں اس قدر رفعت اور ریاست حاصل تھی کہ کبھی کسی کو اُنکے شہر مین نصیب نہیں ہوئی۔ امام موصوف فرماتے ہیں کہ جس قدر اُنکی رفعت بڑہی اُسی قدر اونکی تواضع اور خوف الٰہی میں ترقی ہوتی گئی[۵]۔ شیخ ابو حامد اسفرائنی کی نسبت ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

انتہت الیہ ریاسۃ الدنیا والدین ببغداد[۶]

علما کے تعلقات سلاطین کے ساتھ اور اُنکا اثر سلاطین پر

انقلاب زمانہ نے جو تہ بتہ پردے علمائے سلف کے حالات پر ڈالے ہیں انہوں نے اُنکی بہت سی اعلیٰ اور مفید صفتیں نظروں سے چہپادی ہیں۔ جب اُنکے صفات کی اصلی تصویریں چہپ گئیں تو ذہنوں میں غلط نقشے کہنچے اور جیسے وہ نہ تھے ویسے وہ مانے گئے۔ اور جب ان غلط نقشوں کی پیروی کیگئی تو قدم راہ صواب سے دور جا پڑی۔ اور مقصود فوت ہوگیا۔ علمائے کرام کی نسبت

---

[۱] (تذکرہ ج ۳ ص ۹۰) [۲] (تذکرہ ج ۱ ص ۲۳۶) [۳] (تذکرہ ج ۴ ص ۹۱) [۴] (تذکرہ ج ۳ ص ۲۱۴) [۵] (تذکرہ ج ۴ ص ۲) [۶] (ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۹)

گویا یہ مسلّمہ مسئلہ ہی کہ اُنکو سلطنت و سلاطین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ کچھ تعلق اُنکے لیئے
زیبا ہی اسی خیال کا یہ اثر ہی کہ ہم صدیوں سی علما اور سلاطین کو باہم محض نا آشنا اور بیگانہ پاتے
ہیں۔ جن دقیق نگاہوں نے سوسائٹی کے حالات اور اُسکے باہمی تعلقات کی پوری پوری
چھان بین کی ہے اُنھوں نے پتہ لگایا ہی کہ مختلف تمدنی گروہ کسی نہ کسی قانونی سلسلہ میں
ضرور جکڑے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی مناسب جگہ پر کسی نہ کسی اصول کے مطابق قائم
ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ اپنی جگہہ سے
ہٹ جاے تو نظام قومی درہم برہم ہو جائیگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب علما
کا قدم سلسلہ انتظام سے نکل گیا تو جو کام اُس عظیم الشان سلسلہ میں اُنکو کرنے
تھے وہ ابتر ہو گئے اور اس طرح حکومت و خلافت کی وہ ہیئت کذائی قائم نہ رہی
جو مقننِ اسلام نے کھینچی تھی۔ ہم نے جس تعلق کی نفی اوپر کی ہے اُس سے ہماری
مراد وظیفہ خواری یا صلہ بخشی کا تعلق نہیں ہی بلکہ وہ تعلق مراد ہی جو ایک رکن انتظام کو
اُسکے سرگروہ کی ساتھ ہوتا ہی ہماری تمہید کو جو حضرات ملاحظہ فرمائیں وہ علما کا مفہوم ذرا
عالی ذہن میں قرار دیں ورنہ ہمارے الفاظ بہشتی سے زیادہ رتبہ حاصل نکریں گے۔ یہ امر
ظاہر ہے کہ ہر منصب اور مرتبہ خاص خاص صفات چاہتا ہی اور جبتک انسان وہ صفات
نہ پیدا کرے اُس منصب کے لائق نہیں ہو سکتا۔ جن علما کے سلسلۂ انتظام سی خارج
ہو جانیکی وجہ سے ہم نے سلسلۂ حکومت کو ابتر قرار دیا ہی وہ علما وہ تھی جو مدبرانہ دل
و دماغ رکہتے تھی اور معاملہ کو معاملے کیے پہلو سے سمجھنے والے تھی نہ کسی اور پہلو سی
ہم جو واقعات اس سلسلہ میں پیش کریں گے وہ شائد اس بات کی ثابت کرنیمیں
قاصر نہ رہیں کہ علما نے جو سلطنوں اور سلاطین سی تعلق پیدا کیا تو وہ تعلق عامسلین اور خود

سلطنت کے حق میں کیسا مفید ہوا۔ اور کیسی دینی اور دنیادی برکتیں اُنسے مسلمانونکو پہونچیں۔ جو تعلق ایسا فائدہ مند اور نافع تھا وہ حقارت اور نفرت سے دیکھے جانیکے لائق نہ تھا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بہت سے علماے کرام وقتاً فوقتاً یا ہمیشہ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے ایسے تعلقات کو عار بلکہ مضر تصور فرمایا ہی مگر ساتھ ہی اسکے ہجری صدیوں کے اوائل میں کچھ نہ کچھ علماے کرام ہمیشہ ایسے بھی موجود ہوتے تھے جو ان تعلقات کو اختیار فرماتے تھے اور اس طرح دینی و دنیاوی سلسلوں میں سکندری قائم نہیں ہونے پاتی تھی۔ امام اعظم نے عہدہ قضا قبول نہیں فرمایا اور اس سختی سے انکار فرماتے رہے کہ دُرے کھائے قید بھگتی۔ اُنہیں کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ سارے قاضیوں کے سرگروہ بنے اور ہارون الرشید کی مشہور خلافت کی خوبیوں میں ایک خوبی اُنکی ذات سے پیدا ہوئی۔ ع وللناس فیما یعشقون مذاہب

حضرت عمر ابن عبدالعزیز جنکی خلافت خلافت راشدہ مانی گئی ہی اور جنکے عہد حکومت نے عالم کو عدل و انصاف سے مالامال کر دیا تھا اگر ایک امام تابعی کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو بظاہر اسباب دنیا اُنکی حکومت کی نعمت سے محروم رہتے۔ اور از سر نو عالم میں اسلامی تازہ روح نہ پھکتی۔ جب سلیمان ابن عبدالملک خلیفہ دمشق کو شدت مرض نے مایوسی کے انداز دکھلائے اور رحلت کے قرب کی پیشین گوئی کی تو اُسکو اپنی جانشین کے تعین کی فکر ہوئی۔ ایک کاغذ پر اوس نے ولی عہد کا نام لکھا اور مشورہ کیلئے امام رجاءؒ ابن حیاۃ کے سامنے پیش کیا۔ امام ممدوح نے جو اُس کو پڑھا

عہ تابعین کے چوتھے طبقہ میں فن حدیث کے امام ہیں۔ مکحول نے اون کو سید اہل شام بتایا ہے اور بعض نے شامیوں میں سب سے زیادہ فقیہ اون کو مانا ہے۔ ۱۲ (تذکرہ ص ۱۰۵)

تو اُس میں خلیفہ کے ایک نابالغ بیٹے کا نام درج پایا یہہ دیکھکر اُنہوں نے سلیمان سے فرمایا کہ خلیفہ کو قبر میں آسودگی مطلوب ہو تو اپنا جانشین مرد لائق مقرر کرنا چاہئے خلیفہ کے دل میں اُنکا یہہ کلام چبھا اور اوس نے کہا کہ میں مکرر غور کر لوں۔ ایک یا دو منٹ کے توقف کے بعد اوس نے وہ کاغذ چاک کر ڈالا اور امام ابن حیاتؒ کو بلا کر پوچھا کہ میرے بیٹے داؤد کی نسبت تمہاری کیا رای ہے۔ امام نے فرمایا کہ وہ قسطنطنیہ کی مہم پر یہاں سے صدہا میل دور ہے اور نہ معلوم اس وقت زندہ بھی ہو یا نہیں۔ خلیفہ تو پھر میں کس کو ولی عہد مقرر کر لوں۔ امام جو امیر المومنین کی رای میں اس منصب کے قابل ہو۔ خلیفہ۔ عمر ابن عبد العزیز کی نسبت تمہارا کیا خیال ہو۔ امام۔ میرے خیال میں وہ نیک۔ فاضل اور سلیم الطبع ہیں۔ خلیفہ تمہاری راے درست ہے وہ ایسے ہی ہیں اور میں اُنہیں کو ولی عہد کرونگا۔ یہہ کہکر سند ولی عہدی حضرت عمرؒ ابن عبد العزیز کے لئے لکھی اور اوس کو سر بمہر کر دیا۔ اسکے بعد کوتوال شہر کو طلب کر کے حکم دیا کہ خاندان خلافت کے کل ارکان حاضر کئے جائیں۔ جب حاضر ہو لئے تو امام رجا نے حسب ایمای خلیفہ اوس سر بمہر کاغذ پر سب سے بیعت لی اور بعد بیعت اُنکو رخصت کر دیا۔ اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد اجل نے سلیمان کو زیادہ مہلت نہیں دی اور چند ہی ساعت کے بعد اوس کو ملک و مال سے جدا کر دیا۔ امام ابن حیاتؒ نے ایک معتمد خلیفہ کے ایوان کے دروازہ پر بٹھا دیا کہ کسی کو اندر نہ جانے دے اور اس طرح اوسکی وفات کی خبر کو شائع ہونے سے روک دیا۔ اس انتظام سے فارغ ہو کر اُنہوں نے کوتوال کے ذریعہ سے پھر اہل بیت خلافت کو بلایا اور دوبارہ اُس سر بمہر فرمان پر اون سے بیعت لی۔ جب بیعت ہو چکی اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اب کل کارروائی مستحکم ہے

توانہوں نے فرمایا کہ خلیفہ نے وفات پائی۔ اور یہ کہکر اُس کاغذ کو کھولکر سنایا جب ہشام ابن عبدالملک نے (جو دعویدار خلافت تھا) حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا نام سنا تو کہنے لگا کہ قسم ہے رب کی ہم کبھی اُنکی بیعت نہیں کرسکتے۔ امام رجاء نے کہا کہ بہتر ہے کہ کھڑے ہو اور آکر بیعت کرو ورنہ تلوار سے تمہارا ہی فیصلہ ہو جائیگا۔ ہشام کو موقع کا رنگ دیکھکر چار ناچار بیعت کرنی پڑی۔ ہشام کی بیعت کے بعد امام رجاء نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا بازو پکڑا اور منبر پر بٹھا دیا۔ منبر پر پہونچتے ہی اُنکی خلافت کا عملی دور شروع ہو گیا۔ اس واقعہ سے امام رجاء ابن حیاۃ کی قوت فیصلہ۔ حسن تدبیر۔ اور استقلال طبیعت جیسا کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ الفاظ خود بتارہے ہیں ہمارے جتانیکی کچھ حاجت نہیں[1]۔ امام ابو یوسف کا جو اقتدار خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں تھا اُس سے ایک عالم واقف ہے۔ ابن خلکان اُنکی نسبت لکھتے ہیں کہ ابو یوسف علم و حکمت اور ریاست و اقتدار میں انتہا کو پہونچے ہوئے تھے اُنکے زمانہ میں اُن سے بڑھکر کوئی دربار میں نہ تھا[2]۔ یہ بات تسلیم کیگئی ہے کہ مذہب حنفی کی اشاعت میں امام ابو یوسف کے اقتدار نے غیر معمولی قوت پیدا کردی تھی۔ امام یحیٰی ابن یحیٰی مصمودی جو حضرت امام مالک کے شاگرد رشید اور موطا کے ناقل ہیں ملک اندلس کے امرا و سلاطین کے یہاں بہت محترم تھے اسی اقتدار کے اثر سے امام مالک کا مذہب ملک اندلس میں پھیلا[3]۔ ایک امام وقت حضرت یحیٰی ابن اکثم دربار مامونی میں اول درجہ کے ذی اثر رکن تھے۔ ابن خلکان اُنکی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ اُنکے علم۔ فضل۔ ریاست و سیاست اور اُس تعلق سے جو اُنکو خلفا اور سلاطین ساتھ رہا نا واقف ہی۔ مامون الرشید کے مزاج پر وہ اس قدر حاوی تھے کہ کسیکی وقعت

۱ (کامل ابن اثیر ج۵ ص ۱۵ و ۱۶) ۲ (ابن خ ج۲ ص ۳۰۴) ۳ (ابن خ ج۲ ص ۲۱۶)

اُن سے زیادہ خلیفہ کی دلبستگی تھی۔ چونکہ خلیفہ کو علوم میں کمال تھا اس لئے اُس نے اُنکے
علم و عقل کے مرتبہ کو کماحقہ سمجھا تھا۔ عہدۂ قاضی القضاتی پر وہ ممتاز تھے۔ تدبیر مملکت
میں اُن کو اس قدر مداخلت حاصل تھی کہ وزرا کے احکام اُنکی رائے لینے کے بعد نافذ ہوتے
تھے[1]۔ سلطان شہاب الدین غوری کی (جسکا نام تاریخ ہندوستان میں آج تک روشن ہے)
مدد آغازِ کار میں امام فخر الدین رازی نے اپنے مال و دولت سے فرمائی تھی۔ جب وہ بڑھکر
سلطان ہوگیا تو یہ اُسکے دربار میں گئے اور شہاب الدین نہایت احترام کیساتھ پیش
آیا اسی طرح[2] امام ممدوح دربار خوارزم میں مقرب اور محترم تھے[3]۔ امام زہری خلیفہ عبدالملک
اور ہشام کے مقربین میں تھے[4]۔ اور خطیب بغدادی عز الدولہ کے مقربوں میں داخل تھے[5]
مولانا قونیوی کی نسبت لکھا ہے کہ سلطان روم کے حضور میں اُنکو نہایت ہی قدرت و تمکین
حاصل تھی اور نو برس تک وہ اسی شان سے مقبول بارگاہ سلطانی رہے[6]۔ امام غزالی نے جب
امیر المسلمین یوسف ابن تاشفین کی تعریف سنی تو اُس سے ملنے کیلئے افریقہ کو روانہ ہوئے۔ امام ممدوح
ہنوز منزل مقصود تک نہ پہونچے تھے کہ امیر موصوف کو اجل نے عالم آخرت میں پہونچا دیا۔
یہ خبر امام غزالی نے اسکندریہ میں سنی اور وہیں سے واپس چلے آئے[7]

ابن رافع قشیری حافظ حدیث اپنے مکان پر حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے اور طلبہ
کے علاوہ خراسان کے امیر نامور طاہر کی اولاد بھی مع خدم و حشم حاضر درس ہوتی تھی شیخ
کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکرانے کی تاب و مجال نہ ہوتی تھی
ملک عادل سلطان صلاح الدین کا بھائی بڑی دبدبہ اور سطوت کا فرماں روا گزرا ہے۔

---

1 (ابن ج۲ ص ۱۷۱) 2 (ابن ج۱ ص ۴۷۵) 3 (ابن ج۱ ص ۵۱۴) 4 (تذ ج۳ ص ۳۴۴)
5 (العقد المنظوم ص ۳۶۹) 6 (ابن ج۲ ص ۳۷۰) 7 (تذ ج۲ ص ۹۳)۔

ایک مرتبہ محدث امام عبد الغنی دمشقی اس سے ملنے گئے تھے۔ ملک عادل کا بیان ہے کہ جس وقت حافظ عبد الغنی میرے سامنے آئے تو مجکو یہ معلوم ہوا کہ ایک شیر آگیا[۱]۔ امیر تیمور نے ایک روز اپنا ایک قاصد کسی ضروری کام پر روانہ کیا تھا اور اسکو یہ عام اجازت تھی کہ ضرورت کیوقت جسکا گھوڑا ملجاے اسپر سوار ہولے۔ قاصد کو چلتے چلتے کسی موقع پر سواری کی حاجت ہوئی۔ اتفاقاً اوسی موقع پر علامہ تفتازانی مصنف مطول خیمہ زن تھے۔ اور اون کے خیمے کی پیشگاہ میں انکے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ برید وہاں گیا اور جاتے ہی بیدھڑک ایک گھوڑا کھول لیا۔ علامۂ ممدوح اسوقت اپنے خیمے کے اندر تھے۔ اس قصہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے علامۂ تفتازانی کی شکایت پیش کی۔ امیر تیمور کا جو حال یہ ماجرا سنکر ہوا ہوگا آسانی سے قیاس میں آسکتا ہے۔ ہیجان غضب کے سبب تھوڑی دیر ساکت رہا اسکے بعد کہا کہ اگر شاہرخ یہ حرکت کرتا تو بیشک سزا پاتا مگر میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا جسکا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے پیشتر فتح کر چکا تھا[۲]۔ عمرو صفار والی خراسان امام خفاف سے کہا کرتا تھا کہ چچا اگر میں کوئی کام آپکی مرضی کے خلاف کروں تو آپ میری گردن اڑا دیں[۳]۔ سلاطین عثمانیہ میں سلطان سلیم خاں بڑی جلال اور ہیبت کا بادشاہ ہوا ہے۔ ایک موقع پر اسکو ملازمان خزانہ پر غصہ آگیا اور اون میں سے ڈیڑہ سو آدمیوں کے قتل کا حکم دیدیا۔ مولانا علاؤ الدین جمالی ان دنوں قسطنطنیہ میں مفتی تھے۔ انہوں نے جو یہ سخت حکم سنا تو ان بیکس ملازموں پر رحم آیا اور سلطان کو سمجھانے کیلئے وہ باب عالی کو تشریف لے گئے۔ قاعدہ یہ تھا کہ مفتی صدر بدون

۱ (تذ ج ۴ ص ۱۶۹) ۲ (شق ج ۱ ص ۹۵) ۳ (تذ ج ۳ ص ۲۲۸)

کسی حادثہ عظیم کے باب حالی کا قصد نہیں کرتا تھا۔ جب یہ ایوان فیروز میں داخل ہوئے
تو سارے اہل دیوان حیران رہ گئے کہ خدا خیر کرے کہ مفتی صاحب کیسے تشریف لائے
غرض حضور سلطانی میں انکی اطلاع ہوئی اور پھر اجازت ملی کہ تنہا آئیں۔ یہ تنہا وہاں
پہونچے اور سلام کرکے بیٹھ گئے بیٹھنے کے بعد سلسلۂ تقریر یوں شروع کیا۔ جو علما منصب
فتوی رکھتے ہیں انکا فرض ہے کہ سلطان وقت کی آخرت درست رکھنے کی فکر رکھیں میں نے
سنا ہے کہ سلطان نے ڈیڑھ سو آدمیوں کے قتل کا حکم دیا ہے حالانکہ شرعًا یہ تجویز نا جائز ہے
لہذا میں عفو سلطانی کی استدعا کرتا ہوں۔ سلطانکو اپنے مفتی کی یہ مداخلت نہایت
شاق و ناگوار معلوم ہوئی اور قہر آلود ہو کر کہا کہ تمکو اپنی حد اختیار سے بڑھنا اور امور سلطنت
میں دخل دینا نہیں چاہیے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں معاملات سلطنت میں دخل نہیں
دیتا بلکہ عاقبت سلطانی کی عافیت چاہتا ہوں اور میرا یہ فرض ہے۔ ان عفوت فلک النجا
والا فلک عقاب عظیم سلطانکے دل پر اس کلام کی جلالت اثر کر گئی اور غصہ فرو ہو گیا
اور ان تمام ملازموں کی خطائیں معاف کر دیں۔ جب مفتی ممدوح نے اٹھنے کا قصد
کیا تو فرمایا کہ میں سلطانکی آخرت کے متعلق تو فرض منصبی ادا کر چکا اب ایک بات
شان سلطنت کی نسبت کہنا چاہتا ہوں۔ سلطان نے پوچھا کہ وہ کیا تو انھوں نے جواب
دیا کہ یہ سب بیچارے آپکے غلام ہیں۔ کیا یہ مناسب ہو گا کہ غلام شاہی ہو کر در بدر
بھیک مانگتے پھریں۔ سلطان نے فرمایا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا تو انکی جگہ پھر انہیں کو عطا فرمائی
جائے۔ سلطان نے ازراہ مراحم خسروانہ اسکو بھی قبول کیا مگر یہ کہا کہ ان کو قصور کی
سزا ضرور دی جائیگی۔ مفتی ممدوح نے فرمایا کہ میں مجکو کچھ کلام نہیں ہے کیونکہ تعزیری سزا رائے
سلطانی پر منحصر ہے۔ اتنا کہکر سلام کیا اور گھر کو چلے آئے[1]

1 (شق ج م ص ۳۲۴)

ملک پر اثر

اس بیان میں شاید کسی تمہید کی حاجت نہیں ہو۔ علما کی جو عظمت ہمیشہ مسلمانوں کے دل میں رہی ہو اُسکے کچھ نہ کچھ آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ علماے سلف کو مقبولیت عامہ خلق میں حاصل رہی ہو اور عموماً اہل ملک نے جس محبت اور ادب کی نظر سے اُنکو دیکھا ہو اوسکی کیفیت پڑھکر ایک قسم کا تحیر پیدا ہوتا ہے۔ اگر صرف اُنکے ہم مسلک اور ہم مذہب لوگ اونکی توقیر کرتے اور اُنپر قربان ہوتے تو ہم یہ سمجھتے کہ مذہبی خیالات کا یہ سارا کرشمہ تھا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مخالف فرقے اور یہود و نصارا ان کی تعظیم و محبت میں ایسے ہی سرگرم تھے جیسے خود اونکے ہم مشرب تو ہمکو یہ باور کرنا پڑتا ہے کہ محض مذہبی خیالات نہیں بلکہ علما کے اخلاق و صفات اس عظمت کے اہم اور اصلی اسباب تھے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اس مقبولیت کو اُس فیاضی خیال اور وسعت نظر سے بہت ترقی ہوتی تھی جو عموماً ہم علماے سلف میں پاتے ہیں اور یہ اون کی فیاضی کسی طبقے اور فرقے کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ عموماً بندگان خدا کیواسطے عام اور شامل تھی۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کا لشکر شہر رقہ میں خیمہ زن تھا۔ اتفاقاً اوسی موقع پر حضرت عبداللہ ابن مبارک امام حدیث کا گذر شہر مذکور میں ہوا۔ اُن کے استقبال کے لئے لوگوں کا یہ ہجوم ہوا کہ سارے اُفق پر غبار چھا گیا اور کشمکش میں آدمیوں کی جوتیاں پارہ پارہ ہوگئیں۔ حرم سراے خلافت کے چوبی برج سے خلیفہ کی ایک کنیز نے جو یہ ہنگامہ دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کسی نے کہا کہ خراسان کا عالم ابن مبارک اس شہر میں تشریف لائے ہیں اُنکے لینے کے لئے مخلوق کا ہجوم ہو رہا ہے۔ شوخ مزاج کنیز نے بیساختہ کہا کہ واللہ حکومت اسکو کہتے ہیں۔ ہارونکی

کیا حکومت ہے جبکے لیے لوگ اہلکاروں کے زور اور دباؤ سے جمع ہوتے ہیں۔[۱]
امام بخاری جب دربار علم سے کمال کا خلعت پہنکر اپنے وطن بخارا کو آئے تو بخاریوں نے
نہایت جوش کے ساتھ انکے استقبال کا اہتمام کیا۔ شہر سے تین میل کے فاصلہ پر
خیمے ایستادہ کئے گئے اور تمام اہل بخارا انکی پیشوائی کے واسطے آئے یہانتک کہ کوئی
قابل ذکر آدمی شہر میں نہیں رہا۔ شہر میں انکے اہل وطن انکو اس شان سے لائے کہ روپے
اور اشرفیاں انکے سر پر سے نثار کیجاتی تھیں۔ ہمارے خادم کا دوسرا مرکز شہر نیشاپور
بھی امام ممدوح کی تعظیم میں اپنے ہمسر بخارا سے پیچھے نہیں رہا۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ
جب امام بخاری کے تشریف لانیکی خبر نیشاپوریوں نے سنی تو بعض نے دو منزل اور بعض
نے تین منزل آگے جاکر ان کا استقبال کیا۔ اور شہر میں اس شان سے وہ داخل
ہوئے وہ شان میں نے کسی حاکم یا عالم کی آمد میں نہیں دیکھی[۲]۔ امام فیروزی جب ایک
دینی کام کے لئے شہر بغداد سے چلے تو ایک جم غفیر نے ان کی مشایعت کا قصد
کیا۔ انہوں نے ہرچند منع کیا لیکن جوش عقیدت میں کسی نے ممانعت کا لحاظ نہ کیا
سامرہ[۴] پہونچکر جو ہمراہیوں کا اندازہ کیا گیا تو پچاس ہزار آدمی تخمینے میں آئے[۳] ایک مرتبہ
شیخ ابو اسحٰق شیرازی خلیفہ بغداد کی طرف سے ایک خدمت پر خراسان تشریف لیگئے
تھے جب وہ نیشاپور سے معاودت کرنے لگے تو پیشوائے خراسان امام الحرمین نے
سوار ہوتے وقت انکے گھوڑے کی رکاب تھام لی۔ اسکا اثر تمام ملک خراسان
میں یہ ہوا کہ شیخ ممدوح کے گھوڑے کے سموں کے نیچے کی مٹی تبرک کے طور پر اٹھائی

---

۱ (ابن ج۲ ص ۲۴۸) ۲ (مقدمہ ص ۵۸۱ و ۵۷۸) ۳ (تذ ج۲ ص ۲۰۷ ج

۴ شہر بغداد کا ایک حصہ ۱۲

ہر آنکھوں سے لگائی گئی - سفیان ابن عیینہ جب کوفے میں تشریف لائے اور امام اعظم نے انکی آنے کی خبر سنی تو اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تمہارے شہر میں عمرو ابن دینار کے علم کا حافظ آیا ہے - امام صاحب کے اس مختصر جملے نے سارے اہل کوفہ کے دل ابن عیینہ کی جانب مائل کر دئے اور لوگ جوق جوق ابن دینار کی احادیث سننے کیلئے ان کی خدمت میں آنے لگے - اوس وقت ابن عیینہ کی عمر بیس برس سے کم تھی - وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے مجھکو اول محدث بنایا وہ ابو حنیفہ ہیں[۱] - علماء کے ساتھ عامۂ خلائق کا ایک جوش عقیدت صرف اونکی زندگی تک محدود نہ تھا اونکی وفات فرما جانیکے بعد بھی قائم رہتا تھا - بلکہ بعد وفات اور زیادہ نمایاں ہوتا تھا - امام طاؤس تابعی کا جنازہ جب اٹھایا گیا تو آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ جنازہ کسی طرح نہ نکل سکا آخر حاکم وقت نے فوج بھیجی اور اوسکے اہتمام سے جنازہ نکلا - خاندان نبوت کی چشم و چراغ حضرت عبداللہ ابن حسن (رضی اللہ عنہما) جنازہ کو اوٹھائے ہوئے تھے لوگوں کی کشمکش سے انکا لباس پارہ پارہ ہو گیا[۲] - امام الحرمین نے جب وفات پائی تو تمام شہر نیشاپور کے بازار انکے ماتم میں بند ہو گئے - اور جامع مسجد میں جس منبر پر وہ خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ توڑ دیا گیا[۳] - اسی طرح جب امام ابو یعلی موصلی کا انتقال ہوا تو اکثر بازار شہر کے بند کر دئے گئے[۴] - امام ابو جعفر طبری کی قبر پر کئی مہینے تک شب و روز نماز جنازہ پڑھی گئی[۶] - امام ابن ابی داؤد کے جنازے کی نماز اسی دفعہ ادا ہوئی کل نمازیوں کا تخمینہ کیا گیا تو تین لاکھ ہوا[۷] -

---

[۱] (ابن خ ص ۱۲۴) [۲] (ابن خ ص ۲۱۱) [۳] (ابن خ ص ۲۲۳) [۴] (ابن خ ص ۲۸۸)

[۵] (تذ ج ۲ ص ۲۷۵) [۶] (تذ ج ۲ ص ۲۸۲) [۷] (تذ ج ۲ ص ۳۲۳)

مخالف فرقوںکی محبت ہماری علما کے ساتھ

امام ابوالعلاء ہمدانی سے خوارزم کے لوگ جو عموماً معتزلی تھے نہایت محبت رکھتے تھے۔ حالانکہ امام ممدوح کو اپنے مذہب حنبلی میں بہت شدت تھی[1]۔ بغداد کے اہل سنت وجماعت اور شیعہ میں ایک بار تنازع ہوا تو فریقین نے امام ابن جوزی کو فیصلہ کیلئے حکم قرار دیا[2]۔ ایک زمانہ میں دمشق کا حاکم جو شیعی تھا خطیب بغدادی سے برہم ہو گیا تھا۔ اوس نے کوتوال شہر کو یہ ایما کر دیا کہ خطیب کسی حیلہ سے قتل کر دئے جائیں۔ امام ممدوح کو جب اس سازش کی خبر ہوئی تو اونہوں نے شریف ابوالحسن کے مکان میں پناہ لی۔ جب کوتوال نے اون سے خطیب کو طلب کیا تو شریف موصوف نے فرمایا کہ خطیب کا قتل بالکل خلاف مصلحت ہے۔ اگر وہ قتل کئے گئے تو یاد رکھو کہ عراق کے شیعوں کی ایک جماعت اون کے ساتھ قتل ہو جائیگی[3]۔

غیر مذہب کے لوگوں کی محبت علما کے ساتھ

عباد ابن عوام ناقل ہیں کہ جب امام منصور تابعی کا جنازہ اُٹھایا گیا تو میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے علاوہ یہود اور نصارا اپنے اپنے گروہ جدا جدا قائم کئے ہوئے اون کے جنازے کے ساتھ تھے[4]۔ امام ابوالعلا کبھی کبھی (ہمدان سے) اپنے وطن کو جمعہ پڑہنے جایا کرتے تھے۔ جب وہ تشریف لیجاتے تو اہل شہر آن کی مشایعت کے لئے شہر سے باہر کھڑے ہو جاتے۔ ایک جماعت مسلمانوں کی ہوتی اور ایک گروہ یہودیوں کا۔ جب اونکو دیکھتے تو دونوں فریق دعا دیتے[5]۔ ابوالفتح کمال الدین

---

۱ (تذکرۃ ص ۱۲۰) ۲ (ابن خ ص ۲۷۹) ۳ (تذکرۃ ص ۳۳۷)

۴ (تذکرۃ ص ۱۲۷) ۵ (تذکرۃ ص ۱۲۰)

شافعی کے پاس یہود اور نصارا توراۃ اور انجیل پڑہنے آیا کرتے تھے۔ فقیہ ممدوح نے اُنکے ماننے والونکی خاطر ان دونوں کتابونکی شرح لکھی تھی۔ امین الدولہ ابن تلمیذ بغداد کے مشہور عیسائی طبیب کا مکان شہرۂ روزگار مدرسہ نظامیہ کے پڑوس میں تھا۔ جب کوئی طالب علم مدرسۂ مذکور کا بیمار ہوتا تو یہ نیک دل طبیب اوس کو اپنے مکان پر لے آتا اُسکا علاج کرتا اور ہر قسم کی آسایش کی خبر رکھتا۔ اور بعد صحت پھر مدرسے میں پہونچا دیتا۔ طبیب موصوف کے حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب نفس اور شرافت خصلت میں وہ بے نظیر تھا۔ جب اُسنے وفات پائی تو (ابن خلکان کہتے ہیں) کہ شہر بغداد کے دونوں حصوں میں کوئی قابل ذکر شخص ایسا نہ تھا جو اُس کے جنازے کے ساتھ گرجے میں نہ آیا ہو[2]۔

علما کی معاشرت کے متعلق بعض اور حالات

اُنکا لباس عرب کا ایک مشہور مقولہ ہے الناس باللباس۔ علماے کرام جو باطنی خوبیوں سے آراستہ تھے اُنکے حالات شاہد ہیں کہ ظاہری صفائی اور پاکیزگی کی جانب سے بھی اُنکو بے توجہی نہ تھی۔ امام دار الہجرت حضرت مالک لباس نہایت پاکیزہ اور قیمتی پہنتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں نے اپنے شہر (مدینہ طیبہ) کے فقہا دیکھے سب کو خوش پوشاک دیکھا۔ امام ممدوح جس مکان میں نشست فرماتے تھے وہ نہایت پاک صاف رہتا تھا۔ اوس میں چاروں طرف مسندیں بچھی ہوتی تھیں اور ہر مسند پر جُدا جُدا پنکھے مہیا رہتے۔ اُن کی مجلس کا یہ حال تھا کہ کوئی

1 (ابن خ ج ۱ ص ۱۳۴) 2 (ابن خ ج ۲ ص ۱۹۳)

بلند آواز سے بات نکرتا[1]۔ امام ابو حنیفہ بھی بہت خوش لباس تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مبارک انکی نسبت فرماتے ہیں۔ کان حسن الوجہ حسن الثیاب[۵] ایک مرتبہ اونکی ایک چادر کا تخمینہ کیا گیا تو تیس[۳۰] اشرفی ہوا۔ اور ایک دوسرے موقع پر انکی پیراہن اور چادر کا اندازہ کیا گیا تو چار سو درہم ہوا۔ حماد اُن کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد اس قدر خوشبو کا استعمال کرتے تھے کہ جب وہ کہیں جانے تو لوگ خوشبو کی وجہ سے پہلی ہی سمجھ جاتے کہ امام اعظم آرہے ہیں[2]۔ شیخ الاسلام ہروی جن کا زہد مشہور ہے جب باہر تشریف لاتے تو لباس فاخرہ اُنکے جسم پر ہوتا اور بیش قیمت گھوڑا ران کے نیچے۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ افعل ھذا اعزازاً للدین۔ یعنی میں یہ اظہار حشمت دین کے معزز کرنیکے واسطے کرتا ہوں[3]۔

جسمانی ریاضت ہم نے اس تحریر میں بعض عنوان ایسے قائم کئے ہیں جو نظر بحالات موجودہ علمائے کرام کے ذکر میں اجنبی بلکہ بے محل معلوم ہوتے ہیں انھیں میں سے غالباً یہ سرخی بھی ہے۔ ہمارے قدیم مدارس میں جسمانی ریاضت کا منزلوں پتا نہیں ہے برخلاف اُنکے مدارس جدیدہ تعلیم علوم کے برابر اس کو بھی مہتم بالشان خیال کرتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کے دو مختلف اثر پیدا ہوئے ہیں نئی روشنی کے لوگ تو اسکو ترقی جدید کا ایک جلوہ سمجھ رہے ہیں۔ پرانی فیشن کے بزرگ اس کو داخل لہو ولعب اور ثاقت و متانت کے خلاف تصور فرما رہے ہیں تاریخی عدالت سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ دونوں خیال واقعیت سے دور ہیں۔ اہل علم میں جسمانی ریاضت کا اہتمام نہ تہذیب جدید کا نتیجہ ہے اور نہ خلاف متانت و وقار ہے۔

۱ (تبیض ص ۱۹۱) ۲ (خیرات حسان ص ۲۲، ۹۶) ۳ (تبیض ص ۱۸۱) ۵ صورت اور لباس دونوں پاکیزہ تھی ۱۲

صدہا برس گزرے جب بھی ہمارے علما مردانہ ورزشوں کے پابند تھے اور جو لوگ
پیشوا سے اُمت مانے گئے ہیں اُنہوں نے اسکی طرف خاص توجہ فرمائی ہے۔ لہذا
اس طریقے کو نہ جدید کہہ سکتے ہیں اور نہ خلاف شان علما۔ علما کے حالات ایک
طرف سے تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری کی مشق کی تاکید حضرت سرور کائنات نے
فرمایا ہے۔ اور صحیح بخاری میں اُس گھوڑ دوڑ کا ذکر ہے جسکا اہتمام آپنے بنفس نفیس
فرمایا تھا۔ اور جسمیں عبداللہ ابن عمرؓ بھی ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ اور اوس
اونٹوں کے دوڑ کا مذکور ہے جسمیں آنحضرت کی سواری کی اونٹنی دوڑی تھی۔ اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ جسمانی ریاضت ہمارے اہل علم کا خاص شعار ہونا چاہئے۔ اس
رسالہ کی تحریر کے لئے جو کتابیں میں نے دیکھیں اُن سے ثابت ہوا کہ علمای سلف
کی عمریں عموماً بڑی ہوئی ہیں اور اخیر عمر تک اُنکے قوی کام دیتے رہے ہیں۔ یہ حقیقۃً
اسی ریاضت کا کرشمہ تھا جسکے وہ عادی تھے۔ ورنہ اس زمانے کی طرح ضعف
دماغ اور جسمانی کمزوری اُس زمانے کے علما کی بھی خاص علامت قرار پاتی۔

امام ابن عون تابعی کے حالات میں لکھا ہے کہ اُنکو گھوڑے کی سواری کا شوق
تھا۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے گورخر میدان میں گھیر کر مارا تھا۔ گورخر کی چالاکی مشہور ہے
اوس کو میدان میں گھیرنا اور تلوار نیزہ یا تیر سے شکار کرنا بہت دشوار ہے۔ اس واقعے سے
امام ممدوح کی اعلیٰ درجے کی شہسواری اور فنون شکار سے پوری واقفیت کا
نشان ملتا ہے۔ امام شافعی نے تیر اندازی میں وہ ملکہ حاصل کیا تھا کہ قریش میں

ے علامہ عینی نے ہدایہ کی شرح بنایہ جب لکھی ہے تو اُنکا سن ۹۲ برس سے تجاوز کر چکا تھا۔ کتاب مذکور کے خاتمے میں
اُنہوں نے اس امر کی تشریح کی ہے اور فرمایا کہ اس شرح کے لکھنے کا اتفاق اکثر شب کو ہوا۔ (تذنیب ص ۱۴۰)

انکا ثانی نہ تھا۔ اور یہہ کمال بہم پہونچایا تھا کہ اُنکے دس تیر دس نشانے سے اُڑا دیتے تھے۔[1]
امام بخاری کو بھی تیر اندازی کا خاص شوق تھا۔ اور اکثر گھوڑے پر سوار ہوکر شہر سے باہر
اوس کی مشق کے لئے تشریف لیجاتے تھے۔ اُن کا ہاتھہ بھی ایسا سچا ہو گیا تھا کہ
کم تیر خطا جاتے تھے[2] علامہ ابو القاسم شافعی کی نسبت ابن خلکان لکھتے ہیں۔
کان علامة فی الفقه والتفسیر والحدیث والاصول والادب والشعر و علم
التصوف جمع بین الشریعة والحقیقة۔ جو لوگ ابن خلکان کی پر احتیاط روش
تحریر سے واقف ہیں وہ میرے اس بیان کی تصدیق کرینگے کہ مورخ مذکور نے یہ الفاظ محض گرمی
سخن اور آرائش بیان کے واسطے نہیں لکھے ہوں گے بلکہ واقعات نے یہہ الفاظ
اونکے قلم سے لکھوائے ہونگے۔ ہم کو اس موقع پر یہہ بیان کرنا ہے کہ علامۂ ممدوح کو
اتنے علوم میں کمال پیدا کرنے کے ولولے میں بھی جسمانی ورزش اور فنون ریاضت
کی طرف سے بے توجہی نہیں ہوئی۔ اور ان مشاغل عالیہ کے ساتھ اونہوں نے
گھوڑے کی سواری اور مردانہ فنون میں وہ مشق بہم پہونچائی کہ اُن کی چابک سواری
اور استعمال اسلحہ کی مہارت مرتبہ کمال کو پہونچی ہوئی تھی[3]

اپنا کام خود کرنا جو لوگ اپنا کام خود کرتے ہیں اون کو اپنی ذات پر بھروسہ اور
اعتماد ہوتا ہے اور اسی اعتماد سے دنیا میں بڑے بڑے کرشمے دکھلائے ہیں
جو لوگ اپنا کام خود نہیں کرتے اُن کے دل میں ایک قسم کی بزدلی پیدا ہوتی ہے
اور یہہ بزدلی انسانی حوصلے اور عزم کا بالکل ستیاناس کر دیتی ہے۔ حضرت سرور کائنات
کے حالات مبارک میں لکھا ہے کہ حضور اپنا کام خود دست مبارک سے

---

[1] (تدریب ص ۱۹۰) [2] (مقدمہ ص ۵۶۶) [3] (ابن خ ج ۱ ص ۳۰۰)

فرمایا کرتے تھے۔ بکریوں کا دودھ آپ دوہ لیتے۔ پھٹا کپڑا خود سی لیتے۔ نعلین مبارک ٹوٹ جاتیں تو ان کو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے غرض اپنے کام کیلئے دوسروں کو کم تکلیف دیتے۔ آپ کے خادم حضرت انس فرماتے ہیں کہ دس برس میں آپ کی خدمت میں رہا اس عرصے میں میں نے آپ کی خدمت اس قدر نہیں کی جتنے آپ نے میرے کام فرما دئے۔ علماء سلف کے حالات شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے پیشواے ملت (روحی فداہ) سے یہ سبق بھی حاصل کیا تھا اور جو قوی خداوند تعالےٰ نے انکو عطا فرمائے تھے انکا پورا شکر بجا لاتے تھے۔ امام ابن طاہر جب فن حدیث کی تحصیل کیلئے امام حبال کی خدمت میں حاضر ہونے چلے تو لوگوں نے انکو جتایا کہ امام موصوف بازار سے اپنا کام خود کر لاتے ہیں وہاں بھی انکو تلاش کر لینا۔ چنانچہ جب یہ انکے شہر میں وارد ہوئے تو اول بازاروں میں گشت لگایا۔ تلاش کرتے کرتے ان کو امام حبال ایک عطار کی دوکان پر اس ہیئت سے ملے کہ دامن میں وہ تمام ضرورت کی چیزیں بھری ہوئی تھیں جو وہ بازار سے خرید کر لائے تھے۔ اس واقعے کی قدر اس وقت بہت بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام ممدوح کی عمر اس زمانہ میں اناسی برس کی تھی[۱]۔ ابو الاسود دؤلی واضع فن نحو پر اخیر عمر میں فالج گرا تھا اور اس کے اثر سے انکے ہاتھ پانوں ماؤف ہو گئے تھے۔ اس معذوری کی حالت میں بھی وہ ہر روز پانوں گھسیٹتے ہوئے بازار کو جاتے اور اپنا کام کر لاتے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ضرورت ان کو اس تکلیف کرنے پر مجبور کرتی تھی کیونکہ ابو الاسود بہت آسودہ تھے اور بہت سی خادم

۱۔ (تذکرۃ ص ۳۸۵)

اُن کی سرکار میں حاضر رہتے تھے۔ ایک روز کسی نے اُن سے ازراہ تعجب دریافت کیا کہ اس قدر خادموں کے ہوتے ہوئے یہ شاقہ مصیبت ہر روز کیوں برداشت کی جاتی ہے اُس ادیب نے یہ مثل جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ آمد شد میں اتنا نفع ہے کہ جب میں گھر میں لوٹ کر آتا ہوں تو لڑکے بھی کہتے ہیں کہ آ گئے لونڈیاں بھی کہتی ہیں کہ آ گئے۔ اگر میں گھر میں پاشکستہ ہو کر پڑ رہوں تو بکریاں مجھ پر پیشاب بھی کریں تو بھی کوئی خبر نہ ہو[1]۔ یہ مقولہ عجب حکمت انگیز ہے۔ اور شخصی حالت سے لیکر قومی حالت تک یکساں موثر ہے۔ دنیا میں جو کچھ گرمی ہنگامہ ہے وہ سب حرکت کا نتیجہ ہے۔ اور سکوں ملکوں اور قوموں کی رونق کو درہم برہم کرنے والا ہے۔ جو قومیں ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھی ہیں وہ پامالی کے سوا اور کس چیز کی توقع اس عالم میں رکھتی ہیں۔ امام بخاری نے شہر بخارا کے باہر ایک مہمان سرا بنوائی تھی۔ اُس کی تعمیر کے وقت جو مزدور معماروں کو اینٹیں پہونچاتے تھے اُن میں خود امام بخاری بھی شامل تھے۔ یہ امام زبانی اپنے سر پر اینٹیں رکھکر لیجاتے اور راجوں کو دیتے۔ ایک شاگرد نے ازراہ دلسوزی ایک روز عرض کی کہ آپ کو اس محنت کی کیا ضرورت ہے۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ ھذا الذی ینفعنی[2] نفعنا اللہ تعالیٰ باتباع السلف الصالحین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] (ابن خ ص ۲۲۱) [2] (مقدمہ ص ۵۶۷) [3] یہ وہ کام ہے جو مجھکو نفع دیگا۔

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ مصنفان اسلام

ہجرت کی دوسری سے آٹھوین صدی تک مسلمان علمی سرمایون پر تنہا قابض
رہے ۔ کچھہ تو مذہبی جوش تھا اور کچھہ بنی امیہ اور بنی عباس کی فیاضیون
نے اون ہمتون کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ دوسری اور تیسری صدی مین
جو ترقی اوس کو ہو گئی وہ پھر نصیب نہ ہوئی ۔ مذہب نے تو اتنا کیا کہ اون کو
ان علوم شوق ہو گیا جن کو دین محمدی سے زرا بھی تعلق تھا ۔ لیکن ان فیاضیون
نے اس شوق کو چند قدم اور آگے بڑھایا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ یونان کے
سارے علوم و فنون مسلمانون مین امنڈ آئے ۔ سنہ ہجری کے پس
و پیش مین خالد بن یزید اموی نے یونانی زبان دانون کو جمع کیا اور ترجمہ
کی خدمت دی ۔ عبد الملک بن مروان اموی کے حکم سے نصر بن عاصم نے
سنہ ۹ھ کے پس و پیش مین نقطون کو با ترتیب وضع کیا جس سے ب ت ث وغیرہ

صرفون مین تمیز پیدا ہوئی - اسی خلیفہ کے عہد مین عربی زبان دولت اسلام
کے تمام محکمون مین بولیگئی جس سے وہ رفتہ رفتہ مصر- شام اور عراق کی مادری
زبان ہوگئی - اس کے بعد ہارون عباسی نے ترجمہ و تصانیف کا ایک بڑا محکمہ
بیت الحکمت قائم کیا جہان ژند - یونانی - سریانی - سنسکرت زبانون سے
عربی مین کتابین ترجمہ ہوئین - اس کے محکمہ مین حنین بن اسحاق - ثابت بن
قرہ - جیش بن الحسن وغیرہ نامور عیسائی مترجم پانچ پانچ سو اشرفی ماہوار پر مقرر
ہوئے - اور دو سو برس کے اندر ہی اندر بیت الحکمت نے یونان اور روم
کا سارا علمی خزانہ خالی کر دیا - اس عہد مین فضل بن یحی برمکی کے اہتمام سے
کاغذ بنانے کا کارخانہ جاری ہوا - مامون عباسی کا جوش اس سے
کہین بڑھا ہوا تھا اوس نے صرف اس شرط پر شاہ یونان سے صلح
دائمی اور ایک سو چالیس من سونا دینے کا وعدہ کیا کہ وہ حکیم لیو کو اجازت
دے کہ کچھ دنون امیر المومنین کو فلسفہ آکر سکھا جاے - مامون پہلا خلیفہ
ہے جس کے عہد مین دمشق - شماسیہ اور بغداد مین رسدگاہین قائم ہوئین
اوس نے صحراے سنجار مین اس قول کو تجربہ سے تحقیق کیا کہ کرۂ ارضی کا محیط
چوبیس ہزار میل ہے - چوتھی صدی سے پہلے جبکہ اسلام مین کوئی سررشتہ
تعلیم نہ تھا - ہم دیکھتے ہین کہ یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۶ہجری کے حلقہ
درس مین ستر ہزار طلبا کا ہجوم رہتا تھا - جامع بصری مین امام بخاری نے
جب لیکچر دینے شروع کئے تو دس ہزار کے قریب محدثین فقہ - خاص
اور اہل مناظرہ شامل ہوئے ایجاد و اختراع مین بھی مسلمانون نے کوئی
دقیقہ اُٹھا نہ رکھا - چنانچہ عربی زبان مین ایک ہزار چار سو مستند تاریخین
لکھی گئین - حافظ مغزلی نے ۸۰۰ھ کے پیس وپیش بین علم البیان کے

چند قاعدے لکھے جن کو متاخرین نے وسعت دی۔ قطرب المتوفی سنہ ۲۰۶ھ نے علم لغت وضع کرکے "کتاب المثلث" اس علم مین لکھی جس کی اکثرون نے تقلید کی۔ ابن المعتز عباسی المتوفی سنہ ۲۹۶ھ نے علم بدیع ایجاد کیا۔ امام غزالی نے تہافت الفلاسفہ علم کلام مین سب سے پہلے کتاب لکھی۔ اور ثابت کیا کہ فلسفہ یونانی جس قدر اسلام کے اصلی مسائل سے مختلف ہے خود غلط ہے۔ ثابت بن ناصر دمشقی یزید ثانی کے عہد مین ایک نامی فلاسفر تھا۔ اس نے آلات جاذب برق ایجاد کئے جن کے ذریعہ سے قوت کہربایہ بجلی کو بادلون سے جذب کرتی تھی۔ یزید نے ثابت کی اس ایجاد پر پانچ لاکھ روپیہ اوسے عطا کیا۔ عبد الملک بن مروان کے عہد مین جنگی جہاز بنائے گئے۔ لوہا پگلا کر ڈہالا گیا۔ سنہ ۹۰ھ کے پس و پیش مین علی بن تغلب گھڑی سازی مین مشہور رہا۔ زبیدہ خاتون نے شموم عنبری کو بزم تکلف مین جگہ دی۔ جغرافیہ کو وسعت دی گئی اور مختلف مقامات کے نقشے تیار ہوئے۔ سلیمان المتوفی سنہ ۲۳۷ھ نے ہند۔ چین اور لنکا کا سفر کرکے اپنے سیاحت کے حالات قلم بند کئے۔ مسلمان علم ہندسہ مین مشغول ہوئے اور اونہون نے اوس مین جیوب کو داخل کیا۔ یونان کے علم مثلث کو ارقام مین لائے۔ محمد بن موسیٰ المتوفی سنہ ۵۹ھ نے جبر و مقابلہ وضع کیا۔ علم ہیئت مین بنالی۔ ہیئت دان نے زمین کے نقطہ راس اور نقطہ ذنب کے منتقل ہو جانے کو دریافت کیا۔ بعض رسدگاہون مین مسلمانون نے دائرۃ البروج کے اوس میلان کو بھی دریافت کر لیا جو خط استوا کی طرف ہے۔ ابو ریحان بیرونی ایک نامی منجم نے سنہ ۳۸ھ کے پس و پیش مین حرکت زمین معلوم کی علم مناظرہ مین مسلمانون نے السکاس کا قاعدہ

دریافت کیا۔ کیمیا کو اصول پر قائم کرکے علم کی حیثیت مین لے آئے۔ ابن ہیثم نے روشنی کی حرارت اور جسمیت کو بدلائل ثابت کیا علم طب مین چیچک۔ سنگریزہ وغیرہ بیماریون کے لئے علاج تجویز کئے گئے اور بہت سی نئی دوائون کا اس علم مین اضافہ ہوا۔

سنہ ۴۲۸ھ سے باقاعدہ درس گاہون کی تعمیر بھی شروع ہوگئی۔ خاص شہر بغداد مین ۷۰۰ مدرسے قائم ہوئے جن مین ۳۰ بڑے کالج شامل تھے لیکن زیادہ سربرآوردہ دو کالج تھے ایک آل سلجوق کا "نظامیہ" جس مین چھ ہزار طلبا زانوی ادب تہ کرتے تھے اور جس کا سالانہ نظام الملک نے ۱۵ ہزار دینار مقرر کیا تھا۔ دوسرا آل عباس کا "مستنصریہ" جس کا سالانہ بیت المال سے ۶۰ ہزار مثقال (یعنے ساڑھے ۲۰ ہزار روپیہ کے قریب تھا) بغداد کی طرح اصفہان مین ۴۸۔ دمشق مین ۲۸ بیت المقدس مین ۴۸۔ نیشاپور مین ۵۔ قاہرہ مین ۲۰۔ قرطبہ مین ۸۰ نامی گرامی مدرسے مختلف وقتون مین قائم ہوئے۔ خاندان عباسیہ کو دیکھکر والیان اندلس کو بھی علمی ترقی کا خیال ہوا اور اون کی توجہ سے قرطبہ رشک بغداد ہوگیا۔ عبدالرحمن ناصر نے قسطنطنیہ افریقہ۔ مصر۔ شام۔ فارس۔ عراق وغیرہ ملکون سے کتابین منگوائین اور اپنے زمانہ کے مولفون کو انعام بھی دیا یہان تک کہ اوس کے پاس ۴ لاکھ کتابین جمع ہوگئین جس سے یہ فائدہ ہوا کہ اندلس مین جم غفیر فلاسفرون کا پیدا ہوگیا۔ ابن ملجم۔ ابن رشد کے نامون سے کون واقف نہین سا ابن فرناس وہان پہلا شخص ہوا جس نے پتھر سے سیسہ بنایا معرفت اوقات کا آلہ اختراع کیا اور ہوا مین اُڑنے کے لئے ایک کل تیار کی ابن طفیل اندلسی نے سنہ ۵۰۰ھ کے پس وپیش مین ایولیوشن تھیوری کو ظاہر کیا۔ قرطبہ پہلا شہر ہے جس کی سڑکین پختہ کی گئین اور رات کیوقت اسپر لالٹنون سے روشنی کی گئی۔ غرناطہ مین ۱۳۰ اپن چکیان دن رات چلتی تھین

اشبیلیہ (سول) مین ایک لاکھ کارخانے تھے جہان زیتون کا تیل نکالا جاتا تہا
تصنیف وتالیف کا یہ عالم تھا کہ ایک وقت مین قرطبہ مین ۱۵۰۔ مالقہ مین ۵۳ مریہ مین
۵۲ - پرتگال مین ۲۵ - اور مرسیلیا مین ۱۷ کتابین لکھی گئین (اسبیلیہ - غرناطہ - بلنسیہ
وغیرہ شہرون کا تو کچھ ذکر ہی نہین) یورپ کی استادی کا فخر بھی اندلس کو حاصل ہوا
جوبرت فرانسیسی نے یہان مدتون تعلیم پائی اور جب وہ ۹۹۹ھ مین پوپ ہو گیا تو اُس نے
اطالیہ مین دو مدرسہ کہولے - اسی شخص نے ارقام ہندسہ کو عرب سے سیکھکر یوروپ
مین شائع کیا - فاطمیہ خلفا نے بھی اس طرف رجوع کیا - مقریزی مورخ کا بیان ہے
کہ عزیز باللہ فاطمی المتوفی ۳۸۶ھ کے محل (واقع القاہرہ) مین ۴۰ کتب خانے تھے" ایک
اور مورخ کسی قدر مبالغہ کے ساتھ لکھتا ہے کہ ان کتب خانون مین ۱۷ لاکھ کتابین تھین
فاطمیہ کے عہد مین القاہرہ مین ایک پبلک لائبریری تھی جس کو "دار العلم" اور "دار الحکمۃ" کہتے
تھے اس زمانہ مین جامع ازہر مین ۱۲ ہزار طلبا دور دراز ملکون سے آکر فقہ - منطق
لغت - نجوم - حدیث - ریاضی - تفسیر - تاریخ کی تعلیم پاتے تھے - والیان مراکش
اس وجہ سے زیادہ قابل ذکر ہین کہ دنیائے اسلام مین جو پہلا مرتبی تعلیم گاہ قائم ہوا
وہ عبد المومن والی مراکش کے حکم سے ہوا - اس تعلیم گاہ مین ۳ ہزار طلبا شریف خاندان
ہم عمر نوجوان داخل تھے جن کو وہان ما رالطلبہ القاضی حفظ کرنے کے سوا فن سپاہگری بھی
سکھایا جاتا تہا - عبد المومن ان کو القصر مین جمع کر کے امتحان لیا کرتا تہا - یونیورسٹی
فاص (واقع مراکو) مین مصر - اندلس اور فرانس سے طلبا بغرض تدریس آتے تھے
یہ پہلی یونیورسٹی ۳۰۸ھ کے پس وپیش مین قائم تھی اس سے پہلے دنیا مین کوئی یونیورسٹی
نہین ہوئی -

غرض مسلمانون نے کائنات کے خزانون کو ہمت سے لیا استقلال سے
سنبھالا اور اعتدال سے برتا - دنیا کے پردے پر ناگہانی ترقی کی سب سے پہلے

اور سب سے پہلی مثال قائم کی ۔ ادھر میدان شجاعت مین اونہون نے کسریٰ اور قیصر کو نیچا دکھایا ادہر میدان فضیلت مین یونان کو دبایا اور یورپ کو سکھایا ۔ اندلس فتح کیا اور قرطبہ مین روز افزون ترقیان کین جس کی نسبت یہ مشہور ہوا کہ " اگر پرند کا دودہ لینا ہو تو وہان جاؤ" ۔ آسمان علم کا آفتاب اگر بغداد اور القاہرہ کے میناروں پر جگمگا رہا تھا تو ماہتاب قرطبہ اور غرناطہ کے گنبدون پر ۔ مگر آٹھوین صدی کی ساتھ ان ترقیون کا خاتمہ ہوگیا ۔ تنزل شروع ہوا آفتون کو ساتھ لایا جن سے مسلمانوں کو اس قدر ربط ہوگیا کہ وہ ترقیان جن کا کئے دن اون مین ظہور رہتا نہ جانتی ہین اور نہ جاننا چاہتے ہین ۔ لیکن یہان کی غلطی ہے ۔ لاطانی زبان مین ایک مثل مشہور ہے کہ " نبوت کی آنکھ ماضی کو دیکھتی ہے ۔

بگڑی ہوئی قوم کے لئے یہ پیش بینی زیادہ ضروری ہے ۔

زمانہ کا قاعدہ ہے کہ پیشروان قوم کی سرگرمی افسردگان قوم کے ولولے بڑہاتی ہے گذشتہ مصائب سے نصیحت لینا گذشتہ معارج کو عبور کرنا ترقی وبہبودی کی جڑ ہے ۔ بزرگون کی سرگذشت ہم کو بتاتی ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی اعلیٰ بنا سکتے ہین ۔ اس مختصر رسالہ مین سلف کے اون نامی گرامی مصنفون کا بیان ہے جو دنیائے اسلام مین بے شمار تصانیف چھوڑ گئے ہین ۔ جو عالم تاریخ مین خلف سے باتین کرنے پر سب سے زیادہ مستعد اور آمادہ نظر آتے ہین ۔

افسوس آمادہ اس لئے کہ باوجود اس کثرت اور باوجود اس افراط کے ہم مین سے خال خال کو اتنی توفیق ہے کہ اون کی باتون سے سبق لے ۔ سبق بھی وہ سبق جس نے اون کو اپنے وقتون مین استاد ہی نہین بلکہ روے زمین کا مالک بنا دیا تھا اگر مالک تھے عالم بھی ضرور تھے ۔ عالم کی دنیا کا ایک کنارہ وادی الکبیر تھا تو دوسرا دریاے سند تھا ۔ مگر اس دنیا نے پاؤن پھیلاے

ہم کو دغا دی - آسمان سے بیرخی کی - ہم تاریکی مین آئے - دن نکل آیا - مگر ہمارے لئے ابھی رات ہے - نہ ہم مین وہ ہمت ! اور نہ ہم مین وہ جرأت !! نہ ہم مین وہ جوش !! اور نہ ہم مین وہ خروش !!

ابن حنیف

۲۳ + ۳ + ۱۹۵۵ء

مصنفان اسلام

ابو العلی احمد بن عبد اللہ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان بن داؤد تنوخی ۔ ربیع الاول ۳۶۳ھ کو معرۃ النعمان مین پیدا ہوا ۔ قدرت نے اوسے شاعرون کے عالم گر وصف سے محروم نہ رکہا ۔ چنانچہ یہہ چار برس کا تھا کہ چیچک سے اوس کی آنکھین جاتی رہین اور یہہ بھی ہومر ۔ ملٹن وغیرہ نامور شاعرون کی طرح اندہا ہوگیا ۔ اوس کو تصانیف کا نہایت شوق تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان وہ شعر مین لاثانی تھا وہان صرف و نحو ۔ ادب و معنی مین بھی اپنا آپ ہی نظیر تھا ۔ علم ادب مین "الایک والغصون" ایک کتاب لکہی جو ۱۰۰ جلدون مین ختم ہوئی ۔ نظم مین کتاب "لزوم مالایلزم" ۵ جلدون مین تالیف کی ۔ کتاب "ضوء السقط ۔ کتاب لامع العزیز ۔ کتاب ذکری حبیب ۔ کتاب غیث الولید کتاب معجز احمد ۔ کتاب زند السقط (شرح ضوء السقط) وغیرہ بے نظیر کتابین تصنیف کین اور ربیع الاول ۴۴۹ھ مین وفات پائی ۔

احمد تقی الدین بن عبد الصمد مقریزی مصری دنیاے اسلام کے مورخ تھے ۔ تاریخ مین انہون نے جو کتابین لکہین اون مین سے چند کتابون کی فہرست دیجاتی ہے :-

المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار (۲ جلد) استاع الاسماع (۶ جلد) الجبر عن البشر (۴ جلد) السلوک فی معرفۃ دول الملوک (۴ جلد) تاریخ الکبیر المقفی فی تراجم اہل مصر والواردین الیہا - (ابو المحاسن کہتا ہے کہ اگر یہ کتاب ختم ہوجاتی تو ۸۰ سے زیادہ جلدون مین پوری ہوتی - " الالمام باخبار من بارض الحبشۃ من الملوک الاسلام " (یہ کتاب ۱۷۹۰ء کو لنڈن مین چھاپی گئی) مجمع الفوائد (۸۰ جلدون مین ختم ہوئی) کتاب فی الغنا - کتاب فی الاجسام المعدنیہ وغیرہ وغیرہ - علامۂ مقریزی ۷۶۶ھ مین پیدا ہوئے اور ۸۴۵ھ مین انتقال کر گئے - وہ بعلبکی الاصل تھے مصر مین رہا کرتے تھے - شافع المذہب تھے - تاریخ مصر مین اون کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی -

احمد بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت بغدادی المعروف بہ " خطیب " - جمادی الآخر ۳۹۲ھ مین پیدا ہوئے علم حدیث اور تاریخ مین کمال دسترس پیدا کی بغداد کی بے نظیر تاریخ لکھی - فقہ ابو الحسین محاملی اور قاضی ابو الطیب سے حاصل کی اور اس علم مین بھی از بس امتیاز پایا - تصانیف کی تعداد ۱۰۰ سے کم نہین - ۴۶۳ھ ذالحجہ کے مبارک مہینے مین رحلت کی اور جناب بشر حافی کے مزار کے پاس مدفون ہوئے -

احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی معروف بہ " ابن حجر " عسقلانی - عسقلان (واقع ملک شام) مین ۷۷۳ھ مین پیدا ہوئے - شعر - حدیث - تاریخ مین از حد شہرہ پایا - بے شمار کتابین تصنیف کین - اصابہ فی ذکر الصحابہ ۴ جلدون مین لکھی اور استیعاب - اسد الغابہ کی تمام باتون کو اس مین جمع کیا - صحیح بخاری کی شرح فتح الباری ۱۲ جلدون مین لکھی اور جب ۲۵ برس کی مدت کے بعد ۸۴۲ھ مین یہ کتاب ختم کر چکے تو انہون نے شہر القاہرہ مین ایک بہت بڑا ولیمہ دیا جس مین

جملہ اکابر و عمال جمع تھے۔ ابن حجر نے صرف علم حدیث اور اس کے متعلقات مین چالیس کتابین لکھین۔ تعجیل المنفعت۔ المجمع المؤسس۔ بلوغ المرام۔ نزہتہ النظر منبہات۔ تقریب التہذیب۔ تعریف مراتب الموصوفین بالتدلیس فی اسانید الاحادیث۔ المعجم المفہرس۔ الکافی الشاف وغیرہ اون کی مشہور تالیفات ہین شہاب الدین آپکا لقب تھا حافظ القران تھے۔ شافعی المذہب تھے جسطرح حدیث مین آپ سرتاج تھے اسی طرح تاریخ مین مورخ مستند اور شعر مین شاعر غزار تھے۔ ۸۵۲ھ مین وفات پائی۔

احمد بن عمرو بن سریج امام شافعی علیہ الرحمتہ کے بہت بڑے مصاحبون مین سے تھے اُن کو امام موصوف کے تمام مصاحبون پر ترجیح دی گئی ہے حتی کہ مزنی پر بھی۔ شیخ ابو اسحق شیرازی کا بیان ہے کہ "ابو العباس احمد بن عمر مذکور نے ۴۰۰ کتابین تصنیف کین اور مذہب شافعی کی اشاعت مین دل و جان سے کوشش کی اور مخالفان مذہب کا رد لکھا اور اکثر یہ مذہب صرف احمد بن عمر کی وجہ سے پھیلا۔" علامہ موصوف نے ۳۰۶ھ مین وفات پائی اور بغداد کے محلہ کرخ نامی مین اپنے حجرے کے اندر مدفون ہوئے اون کے مزار کی آج تک زیارت ہوتی ہے۔

احمد بن علی بغدادی کی ذکر ہے کہ ایک دفعہ موزے اون کے ہاتھ مین تھے کبھی اون کو سیتے تھے اور کبھی ادھیڑتے تھے۔ لوگون نے پوچھا یہ آپ کیا کرتے ہین۔ کہا کہ "مین اپنے نفس کو مشغول کرتا ہون اس سے پہلے کہ وہ مجھے مشغول کرے۔" جب سے اُن کا نام 'خزاز' پڑگیا کیونکہ خرز پھٹے ہوئے موزون کے سینے کو کہتے ہین۔ آپ محمد بن منصور طوسی کے شاگرد تھے ذو النون مصری۔ سری سقطی۔ بشر حافی۔ جنید بغدادی۔ عید بصری جیسے

الواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار (۲ جلد) امتاع الاسماع (۶ جلد) الخبر عن البشر
(۴ جلد) السلوک فی معرفۃ دول الملوک (۴ جلد) تاریخ الکبیر المقفی فی تراجم اہل مصر
والواردین الیہا - (ابو المحاسن کہتا ہے کہ اگر یہ کتاب ختم ہوجاتی تو ۸۰ سے
زیادہ جلدون مین پوری ہوتی - "الالمام باخبار من بارض الحبشۃ من الملوک
الاسلام" (یہ کتاب ۱۷۹۰ء کو لنڈن مین چھاپی گئی) مجمع الفوائد (۸۰ جلدون مین
ختم ہوئی) کتاب فی الغنا - کتاب فی الاجسام المعدنیہ وغیرہ وغیرہ - علامہ مقریزی
۷۶۶ھ مین پیدا ہوئے اور ۸۴۵ھ مین انتقال کر گئے - وہ بعلبکی الاصل تھے
مصر مین رہا کرتے تھے - شافع المذہب تھے - تاریخ مصر مین اون کو زیادہ
شہرت حاصل ہوئی -

احمد بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت بغدادی المعروف بہ "خطیب" -
جمادی الآخر ۳۹۲ھ مین پیدا ہوئے علم حدیث اور تاریخ مین کمال دسترس پیدا کی
بغداد کی بے نظیر تاریخ لکھی - فقہ ابو الحسین محاملی اور قاضی ابو الطیب سے حاصل
کی اور اس علم مین بھی از بس امتیاز پایا - تصانیف کی تعداد ۱۰۰ سے کم نہین -
۴۶۳ھ ذالحجہ کے مبارک مہینے مین رحلت کی اور جناب بشر حافی کے مزار کے
پاس مدفون ہوئے -

احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی معروف بہ "ابن حجر" عسقلانی - عسقلان
(واقع ملک شام) مین ۷۷۳ھ مین پیدا ہوئے - شعر - حدیث - تاریخ مین از حد
شہرہ پایا - بے شمار کتابین تصنیف کین - اصابہ فی ذکر الصحابہ ۴ جلدون مین لکھی
اور استیعاب و اسد الغابہ کی تمام باتون کو اس مین جمع کیا - صحیح بخاری کی شرح
فتح الباری ۱۲ جلدون مین لکھی اور جب ۲۵ برس کی مدت کے بعد ۸۴۲ھ مین یہ
کتاب ختم کر چکے تو انہون نے شہر القاہرہ مین ایک بہت بڑا ولیمہ دیا جس مین

جملہ اکابر و عمال جمع تھے۔ ابن حجر نے صرف علم حدیث اور اس کے متعلقات
مین چالیس کتابین لکھین۔ تعجیل المنفعت۔ المجمع المؤسس۔ بلوغ المرام۔ نزہتہ النظر
منہات۔ تقریب التہذیب۔ تعریف مراتب الموصوفین بالتدلیس فی اسانید
الاحادیث۔ المعجم المفہرس۔ الکافی الشاف وغیرہ اون کی مشہور تالیفات ہین
شہاب الدین آپکا لقب تھا حافظ القران تھے۔ شافعی المذہب تھے جسطرح
حدیث مین آپ سرتاج تھے اسی طرح تاریخ مین مورخ مستند اور شعر مین شاعر
غزار تھے۔ ۸۵۲ھ مین وفات پائی۔

احمد بن عمرو بن سریح امام شافعی علیہ الرحمتہ کے بہت بڑے مصاحبون
مین سے تھے اُن کو امام موصوف کے تمام مصاحبون پر ترجیح دی گئی ہے حتی کہ
مزنی پر بھی۔ شیخ ابو اسحق شیرازی کا بیان ہے کہ "ابو العباس احمد بن عمر مذکور
نے ۴۰۰ کتابین تصنیف کین اور مذہب شافعی کی اشاعت مین دل و جان سے
کوشش کی اور مخالفان مذہب کا رد لکھا اور اکثر یہ مذہب صرف احمد بن عمر کی وجہ
سے پھیلا" علامہ موصوف نے ۳۰۶ھ مین وفات پائی اور بغداد کے محلہ کرخ
نامی مین اپنے حجرے کے اندر مدفون ہوئے اون کے مزار کی آج تک
زیارت ہوتی ہے۔

احمد بن علی بغدادی کی ذکر ہے کہ ایک دفعہ موزے اون کے ہاتھ مین
تھے کبھی اون کو سیتے تھے اور کبھی ادھیڑتے تھے۔ لوگون نے پوچھا یہ آپ
کیا کرتے ہین۔ کہا کہ "مین اپنے نفس کو مشغول کرتا ہون اس سے پہلے کہ وہ
مجھے مشغول کرے" جب سے اُن کا نام 'خزاز' پڑ گیا کیونکہ خرز پھٹے ہوئے
موزون کے سینے کو کہتے ہین۔ آپ محمد بن منصور طرطوسی کے شاگرد تھے
ذوالنون مصری۔ سری سقطی۔ بشر حافی۔ جنید بغدادی۔ عبید بصری جیسے

جلیل القدر صوفیہ کی صحبتون مین رہے ہے۔ تصانیف بکثرت چھوڑین جن کی تعداد کم وبیش ۲۰۰ بتائی گئی ہے۔ وہ پہلے شخص ہین جنھون نے علم فنا و بقا مین کچھ لکھا۔ شیخ الاسلام کی راے ہے کہ مشایخ مین کوئی ان سے بڑھکر نہین ہوا۔ مرتعش کا بیان ہے کہ "جب خراز حقایق مین کچھ کہتا ہے تو تمام عالم اوس کے سامنے ہیچ نظر آتا ہے"۔ علی بغدادی فرماتے ہین کہ "دنیا مین ایک وہی تھا۔ وہ کیا گیا دنیا ہی نہین رہی"۔ غرض آپ کے اوصاف بیان سے باہر ہین۔ مدتون مصر مین رہے ہے۔ برسون مکہ مین قیام رہا۔ آخر ۲۸۶ھ مین بزم آراے باغ جنان ہوئے۔

احمد بن یحیی بن اسحق المعروف بہ "ابن راوندی" راوند واقع اصفہان کا رہنے والا تھا۔ علم کلام مین بڑا دخل رکھتا تھا۔ شعر بھی کبھی کبھی کہہ لیتا تھا۔ کتاب فضیحۃ المعتزلہ کتاب التاج۔ کتاب الزمرد وغیرہ ۱۱۴ کتابین لکھین ۲۴۵ھ مین چالیس برس کا ہوکر مرگیا۔

امیر خسرو بن سیف الدین ۶۵۱ھ مین پیدا ہوئے چونکہ ان کے باپ قبیلہ لاچین کے امرا مین سے تھے اس لئے لوگ اون کو بھی امیر کہلایا کرتے تھے اونھون نے چھ بادشاہون کی خدمت کی۔ کتاب نہ سپہر علاؤالدین خلجی کے بیٹے قطب الدین کے لئے لکھی جس کے صلے مین اون کو ہاتھی کے وزن کے برابر سونا ملا۔ اول مین یہ غیاث الدین بلبن کے بڑے بیٹے محمد المعروف بہ شہید کے پاس رہا کرتے تھے اور ۵ برس تک اوسی کے پاس ملتان مین رہے ہے۔ لیکن جب محمد مغلون کے ہاتھ سے مارا گیا تو یہ ملتان سے چلے آئے۔ اور بلبن کے دربار مین محمد کا پر درد اور دلسوز مرثیہ لکھکر لائے۔ جس کے سننے سے غیاث الدین کے دل کو ایسا صدمہ ہوا کہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہوسکا۔ امیر خسرو نے

فن موسیقی مین بارہ نئے مقام ایجاد کئے اعجاز خسروی ۵ جلد قرآن السعدین وغیرہ ۹۹ کتابین تصنیف کین۔ خود ان کا بیان ہے کہ مین نے ۴ لاکھ سے زیادہ اور ۵ لاکھ سے کم اشعار نظم کئے ہین۔ ان کا ایک کلیات بھی ہے جس مین ۸ ہزار کے قریب اشعار ہین۔ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ سے آپ کو ارادت تھی اور اکثر صحبت بھی رہا کرتی تھی۔ چنانچہ جب ۷۲۵ھ مین آپکا انتقال ہوا ہے تو ادنہین اولیا اللہ کے جوار مین مدفون ہوئے۔

ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا کی ذہانت اور علمیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ سولہ برس کی عمر مین فضلائے نامدار اوس کے آگے زانوی ادب طے کیا کرتے تھے۔ فن طبابت مین اوس نے اعجاز کا رتبہ حاصل کیا تھا جس کی وجہ سے شمس الدولہ والی گورگان نے اوسے اپنا وزیر بنا لیا۔ اس وزارت مین اس کا یہ حال تھا کہ جب تک ۱۲۰ مریضون کا ہاتھ نہ دیکھہ لیتا کھانا نہ کھاتا تھا اور پھر وزارت کا کام بھی سرانجام دیتا تھا۔ ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے مریضون کے علاج مین الماس راوند۔ آملی۔ ہلیلہ۔ کاسنی وغیرہ دواؤن کا استعمال کیا۔ طبابت کی طرح فلسفہ مین بھی وہ گوے سبقت لیگیا تھا۔ چنانچہ اس فن مین اوس نے ۲۶ کتابین لکھین اور نیز خطؤ یونان کے حکماء کی اصلی غلطیان نکالین۔ طب کی علم مین ۸ کتابین لکھین جن مین زیادہ مشہور قانون (۱۴ جلد) اور شفا (۱۸ جلد) ہین۔ فقہ اور توحید مین ۱۲۰ کتابین لکھین جن مین سے حاصل محصول (۲۰ جلد) البر والاثم ۸ جلد مشہور ہین۔ لغت مین چار کتابین لکھین جن مین لسان العرب (۱۰ جلد) زیادہ ممتاز ہے۔ منطق مین ۹۔ علم طبعی و ریاضی مین ۱۵۔ آداب۔ سیاست۔ موسیقی مین ۷ کتابین تالیف کین غرض اوس نے ۱۲ برس کی عمر سے لیکر مرتے دم تک ۱۰۰ کتابین لکھین۔ شمس الدولہ کے بیٹے تاج الدولہ نے اوسے اس جرم کی

تہمت لگاکر قید کر دیا کہ یہ علاؤالدین کے ساتھ مکاتبت رکھتا ہے۔ ابن سینا ہم جہینے قید خانہ مین رہا جہان وہ زنجیرون مین جکڑا ہوا گھبرا گھبرا کے یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

رایت ابن سینا العادی الرجال ؛ وفی سجن مات اخس الممات

ترجمہ۔ مین نے دیکھا کہ ابن سینا لوگون سے بیر رکھتا تھا آخر وہ قید مین بری موت مرا۔

فلم یشف ما نابہ بالشفا ؛ ولم ینج من موتہ بالنجاۃ

ترجمہ۔ نہ شفا نے کسے مرض سے شفا دی۔ نہ نجات نے اوسے موت سے نجات دی۔

(۵۸) برس سے زیادہ زندگی نے وفا نہ کی اور ۴۲۸ھ ماہ رمضان یوم الجمعہ کو ہمدان مین مدفون ہوا۔

رودکی۔ سمرقندی۔ ایران زمین کا پہلا شاعر ہے جس نے دیوان مرتب کیا۔ کلیلہ و دمنہ کو منظوم کیا جس کے صلے مین امیر نصیر بن نوح سامانی نے اُسی ۴۰ ہزار درہم عطا کئے۔ رودکی کے اشعار جن کی تعداد ۱۰ لاکھ تین سو بیس بتائی گئی ہے سو دفترون مین ختم ہوئے۔ یہ شاعر پانچوین صدی مین ہوا۔

سعید بن مبارک بن علی بن عبداللہ بن سعید بن محمد معروف بہ ابن دہان نحوی بغدادی کے زمانہ مین ابن خشاب ابن شجری ابن جوالیقی جیسے جلیل القدر نحوی موجود تھے۔ لیکن لوگ اس کو سب پر ترجیح دیتے اور سرآمد نحویان مانتے تھے۔ اور واقعی ابن دہان اگر سیبویہ نہ تھا تو سیبویہ زمانہ تو ضرور ہی تھا۔ شعر بھی خوب کہتا تھا۔ علم نحو مین نہایت عمدہ اور نہایت بسیط کتابین لکھین۔ شرح ایضاح تکملہ (۴۳ جلدون مین) زہرۃ الریاض (۷ جلد) شرح اللمع (۲ جلد) کتاب العروض۔ کتاب الدروس۔ رسالہ سعیدیہ وغیرہ وغیرہ۔ ۴۹۴ھ مین پیدا ہوا ۵۶۹ھ مین وفات پائی۔

عبدالرحمن بن احمد المشہور بہ نورالدین جامی اپنے وقتون مین ملا کے

معز لقب سے ملقب ہیں۔ جام کے رہنے والے تھے۔ ۴۵ سے زیادہ
کتابین لکھین جن مین سے نفحات الانس۔ سبحۃ الابرار۔ شرح کافیہ۔ یوسف زلیخا
انشا۔ بہارستان۔ شواہد النبوۃ ایسی کتابین ہین جن سے اہل ہند بھی ناآشنا
نہین۔ علامہ موصوف شاعر بھی تھے چنانچہ ان کا ایک کلیات ہے جس مین ساڑھے
آٹھ ہزار سے زیادہ اشعار ہین۔ آپ علم الٰہی۔ علم تفسیر۔ علم اخلاق۔ علم فلسفہ مین
بھی پوری قابلیت رکھتے تھے۔ ملا عبد الغفور المتوفی ۹۱۹ھ مین شارح مشہور
اور مفتی زمان آپ ہی کے شاگرد تھے۔ آپ ۸۱۷ھ مین عالم وجود مین آئے
اور ۸۹۸ھ مین فوت ہوئے۔

ابو الفرج عبد الرحمن ابن ابی الحسن علی بن محمد بن علی قریشی تیمی بکری بغدادی
۵۱۰ھ مین پیدا ہوئے۔ حدیث تاریخ اور ادب مین عجیب استعداد حاصل کی
اور ان علوم مین تصنیفات بھی بکثرت چھوڑین۔ ابو الفرج اصل مین فرضۃ الجوز
نامی شہر کا باشندہ تھا اور اسی وجہ سے اس کو ابن جوزی کے نام سے
شہرت ہوئی بغداد مین وعظ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہانکے
سنی اور شیعہ مین جناب صدیق رض اور جناب مرتضیٰ رض کی افضلیت پر بحث چھڑی
معاملہ اس پر طے ہوا کہ ابن جوزی جو فیصلہ کر دے وہ فریقین منظور کر لین۔ غرض
لوگ اس تصفیہ کے لئے آئے تو وہ وعظ کر رہا تھا اور خلیفہ ناصر الدین اللہ بھی
جو مذہب امامیہ کی طرف مائل تھا اوس کے وعظ مین شریک تھا۔ اوس نے
جن الفاظ مین اون کا فیصلہ کیا وہ یہ تھے "**من کانت بنتہ تحتہ**" یعنی
"وہ شخص کہ اس کی بیٹی اسے بیاہ دی گئی" اہل سنت نے کہا کہ اس سے مراد
ابوبکر صدیق رض ہین کیونکہ اون کی بیٹی عائشہ نبی آخر الزمان کے گھر مین تھین۔
اہل تشیع نے کہا اس سے مراد علی رض ہین کیونکہ آنحضرت کی بیٹی فاطمہ زہرا آپکے

... [illegible] ... مناسبت کہ لوگ ... کی ... ان میں ابن
... [illegible] ... اور شغل ... اور حافظ ابن حجر کا مادہ حد ...
... دیا تھا ... [illegible] ... مصنفات کے بہت ... روایتیں مشہور ہین مگر
اس مین ... [illegible] ... زیادہ کتابین تالیف کین ۔ وہ
مفسر بھی ... [illegible] ... تاریخ ... التنزیل لکھی جو بہت مشہور
... اسرار ... [illegible] ... جلدون مین ... کا ایک غیر مکمل نسخہ کتب خانہ
خدیویہ مین موجود ہے ۔ سنہ ... مین رمضان کے جمعہ کی رات کو انتقال کر گئے

عبدالرحمن بن کمال سیوطی ۔ سیوط (واقع مصر) مین ۸۴۹ھ مین پیدا
ہوئے ۔ شافعی المذہب تھے ہر علم مین کتابین لکھین ۔ کتاب موصوف الذکر مین
اونہون نے اپنی تالیف ... ہوئی بیس کتابون کے نام بتائے ہین جو صرف
تاریخ مین لکھی گئین ۔ علم ... مین اور اوس کے متعلقات مین ... ان سے
... کتابین لکھین (اس ... مین شرح ۔ تلخیص اور تالیف تینون شامل ہین)
جن مین سے جامع الکبیر ۔ خصایص الکبیر ۔ انموذج اللبیب ۔ مناہل الصفا ۔
مسانید الصحابہ ۔ الکلم الطیب ۔ ... النثیر ۔ زہر الربی ۔ جمع الجوامع ۔ شرح الصدر
عقود الزبرجد ۔ وصول الامانی ۔ نخبۃ الفکر ۔ ابواب السعادۃ الہیئۃ السنیہ وغیرہ
کتابین کتب خانہ خدیویہ (واقع القاہرہ) مین بھی موجود ہین ۔ علامہ موصوف
مفسر بھی تھے ۔ جلالین جو ایک مشہور تفسیر ہے انہین کی مدد سے لکھی گئی
مفحمات الاقران فی مبہمات القران ۔ الدار المنثور فی تفسیر بالماثور (۵ جلدون مین)
بعضون نے سیوطی کی تصنیفات کا اندازہ کیا تو ۵۶۱ سے زیادہ نکلین علامہ
موصوف نے ۹۱۱ھ مین قضا کی ۔

عبدالملک بن حبیب السلمی اندلس کے سربرآوردہ مصنفون مین ان کا شمار

اول ہے۔ اونہون نے اپنی زندگی مین بے شمار کتابین تالیف کین جن کی مجموعی
تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے۔ ان مین سے کتاب الواضحہ جو امام الملک کی
مذہب مین ہے نہایت مفید اور نہایت بسیط ہے علامہ موصوف نے ۲۸۹ھ
مین وفات پائی۔

ابوالفتح - عثمان بن جنی نحوی موصل کا رہنے والا تھا۔ ۳۰۳ھ مین پیدا
ہوا علوم عربیہ مین اس کو نہایت تبحر تھا۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ چنانچہ
اس کا شعر ہے۔

تحبب او تدرع او تعبا ؛ فلا واللہ لا ازداد حبا

ترجمہ - تو محبت کر یا نہ کر مین تو بخدا اس سے زیادہ محبت تجھ سے نہین کر سکتا

رمیت بسھمک کل قلبی ؛ فان رمت المزید فھا قلبا

ترجمہ - ایک ہی تیر مین تو میرا دل لیگیا اگر اور تیر لگانے کی جتمی تو لا اور ایک دل کی

ابن جنی نے نہایت ضخیم اور از حد بسیط کتابین تصنیف کین۔

نوادر فی العربیہ دو ہزار صفحے۴ - شرح حماسہ ایک ہزار صفحے - تفسیر تصریف
المازنی ایک ہزار صفحے - تفسیر معانی دیوان المتنبی ایک ہزار صفحے - محاسن فی العربیہ
آٹھ سو صفحے - سر الصناعۃ ۸۰۰ صفحے - شرح المقصود و الممدود آٹھ سو صفحے - کتاب
اللمع وغیرہ - علامہ حموی نے معجم الادبا مین ان کی تصنیف کی ہوئی ۴۰ کتابون کے
نام بتلائے ہین - ابن جنی علوم عربیہ مین ابو علی فارسی کا شاگرد تھا۔ اس نے
فقہ - عروض - تاریخ مین بھی مفید کتابین لکھین صفر ۳۹۲ھ کو بغداد مین
فوت ہوا۔

علی بن احمد بن سعید معروف بہ ابن حزم اندلس کے رہنے والے
تھے ۳۸۴ھ مین پیدا ہوئے۔ جملہ علوم مین دسترس پیدا کی۔ اسلامی دنیا کی

۴ خصائص ۲ ہزار صفحے - تفسیر تمیمی ۲ ہزار صفحے - تفسیر اشعار ہذیل ۲ ہزار صفحے

کثیر التعداد مصنفون مین نہایت ممتاز نمبر پایا - بے شمار کتابین لکھین - جن کی جلدون کی تعداد علامۂ حموی نے ۴۰۰ بتائی ہے اور صفحات کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ علامۂ ابن حزم نے ۴۵۶ھ مین وفات پائی -

ابو الحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری البصری ۲۶۰ھ مین پیدا ہوئے زکریا ساجی ابو خلیفہ الجمحی - سہل بن نوح - محمد بن یعقوب مقری اور عبد الرحمٰن بن خلف الضبی المصری سے روایت کرتے ہین - اولاً وہ محمد بن عبدالوہاب الجبائی کی شاگردی مین رہے جس کی وجہ سے وہ کئی برس تک اعتزال کی طرف مائل رہے - یہان تک کہ فرقہ معتزلہ کے امام ہو گئے لیکن پھر اون پر اس فرقہ کی اصل حقیقت کھل گئی جس کو اونہون نے جمعہ کے دن جامع بصرہ مین کرسی پر استادہ ہو کے بلند آواز سے ان الفاظ مین ظاہر کیا "من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنت اقول بخلق القرآن وان اللہ لا یری بالابصار والا فعال الشر انا افعالہا وانا تائب مقلع معتقد الرد علی المعتزلہ مبین لفضائحہم ومعائبہم" مطلب یہ کہ مین پہلے اعتقاد رکھتا تھا کہ قرآن مخلوق ہے - خدا تعالیٰ کو ہم اپنی آنکھون سے نہین دیکھین گے - برے کامون کے کرنے والے ہم آپ ہین - لیکن مین اب علانیہ توبہ کرتا ہون اور معتقد ہون کہ مذہب معتزلہ سراسر عیب ہے اس کے بعد سے علامۂ اشعری نے معتزلیون پر رد لکھنا شروع کر دیا اور نفی واثبات کے درمیان کا طریقہ اختیار کیا جیسے باقلانی - ابن فورک اسفرائنی ابو اسحٰق شیرازی - امام غزالی - ابو الفتح شہرستانی - امام رازی وغیرہ جید علماء نے ان سے موافقت کی - ابو بکر ابن الصیرفی کہتا ہے کہ "معتزلہ نے خوب سر اوٹھایا - یہان تک کہ خدا نے اشعری کو پیدا کیا جس نے ان کا دم بند کر دیا

اشعری نے کتاب اللمع۔ کتاب الموجز۔ کتاب ایضاح البرہان۔ کتاب التبیین علی اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اھل الافک والتضلیل کتاب الابانہ وغیرہ (۵۵) کتابین لکھین اونھون نے تفسیر القرآن بھی لکھی جو (۷۰) جلدون مین ختم ہوئی۔ مذہب آن کا حنفی تھا۔ سال مین صرف سترہ درہم اوس کا نفقہ تھا ۳۳۴ھ مین بغداد مین وفات پائی۔

علامہ ابن حزم نے ۴۵۶ھ مین وفات پائی۔

ابوالحسن علی بن اسمٰعیل معروف بہ ابن سیدہ مرسیہ (واقع اندلس) کا باشندہ تھا اوس نے کتاب المحکم (جس کا اختصار کرکے فیروز آبادی نے قاموس تیار کی) شرح حماسہ (۶ جلد) کتاب المخصص (۱۷ جلد) جیسی بسیط کتابین لکھین جو (۱۳۳) جلدون مین ختم ہوئین۔ ابن سیدہ صاعد بغدادی کا شاگرد تھا علم لغت مین امام تھا۔ شعر مین بھی بڑی لیاقت رکھتا تھا۔ اس کی کتابین جہان بسیط ہین۔ مفید اور نایاب بھی ہین۔ اوس نے ربیع الاول ۴۵۸ھ مین وفات پائی۔

علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر حافظ القرآن تھے دمشق مین سکونت اختیار کرلی تھی۔ کل ۹۰ کتابین لکھین جن کے اجزا کی تعداد (۱۱۶۲) بتائی گئی ہے۔ دمشق کی تاریخ لکھی جو (۵۷۰) جزو مین ختم ہوئی علامہ حموی معجم الادبا ترجمہ ابن عساکر کی ذیل مین لکھتے ہین۔ "والی اربعمائۃ مجلس عثمانیۃ مجالس وخرج لشیخہ ابی غالب ابن البناء اور عشر مشیخۃ" یعنی عساکر مذکور نے صرف ایک فن مین (۴۰۸) لکھ ڈالے اور اپنے شیخ ابی غالب ابن البناء کے لئے گیارہ تذکرہ لکھے۔ علامۂ مذکور کی خوبیان بیان سے باہر ہین اونھون نے جتنی کتابین لکھین اون سے خلق خدا کو بہت فائدہ پہونچا۔ عالم۔ عابد

کامل۔ زاہد تھے۔ اوائل سنہ ۴۹۹ھ مین عالم وجود مین آئے اور ۵۷۱ھ مین اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

علی بن حسین بن محمد بن احمد بن ہیثم بن عبد الرحمان بن مروان بن عبد اللہ بن مروان بن محمد بن مروان بن ابی العاص بن امیہ اموی قرشی المعروف بہ "ابو الفرح جہانی" ۲۸۴ھ کو اصفہان مین پیدا ہوا۔ بغداد مین پرورش پائی شعر۔ آثار۔ انساب۔ سیر۔ نحو۔ لغت۔ مغازی۔ خرافات و بیطاری۔ طبابت نجوم وغیرہ علوم مین مہارت پیدا کی۔ نہایت مفید کتابین تصنیف کین۔ کتاب آغانی (۱۰ جلدون) مین لکھی مورخین کا بیان ہے کہ جب یہ کتاب نئی نئی لکھی گئی تو اوس کی قیمت ۱۰ ہزار درہم (یعنے ڈھائی ہزار روپیہ سے زیادہ) تھی۔ صاحب ابن عباد جن کی لائبریری مین ۲ لاکھ ستر ہزار کتابین موجود تھین اور جن کا یہ حال تھا کہ سفر و حضر مین تیس اونٹ کتابون سے لدے ہوئے مطالعہ کے لئے اپنے ہمراہ رکھتے تھے جب آن کو یہ کتاب آغانی مل گئی تو اون کو کسی کتاب کی ضرورت نہ رہی۔ ابو الفرح کے اشعار اور محاسن عرب مین مشہور ہین اوس نے آغانی کے علاوہ اور ہر دل عزیز کتابین تصنیف کین جن کی تعداد (۲۶) سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ شاہان اندلس کے لئے چند کتابین لکھین جن کے صلے مین اوس کو انعام بھی ملا۔ وزیر مہلبی کی مدح مین جو بڑا فیاض اور عالی ہمت تھا بہت قصاید لکھے۔ کتاب ایام العرب۔ جمہرت النسب۔ کتاب الدارایات۔

چہارشنبہ چہاردہم ذالحجہ سنہ ۳۵۶ھ کو بغداد مین قضا کی۔

علی بن زید ابو الحسن بن ابی القاسم البیہقی سنہ ۴۹۹ھ مین پیدا ہوئے عالم خوش اعمال اور فاضل باکمال تھے نہایت عمدہ کتابین تصنیف کین۔ جن مین سے

۸۰ کتابون کی فہرست علامہ حموی نے معجم الادباء مین دی ہے۔ ۵۶۵ھ مین وفات پائی۔

علی بن عبداللہ بن احمد المعروف بہ ابن ابی الطیب شہر نیشاپور کا رہنے والا تھا علامۂ بے مثل اور مفسر بے بدل تھا ۴۱۶ھ مین سلطان محمود کے دربار مین آیا سب بے نظیر کتابین تالیف کین۔ قرآن شریف کی تین تفسرین لکھین۔ تفسیر کبیر (۳۰ جلد) تفسیر اوسط (۱۱ جلد) تفسیر صغیر (۳ جلد) علاوہ اس کے اور کتابین لکھین۔ مگر وہ اس قدر مشہور نہین۔ ابن ابی الطیب اوائل ۴۵۸ھ مین راہی ملک عدم ہوا۔

علی بن خضال بن علی بن غالب بن جابر بن عبدالرحمن المشہور بہ فرزوقی شہر قیروان (واقع مراکش) کے رہنے والے تھے۔ نہایت مفید اور بغایت ضخیم کتابون سے آپنے خلق کو فائدہ پہونچایا۔ کتاب السیر لکھی جو (۳۵ جلد ونمین ختم ہوئی) کتاب الدول (۳۰ جلدون مین) برہان العمیدی (۲۰ جلدون مین) وغیرہ وغیرہ۔ علامۂ موصوف نے ۴۷۹ھ مین وفات پائی۔

علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی السیف المشہور بہ مدائینی ۱۳۵ھ مین پیدا ہوئے عالم اجل تھے۔ نہایت عمدہ کتابین تصنیف کین۔ علامۂ حموی نے معجم الادباء مین ان کی تصنیفات کی فہرست دی ہے جس مین (۲۲۴) کتابون سے زیادہ کے نام درج ہین۔ مدائینی نے ۲۲۵ھ مین وفات پائی۔

علی بن محمد الملقب بہ عزیز الدین ابن اثیر جزری۔ جزیرہ ابن عمر (واقع دریاے دجلہ) مین پیدا ہوئے تھے اس کی نسبت ان کو جزری کہتے ہین نسب اور تاریخ مین آپ کو بڑا دخل تھا۔ بہت سی کتابین لکھین چنانچہ "تاریخ کامل" جس مین پیدایش سے ۶۲۸ھ تک کا بیان ہے (۱۰ جلدون مین) لکھی

اسد الغابہ فی ذکر الصحابہ (۶ جلدون مین) لکھی اور اس مین ۷ ہزار ۵ سو صحابہ کرام کا مفصل حال لکھا ہے اللباب فی معرفۃ الانساب (۳ جلدون مین) لیکن یہ کتاب علامہ سمعانی کی کتاب الانساب کا اختصار ہے۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول (۱۰ جلدون مین) وغیرہ وغیرہ۔

ابن اثیر نے شعبان سنہ ۶۳۰ھ مین قضا کی۔

علی بن النصرانی۔ المعروف بہ "ابوالحسن ابن الاطیب" نے بڑی لمبی چوڑی کتابین لکھین۔ کتاب بہجۃ السلطان (۲۰۰۰ صفحون مین) کتاب اصلاح المنطق (۳۰۰۰ صفحون مین) کتاب البراعۃ وغیرہ وغیرہ۔ ابن الندیم کتاب الفہرست مین لکھتا ہے "کان یذاکر فی واحدہ نکلین" سنہ ۴۳۵ھ مین وفات پائی۔

عمرو بن بحر بن محبوب کنانی بصری 'جاحظ' کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کی دونون آنکھین باہر کو نکلی ہوئی تھین جس کی وجہ سے اس کی شکل ایسی بھیانک ہو گئی تھی کہ جب خلیفہ متوکل نے اوسے اپنے لڑکون کی تعلیم کے لئے بلایا تو اوس کو ۱۰ ہزار درہم دیکر الٹا واپس کر دیا۔ معتزلی المذہب تھا فرقۂ جاحظیہ اسی کی طرف منسوب ہے اوس نے ہر علم و فن کی کتابین تصنیف کین اور انعام بھی پایا۔

(۱) کتاب الحیوان۔ محمد بن عبدالملک کے لئے لکھی اور ۵ ہزار دینار انعام لیا۔

(۲) کتاب البیان والتبیین۔ ابن ابی داؤد کے لئے لکھی اور ۵ ہزار دینار انعام لیا۔

(۳) کتاب الزرع والنخل۔ ابراہیم بن عباس الصولی کے لئے لکھی اور ۵ ہزار انعام لیا علامہ حموی نے جاحظ کے تصنیفات کی فہرست دی ہے جسمین

(۱۲۵) کتابین درج ہین۔
۱۲۶۵ء مین پیدا ہوا تھا۔ اخیر عمر مین مفلوج ہوگیا تھا مزید بران مرض مصاقسنے اس قدر تنگ کیا تھا کہ بیقرار رہا ہوجاتا تھا۔ محرم ۷۲۵ھ مین انتقال کرگیا۔

عمر بن علی انصاری معروف بہ ابن الملقن ۷۲۳ھ مین پیدا ہوئے۔ مذہب ان کا شافعی تھا۔ نہایت مفید کتابین علم الحدیث اور اسماء الرجال وغیرہ مین لکھین۔ اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال لکھی جو ۱۰۰ سو جز سے زیادہ مین ختم ہوئی۔ صحیح بخاری کی شرح شواہد التوضیح (۱۰ جلدون) مین لکھی۔ ۸۰۴ھ مین اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

محمد بن احمد بن رشد قرطبہ مین ۵۲۰ھ مین پیدا ہوا۔ مالکی المذہب تھا۔ ہر وقت درس مین مشغول رہتا تھا۔ اور اس درس سے کوئی چیز اسے روک نہ سکتی تھی۔ چنانچہ کثرت تصانیف اس امر کی شاہد ہے۔ ابن آبار کہتا ہے کہ ابن رشد نے تصنیف و تالیف مین ۱۰ ہزار طبق کاغذ ان کے سیاہ کئے۔ سوائے دو راتون کے کسی رات اوس نے مطالعہ کتب سے منہ نہین موڑا۔ ایک تو زفاف کی رات اور ایک وہ رات جس مین اوس کے باپ نے وفات پائی۔ ابن رشد نے اکثر علوم مین تصنیفات چھوڑین مگر ان مین کتب فلسفہ کی تعداد سب سے بڑھی ہوئی ہے اور ۵۰ سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ علم طب مین انکی ایک کلیات لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ ہیئت مین بھی دخل تھا۔ بطلیموس کی مشہور کتاب مجسطی کو مختصر کیا۔ اور اسپر مفید حاشئے چڑھائے اور اپنے نفس کو اس شخص سے تشبیہ دی جس کے گھر آگ لگ گئی ہو اور سب سے قیمتی مال ہی بچا لینے پر پڑی ہو۔ ابن رشد کی زیادہ تعریف اس لئے ہے کہ اس نے ارسطو

سے مردہ فلسفے کو زندہ کیا اور نہایت کوشش سے اوس کے مسائل کو حل کیا اور حتی المقدور اون باتون کو ارسطو سے دی گئی تہین پورا کیا۔ ۱۳ برس کی عمر مین ۰ء قضا پر مامور رہا۔ شاہان اندلس کے ہان اس کی بہت قدر تھی ۵۹۵ھ مین مراکو مین وفات پائی۔

ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبد بن یزید بن ہاشم ہاشمی قریشی معروف بہ امام شافعی ۱۵۰ھ مین غزہ (واقع شام) مین تولد ہوئے اور اسی سال امام ابوحنیفہ دنیا سے اٹھ گئے۔ حمل کی رات اون کی والدہ نے خواب مین دیکھا تھا کہ مشتری اس کے پیٹ سے نکلا اور لوٹ گیا۔ اس کے ٹکڑے جملہ اقطاع عالم مین بکھر گئے۔ معبرین نے تعبیر دی کہ تیرے ہان ایک عالم پیدا ہوگا جس کے علم سے ایک زمانہ مستفیض ہوگا۔ امام حنبل کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ "اے باپ شافعی کون تھا جس کے حق مین آپ اسقدر دعائین کیا کرتے ہین۔ امام نے کہا" بیٹا وہ آفتاب تھا دن کے لیئے اور راحت تھا انسان کے لیئے"۔ ابوعبید کہتا ہے کہ "مین نے شافعی سے زیادہ باکمال نہین دیکھا"۔ امام شافعی نے حدیث مین ایک کتاب لکھی جو "سنن الشافعی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ فقہ مین "کتاب الام" تصنیف کی ان کی کتابون کی مکمل فہرست علامہ حموی نے دی ہے جس مین ۱۴۳ سے زیادہ کتابین درج ہین۔ ۲۰۴ھ مین عقلان ہیر وفات پائی۔

ابوبکر محمد بن ذکریا رازی اسلامی دنیا کے بڑے بھاری طبیبون مین سے تھے۔ انہون نے کتاب الحاوی لکھنی شروع کی (جو ۳۰ جلدون مین ختم ہوئی) علاوہ ازین کتاب الاعصاب۔ کتاب المنصوری وغیرہ (۱۱۳) کتابین تصنیف

لیکن اُن مین سے اکثر علم طب ہی مین ہین - ابوبکر رازی کو طب - منطق - ہندسہ - موسیقی - علوم طبعی مین خوب ملکہ حاصل تھا - وہ مدت تک بیت الشفا (واقع بغداد) مین رئیس الاطبا کے عہدے پر ممتاز رہا - اوس کے بعد اوس نے رَی مین شفاخانہ بنا کر اپنا مطب جاری کیا - علم طب اوس نے حکیم ابی حسن بن زین الطبری مصنف فردوس الحکمۃ سے حاصل کیا تھا - کتاب الحاوی کو (جس کا جزرابع کتب خانہ خدیویہ مین ہے) اوس نے اون متفرق رسالون سے جمع کیا جو جالینوس نے بقراط کے باقی ماندہ کلام سے جس کو بنی اقلیموس کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے تالیف کئے تھے - اسی وجہ سے کہا کرتے ہین کہ طب معدوم تھا اوس کو جالینوس نے زندہ کیا - متفرق تھا اوس کو بوبکر رازی نے جمع کیا ناقص تھا اوس کو ابن سینا نے مکمل کیا - اس کے اقوال مین سے ہے "مهما قدرت ان تعالج بالاغذیۃ فلا تعالج بالادویۃ ومهما قدرت ان تعالج بدواء مفرد فلا تعالج بدواء مرکب" یعنے غذا مین جو فائدہ ہے دوا مین نہین - مفرد دوا مرکب سے زیادہ علاج مین کام آتی ہے" آخر عمر مین وہ نابینا ہو گیا جس کی وجہ یون بیان کرتے ہین - کہ اوس نے ابی صالح منصور بن نصر سامانی کے سامنے کیمیا کی تعریف کی کہ اس اس طرح چاندی سونا بن سکتا ہے منصور کو بھی سنکر شوق ہو گیا اوس نے رازی سے اس شرط پر کہ اپنے دعوے کو سچا کر دکھائے تمام ضروری آلات واسباب مہیا کرنے کا ذمہ کر لیا - لیکن جب حکیم کو کسی قسم کی ضرورت باقی نہین رہی اور وہ تجربون مین مشغول ہوا تو کیمیا اوس سے نہ بن سکی - منصور نے طیش مین آکر حکم دیا کہ وہی کتاب جس کا اوس نے حوالہ دیا تھا اوس کے سر پہ ماری جائے - یہان تک کہ وہ پرزے پرزے ہو جائے پس اس صدمہ سے حکیم کی آنکھون مین نزلے کا پانی اتر آیا اعداوس کی

نابینائی کا باعث ہوا۔ ۳۲۱ھ مین اوس نے وفات پائی۔

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری وہ شخص ہے جس کی برابر دنیاے اسلام مین کسی مصنف کی تصنیفون کی تعداد نہین۔ شہر آمل واقع طبرستان مین ۲۲۴ھ مین پیدا ہوا۔ فن تاریخ مین تبحر حاصل کیا تھا۔ علامہ حموی معجم الادبا مین کہتے ہین کہ "ابو جعفر طبری نے ۴۰ برس تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ اس طرح قائم رکھا کہ ہر روز ۴۰ ورق لکھتا تھا اور پھر دوبارہ ان کی پڑتال نہ کرتا تھا" پس اس حساب سے اس نے ۴۰ × ۴۰ × ۳۶۵ ورقون پر خامہ فرسائی کی۔ (یعنے ۵ لاکھ ۸۴ ہزار سو ورق پر) اگرچہ یہ روایت کسی قدر مبالغے کے ساتھ بیان کی گئی ہے لیکن اس سے مورخ طبری کی وسیع تصنیفات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ایک روز اس نے اپنے دوستون سے پوچھا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ مین نے ایک تاریخ لکھی جس مین حضرت آدم سے لیکر آج تک کے واقعات درج ہین انہون نے ضخامت پوچھی۔ ابن جریر نے کہا ۳۰ ہزار ورق اونہون نے کہا اس کے دیکھنے مین عمر غارت ہو جائیگی ابن جریر نے کہا افسوس تمہاری ہمتین پست ہو گئین اور پھر اوس کو مختصر کیا ابن جریر کی اکثر کتابون کا پتہ نہین چلتا۔ اس نے جامع البیان فی تاویل القرآن (۳۰ جلدون) مین لکہی جو اب بھی کتب خانہ خدیویہ مین قلمی موجود ہے "تاریخ الامم والملوک (۱۱ جلدون مین چھاپی گئی ہے) مورخ موصوف نے شوال ۳۱۰ھ مین رحلت کی اور وہ بغداد مین اپنے گھر کے اندر مدفون ہوا۔

محمد بن عبد الواحد معروف بہ مطرز باوردی باورد یا ابیورد (واقع خراسان) کا رہنے والا تھا ۲۶۱ھ مین پیدا ہوا۔ تصنیفات مین اس قدر اشتغال رکھتا تھا کہ کسب معیشت نہ کر سکا اسی واسطے افلاس مین گرفتار تھا۔ علم لغت مین زبردست

مہارت تھی۔ ایک کتاب اس علم مین لکھی جو ۳۰ ہزار ورق مین ختم ہوئی۔ یہ عالم اپنے حافظے کے اعتماد پر تصنیف کرتا تھا اس کی روایت اور درایت کو اس قدر وسعت حاصل تھی کہ لوگون نے اوسے کاذب تصور کیا۔ ۲۴۵ھ مین فوت ہوا۔

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی قریش کے قبیلے بنی تمیم سے تھے ۵۴۴ھ کو شہر رے مین پیدا ہوئے شافعی مذہب تھے۔ ابن الخطیب ابو محمد محمد فخر الدین رازی کے نام سے مشہور ہوئے۔ شہاب الدین غوری کے ہان آپ کی بہت قدر تھی۔ ہرات مین اکثر وعظ کرتے رہے۔ دور دور سے لوگ ان کے پاس استفسار مسائل کے لئے آتے تھے۔ جب کہین یہ سوار ہوکر نکلتے تھے تین سو طالب علم ان کے ہمرکاب ہوتے تھے مدت تک خوارزمیہ کالج کے مدرس رہے۔ آپ نے کئی علوم مین تصنیفات چھوڑین جو شہرہ آفاق ہوئین۔ تفسیر کبیر (۶ جلد) سر مکتوم۔ مطالب العالیہ۔ نہایت العقول۔ شرح اشارات شرح کلیات وغیرہ کتابین لکھین جن کی تعداد (۵۰) سے زیادہ بتائی گئی ہے عربی زبان مین نہایت فصیح شعر کہتے تھے جو سراسر پند ونصیحت سے مملو ہین علم کلام مین آپ پر اپنی زبان مین کوئی سبقت نہین لے گیا۔ آپ کے فضائل اور شمائل آپ ہی کے ساتھ گئے۔ آپ کے وعظ مین سامعین کو وجد کی حالت ہوتی تھی۔ آپ کے باپ دادا طبرستان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے یکم ماہ شوال ۶۰۶ھ کو ہرات کے مدرسہ مین وفات پائی۔

محمد بن محمد طرخان بن اوزلغ المعروف بہ ابو نصر فارابی ۲۵۹ھ مین بمقام شہر فاالت (واقع ترکستان) مین پیدا ہوا۔ بغداد مین توطن اختیار کیا تھا۔ ترکی اوس کی مادری زبان تھی جس کے علاوہ عربی۔ یونانی۔ سریانی وغیرہ زبانین اوس نے سیکھ لی تہین، فلسفہ۔ منطق۔ موسیقی مین کمال حاصل کرایا۔ اور

ان علوم مین تصانیف بھی نہایت عمدہ چھوڑین مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ جب تک ۳۰ دفعہ کتاب کو اول سے آخر تک نہ دیکھہ لیتا بس نہ کرتا تھا۔ حکما ارسطو کو معلم اول اور اوسے معلم ثانی کہتے ہین۔ منطق مین ان معلومات کا اضافہ کیا جو یعقوب بن اسحق کندی سے بھی چھٹ گئی تہین۔ "کتاب الحروف" کا جو ارسطو کی تصنیفات مین سب سے زیادہ ادق ہے ابو علی بن سینا نے ۴۰ دفعہ مطالعہ کیا مگر مطلب حل نہین ہوا۔ ایک دفعہ بازار مین کتب فروشون مین اس کا گذرا ہوا کسی کتب فروش نے اوسے ایک چھوٹا سا رسالہ بغرض فروخت دکھایا۔ ابن سینا نے کچھہ التفات نہین کی اور قریب تھا کہ چلا جائے مگر کتب فروش نے کہا کہ مجھکو کچھہ خرچ کی ضرورت ہے آپ اس کو تین درہم مین خرید لیجئے چونکہ یہہ مقدار نہایت قلیل تھی۔ ابن سینا نے اس کے خریدنے مین کچھہ دریغ نہین کیا۔ جب گھر آیا تو معلوم ہوا کہ یہہ رسالہ بو نصر فارابی کا لکھا ہوا ہے جس مین وہ الحروف کے مسائل پر کچھہ بحث کرتا ہے۔ ابن سینا بہت خوش ہوا۔ اور اس پر الحروف کے تمام مسائل منکشف ہوگئے۔ ابو الفدا کا بیان ہے کہ "سیف الدولہ نے بو نصر کا یومیہ ۴ درہم مقرر کر دیا تھا چونکہ وہ تارک الدنیا تھا اس لئے اسی پر قناعت کرتا تھا" حکیم موصوف نے علم آلہی اور علم مدنی مین کتاب سیاستہ مدینہ اور کتاب سیرۃ فاضلہ بے نظیر کتابین لکھین اس کی تصانیف کی تعداد (۷۰) سے زیادہ ہے ۳۳۹ھ مین بغداد مین انتقال کیا اور زباب صغیر کے باہر مدفون ہوا۔

محمد بن محمد غزالی ملقب بہ حجۃ الاسلام طوس (یعنے مشہد) کے رہنے والے تھے مدتون بغداد مین رہے۔ مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعلےٰ ہو گئے۔ پھر وہان سے نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ مین چلے آئے اور درس دیتے رہے۔

پھر شام گئے۔ اسکندریہ کی سیر کی۔ مفسر تھے۔ قرآن کی تفسیر توت التادیل (۴۰)
جلدون مین لکھی۔ تصوف مین بھی دخل تھا چنانچہ اس علم مین بھی گیارہ کتابین
تصنیف کین۔ آپ کی تمام کتابون کی تعداد (۹۹) بتائی گئی ہے جس مین سے احیاء
العلوم (۴ جلد) قواعدالعقائد۔ جواہرالقرآن۔ مشکواۃ الانوار وغیرہ مشہور ہین ۵۰۵ھ
مین ۵۵ برس کی عمر مین وفات پائی۔

محی الدین بن عربی مرسیہ (واقع اندلس) مین ۵۶۰ھ مین تولد ہوئے
خصوص الحکم۔ مواقع النجوم۔ فتوحات مکیہ وغیرہ کتابین لکھین۔ صاحب نفحات الانس
کسی ذریعے سے لکھتے ہین کہ بعض اصحاب کی استدعا سے بن عربی نے ایک
رسالے مین اپنے تالیف کے نام جمع کئے جن کی تعداد ۲۵۰ سے زیادہ ہے
فرماتے تھے کہ اس سے میری غرض تصنیف نہ تھی بلکہ حق تعالے کی طرف سے
مجھہ پر ایک امر لاحق ہوتا تھا اور قریب تھا کہ مین اوس کی سوزش سے جل جاؤن
لیکن مین نے اپنے تئین بعضے راز کے اظہار مین مشغول کیا۔ آپ نے ایک
تفسیر بھی لکھی جو تفسیر ابن عربی کے نام سے مشہور ہے اور دو جلدون مین
ہے۔ شعر بھی خوب کہتے تھے۔ اور تصوف مین تو اوستاد تھے اس علم مین
اونھون نے اس قدر ترقی کی تھی اور ایسے ایسے غوامض کا پتا لگایا کہ بعض ناسمجھ
لوگون نے ان کی ماہیت کو نہ سمجھ کر اونپر کفر کا فتوے لگایا۔ ۶۳۸ھ ۲۲
ربیع الآخر جمعہ کی راتکو قضا کی اور موضع صالح مین دمشق کے پاس مدفون ہوئے۔

معمر بن مثنی تیمی بصری نحوی ۱۱۰ھ مین پیدا ہوا ۱۸۸ھ مین ہارون الرشید
نے اوسے بصرہ سے بغداد مین بلا لیا اور اوس کی تصنیف کی ہوئی کتابین
پڑھین۔ یہہ شخص ابو عبیدہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اصمعی سے اس کی
نوک جھوک رہتی تھی۔ ابو نواس شاعر اسی عالم کا شاگرد تھا۔ ابو عبیدہ کی عبارت

غیر فصیح بہت ہوا کرتی تھی اور شعر بھی اکثر ناموزون پڑھا کرتا تھا۔ تصنیف کی دھت مرتے دم تک اُس کے سر سے نہین گئی۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ مولفات اس عالم کی اندازاً ۲۰۰ کے قریب ہین جن مین اُس نے اپنے عہد کے تمام مشہور علوم نحو لغت ۔ ادب ۔ تاریخ الطبعی ۔ طب ۔ تفسیر ۔ حدیث وغیرہ سے بحث کی ہے۔ کتاب العرس مجاز القرآن ۔ ایام الکبیر ۔ کتاب اللغات ۔ کتاب الاضداد وغیرہ اس نے تالیف کین ۲۰۹ھ مین بصرہ مین وفات پائی ۔

ہشام بن ابی النضر محمد بن سائب وبشیر بن عمر معروف بہ ابن کلبی نسابہ کو فن انساب مین اوس کو کمال تصرف تھا اور اسی وجہ سے اوس کا لقب نسابہ پڑ گیا تھا ابن خلکان نے اس کو علم تفسیر مین بھی امام لکھا ہے۔ حافظہ اس کا اس قدر قوی تھا کہ تین روز مین اوس نے کلام مجید یاد کر لیا ۔ اس نے بے تعداد کتابین تصنیف کین جو سب اعلے ۔ انفع اور احسن ہین ۔ کتاب الجمہرة ۔ کتاب المنافرات ۔ کتاب المثالب کتاب الکنی ۔ کتاب المناحرات ۔ کتاب المعاتبات ۔ کتاب النوائل ۔ کتاب ملوک الطوائف کتاب ملوک کندہ وغیرہ جن کی تعداد اندازاً ۱۵۰ سے زیادہ بتائی گئی ہے ۔ ابن کلبی نے ۲۰۴ھ مین وفات پائی ۔

یعقوب بن اسحق کندی المشہور بہ فیلسوف الاسلام بصرہ مین پیدا ہوا ۔ اور آیت ۲۶۶ھ مین مر گیا ۔ فلسفہ کے علاوہ ہندسہ ۔ ہیئت ۔ طب ۔ منطق وغیرہ علوم بھی جانتا تھا ۔ عربی کے سوا یونانی ہندی ۔ فارسی وغیرہ زبانین بھی اس کو آتی تھین ماموں الرشید نے اس کو بیت الحکمة مین تصنیفات ارسطو کے ترجمہ کے لئے مقرر کیا تھا ۔ اس نے اکثر علوم مین تصنیفات چھوڑین جن کی تعداد مین (۵۰) کتابین اور (۲۵۰) رسالے شامل ہین جو تمامہ کتاب عیون الانبا فی طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ مین مذکور ہین ۔ ابن خلکان کہتا ہے " یعقوب بن اسحق کندی

مسمی فیلسوف الاسلام اشعث بن قیس کوفی کی اولاد سے تھا۔ وہ بغداد مین گیا اور
علم فلسفہ و ادب مین مشغول ہوکر نہایت عمدہ اور ضخیم کتابین تصنیف کین جن مین
سے کتاب اقسام الالسنی۔ کتاب الجوامع الفکریہ۔ کتاب فلسفۃ الاولی نہایت
جید ہین۔ اس نے کتاب المنطق کتاب التوحید۔ کتاب الوسیقی۔ کتاب فی
اثبات النبوۃ۔ کتاب فی الادب لکہین۔ اوس کے مشہور رسالون مین
سے کمیتہ کتب ارسطو۔ مقیاس العلمی وغیرہ بھی ہین۔

یوسف بن قزعلی بن عبداللہ ۵۸۱ھ مین بغداد پیدا ہوا۔ ابوالمظفر شمس الدین
کے نام سے مشہور ہوا علامہ ابن جوزی کا نواسا تھا۔ عالم فاضل فقیہہ محدث
تھا۔ اس کی مجلس مین فضلا۔ صلحا۔ ملوک۔ امرا۔ شامل ہوتے تھے اور اسکے
وعظ مین سامعین کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔ اس فاضل کی بے نظیر تصنیفات
سے خلق کو بہت فائدہ ہوا۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ مین نے اوسکے
ہاتھہ کی لکھی ہوئی تاریخ مراۃ الزمان دیکھی۔ کتاب
بے نظیر ہے۔ اس عالم نے تفسیر القرآن ۲۹ جلد مین
شرح جامع کبیر مناقب النعمان وغیرہ کتابین لکہین
۲۱ ماہ ذالحجہ کی رات کو ۶۵۴ھ مین فوت ہوا
ان کے علاوہ اور بہت سے نامور
مصنف ہوئے جن مین سے
بعض کی مجمل فہرست
دیجاتی ہے

نام معہ سنہ وفات	تعداد تصانیف	نام معہ سنہ وفات	تعداد تصانیف
ابراہیم حربی المتوفی سنہ ۲۸۵ھ	۴۲ محض علم حدیث	ابوبکر بن محورک المتوفی سنہ ۴۰۶ھ	۱۰۰
سہل بن محمد ابو حاتم السجستانی المتوفی	۳۰	عبدالحق دہلوی المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ	۱۰۰
سنہ ۲۴۸ ہجری۔	۰	عبدالملک اصمعی سنہ ۲۱۶ھ	۳۵
عبدالح الضاری المتوفی سنہ ۳۰۴ھ	۹۱	علی بن حسین مرتضیٰ الہدیٰ	۳۰
علی بن شمیم الحلی المتوفی سنہ ۶۱۰ھ	۳۸	المتوفی سنہ ۴۳۶ھ۔	۰
علی بن عبیدہ الریحانی المتوفی سنہ ۲۱۹ھ	۵۱	علی بن محمد سید شریف	۴۰
لوط بن مخنف الازدی المتوفی سنہ ۱۵۷ھ	۳۴	المتوفی سنہ ۸۱۶ھ۔	۰
محمد بن اسمٰعیل ابوالعنبس الصیمری	۳۵	علی بن ابی طالب المقری المتوفی	۳۰
المتوفی سنہ ۲۷۵ھ	۰	سنہ ۴۲۵ھ۔	۰
محمد بن محمد رزی المتوفی سنہ ۸۳۳ھ	۵۴	محمد بن حبیب بغدادی المتوفی	۴۰
یعقوب بن اسحٰق ابن سکیت المتوفی	۳۶	سنہ ۲۴۵ھ۔	۰
سنہ ۲۴۴ ہجری۔	۰	مجدالدین فیروزآبادی المتوفی سنہ ۸۱۷ھ	۴۰

ان کے علاوہ صدہا اور بھی نامی مصنف گذرے ہین

تمام شد

علمائے سلف کا دوسرا ضمیمہ علم کی فضیلت مین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور سکھائے اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو نام ساری مخلوقات کے عالم علویات سے عالم سفلیات تک ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر پیش کیا اشخاص اون سمیات کو فرشتون پر اس لیے کہ وہ کہتے تھے اَتَجْعَلُ فِيْهَا الخ یعنی تو اللہ تعالی ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے کہ وہ زمین مین فساد اور خون ریزی کرے گا فَقَالَ پس فرمایا خالق مطلق نے نہ از روے تکلف اور حکم کے بلکہ بطریق تنبیہ کے اُن کے عاجز ہونے پر عہدۂ خلافت سے اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ خبر دواے فرشتو مجھے کہ نام ہین اون کے جو کہ پیش کئے گئے ہین تم پر اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۰ اگر ہو تم سچے طعن کرنے مین استحقاق خلافت آدم علیہ السلام کے حالانکہ خلیفہ کو علم چاہیے اور تم بے علم ہو قَالُوْا سُبْحٰنَكَ کہا سب فرشتون نے بعد ثبوت اپنی جہالت کے اون باتون سے بطریق معذرت کے کہ تنزیہ کرتے ہین تیری پاک تو اے اللہ اور عرض کی جناب باری مین کہ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۰ نہین ہے کچھ علم ہمکو مگر جو کچھ کہ تو نے سکھایا ہم کو بیشک توہی ہے جاننے والا اور حکمت والا (تفسیر حسینی) حدیث عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم انہ قال من سلک طریقا من العلم سلک اللہ بہ طریقا فی الجنۃ وان العالم یستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض حتی الحیتان فی البحر وان العلماء ورثۃ الانبیاء ترجمہ فرمایا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ چلا راہ علم مین یعنی تحصیل علم دین کیو اسطے سفر مین نکلا اور چلا چلاوے گا اسکو اللہ تعالی راہ جنت مین اور استغفار کرتے ہین واسطے اوس کے خلایق جو آسمان اور زمین مین ہین یہان تک کہ مچھلیان دریا مین اور تحقیق علما وارث ہین نبیون کے حدیث عن ابی ذر انہ قال علیہ السلام یا ابا ذر لان تغدو فتتعلم بابا من کتاب اللہ تعالی فھو خیر لک من ان تصلی مائۃ رکعۃ ولان تغدو فتتعلم بابا من العلم خیر لک من ان تصلی الف رکعۃ قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم من تعلم بابا من العلم لیعلم الناس اعطی لہ ثواب سبعین نبیا وقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم من جلس عند العالم ساعتین او اکل معہ لقمتین او امشی معہ خطوتین اعطاہ اللہ تعالی جنتین کل جنۃ مثل الدنیا مرتین (مشکوۃ الانوار) ترجمہ روایت ہے حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے ابوذر اگر ہر صبح پڑھا کرو تم ایک باب قرآن شریف کا بہتر ہے تمہارے لئے سو رکعت نماز نفل سے اور اگر ہر صبح سکھاؤ تم کسی کو ایک باب علم بہتر ہے واسطے ہزار رکعت نماز سے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے سکھایا کسی کو ایک باب علم کا اس نیت سے کہ وہ سکھائیگا اورون کو

دیگا اللہ تعالی اس کو ثواب ستر نبیوں کا اور فرمایا آپ نے جو شخص کہ بیٹھا عالم کے پاس
دو گھڑی یا کہ کھائے اوس کے ساتھ دو لقمے یا کہ سُنے اوس سے دو کلمے یا کہ چلے
ساتھ اوس کے دو قدم دیگا اللہ جلشانہ اُس کو ایسی دو جنتیں کہ ہر ایک مثل دو دنیا
کے ہونگی **حدیث** عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَاَلْتُ جِبْرَئِيْلَ عَنْ صَاحِبِ الْعِلْمِ فَقَالَ هُمْ سِرَاجُ
اُمَّتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ طُوْبٰى لِمَنْ عَرَفَهُمْ وَالْوَيْلُ لِمَنْ اَنْكَرَهُمْ
وَاَبْغَضَهُمْ (كواشى) **ترجمہ** مروی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ فرمایا
خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا میں نے حضرت علیہ السلام سے
درجہ عالم کا کہا وہ لوگ آپ کی امت کے چراغ ہیں دنیا اور آخرت میں خوش ہیں وہ لوگ
جنھوں نے مرتبہ عالم کا پہچانا اور عذاب ہے واسطے اون لوگوں کے کہ انکار کیا انہوں نے
عالموں سے اور بغض رکھا اون کے ساتھ اور بے ادبی اور گستاخی کی اون سے
حدیث رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ
مَنْ صَلَّى الصَّلٰوةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَجَلَسَ فِي حَلْقَةِ الْعِلْمِ وَسَمِعَ كَلَامَ
اللّٰهِ وَعَمِلَ بِهٖ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى سِتَّةَ اَشْيَاءَ الرِّزْقُ مِنَ الْحَلَالِ
وَيَنْجُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُعْطٰى كِتَابُهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ
كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَيُحْشَرُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَبَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ
مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ لَهٗ اَرْبَعُوْنَ بَابًا (زبدة الواعظين) ترجمہ روایت ہے
فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کہ پڑھی نماز جماعت کے ساتھ
اور بیٹھا حلقہ علم میں اور سنا کلام اللہ کو اور عمل کیا مطابق اوس کے دیگا اللہ تعالی

اوس کو تیمہ چیزین رزق حلال کا اور نجات پائیگا وہ شخص عذاب قبر سے اور دیا جائیگا
قیامت کے دن اعمالنامہ اوس کے داہنے ہاتھ مین اور گذریگا وہ پل صراط سے
مثل بجلی کے اور اوٹھایا جائیگا وہ پیغمبرون کے ساتھ اور بناویگا اللہ تعالی اوس کے
لئے ایک گہر بہشت مین یاقوت سرخ سے اوس کے چالیس دروازے ہون گے

حدیث عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ لِلْعُلَمَاءِ دَرَجَاتٌ فَوْقَ
دَرَجَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِسَبْعِ مِائَةِ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ
يُقَالُ اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ بِخَمْسَةِ اَوْجُهٍ اَلْاَوَّلُ اَلْعِلْمُ بِغَيْرِ عَمَلٍ يَكُوْنُ
وَالْعَمَلُ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَكُوْنُ وَالثَّانِيْ اَلْعِلْمُ بِغَيْرِ عَمَلٍ يَنْفَعُ وَالْعَمَلُ بِغَيْرِ عِلْمٍ
لَا يَنْفَعُ وَالثَّالِثُ اَلْعِلْمُ نُوْرٌ كَالسِّرَاجِ وَالْعَمَلُ مُنَوَّرٌ مِنْهُ وَالرَّابِعُ
اَلْعِلْمُ مَقَامُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ
كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَالْخَامِسُ اَلْعِلْمُ صِفَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْعَمَلُ صِفَةُ
الْعِبَادِ وَصِفَةُ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صِفَةِ الْعِبَادِ (تفسیر تدسیر) ترجمہ روایت ہے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا انھون نے عالمون کے سات سو درجے
اور مومنون کے درجون سے زاید ہین اور درمیان دو درجون پانچسو برس کا فاصلہ اور
کہتے ہین کہ علم افضل ہے عمل سے پانچ وجہون سے اوّل علم حاصل ہوتا ہے بغیر عمل کے
اور عمل بغیر علم کے حاصل نہین ہوتا دوسرے علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے اور عمل بغیر علم کے
نفع نہین دیتا ہے تیسرے علم ایک نور ہے مثل چراغ کے اور عمل روشن ہی علم سے چوتھے
علم مقام انبیا کا ہے جیسا کہ فرمایا حضرت البشر شفیع یوم محشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علما میری
امت کے مثل انبیائے بنی اسرائیل کے ہین پانچوین علم صفت خدا کی ہی اور عمل صفت

بندون کی او محبت اشد ہے صفت بندون سے حدیث عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما انہ قال خُیّر سلیمان علیہ السلام بین العلم والملک
فاختار العلم فاعطی لہ العلم والملک ترجمہ روایت ہے حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے کہ اختیار دیے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام درمیان علم اور ملک کے
پس خدا نے فرمایا اے سلیمان جو ان دونون سے تم پسند کرو دین ہم تم کو دونون کو پس پسند کیا
آپ نے علم کو پھر دیا اونکو حق تعالیٰ نے اون کو علم اور سلطنت قول وقال بعض العارفین
العلم ثلثة احرف عین ولام ومیم واشتقاق العین من علیین واشتقاق
اللام من اللطف واشتقاق المیم من الملک فالعین یجاوز صاحبه
الی علیین واللام یجعلہ لطیفا والمیم یجعلہ ملکا علی الخلق ویقال
یدل علی شرف العلم امرہ تعالی لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قل رب زدنی علما لان اللہ تعالی اعطی محمدا کل الکمال و
لم یامر بطلب زیادة غیر العلم (مجالس الابرار) ترجمہ اور کہا بعض
عارفون نے علم کے تین حرف ہیں عین اور لام اور میم اشتقاق عین کا علیین سے ہے
اور لام کا لطف سے اور میم کا ملک سے پس پہنچاتا ہے عالم کو علیین میں اور لام اوسکو
لطف کر دیتا ہے اور میم مالک کرتا ہے اوس کو خلق پر اور کہا ہے بعضون نے کہ
دلالت کرتا ہے شرافت علم پر فرمان واجب الاذعان حضرت رحمان تقدس وتعالی کا
واسطے جناب احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یعنے کہو تم اے محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اے رب میرے زیادہ دے تو مجھکو علم اسواسطے کہ دیے اللہ تعالی نے
آپ کو تمام کمالات اور نہیں حکم کیا اونکو کہ چاہیں زیادہ کوئی چیز سوا سے علم کی حکایت

حُکِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَرَاَی
الشَّیْطَانَ عِنْدَ بَابِهٖ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَا اِبْلِیْسُ مَا تَصْنَعُ
هٰهُنَا فَقَالَ الشَّیْطَانُ اُرِیْدُ اَنْ اَدْخُلَ الْمَسْجِدَ اُفْسِدُ صَلٰوۃَ هٰذَا الْمُصَلِّیْ
وَلٰکِنْ اَخَافُ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ النَّائِمِ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
لِمَ لَا تَخَافُ مِنَ الْمُصَلِّیْ وَهُوَ فِی الْعِبَادَۃِ وَالْمُنَاجَاتِ مَعَ رَبِّهٖ وَتَخَافُ
مِنَ النَّائِمِ فِی الْغَفْلَۃِ قَالَ الشَّیْطَانُ الْمُصَلِّیْ جَاهِلٌ وَفَسَادُهٗ اَسْهَلُ
وَلٰکِنَّ النَّائِمَ عَالِمٌ اِذَا اَغْوَیْتُ الْمُصَلِّیْ وَاَفْسَدْتُ صَلٰوتَهٗ اَخَافُ
مِنْ تَیَقُّظِهٖ وَاِصْلَاحِهٖ عَجَلًا فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
نَوْمُ الْعَالِمِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الْجَاهِلِ (منهاج المتعلمین) ترجمہ نقل ہے
کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے مسجد کے دروازے پر پس دیکھا آپ نے
شیطان کو نزدیک دروازے کے اور فرمایا آپ نے کیا کرتا ہے تو اے ابلیس اس جگہ پس کہا
ابلیس نے ارادہ کرتا ہوں میں کہ داخل ہوں اس مسجد میں اور خراب کروں نماز اس نمازی کی
لیکن میں ڈرتا ہوں اس شخص سوتے ہوئے سے فرمایا حضرت نے کہ کیوں ڈرتا ہے تو
نمازی سے حالانکہ وہ عبادت اور مناجات میں ہے اور کیوں ڈرتا ہے تو اس شخص
سوئے ہوئے سے غفلت میں کہا شیطان نے کہ یہہ جاہل ہے اور خراب کرنا اوسکا
یعنی اوسکی نماز کا بہت آسان اور سہل ہے مگر یہہ سونے والا عالم ہے اگر بہکاؤں میں
نمازی کو اور فاسد کروں نماز اوسکی کو تو ڈرتا ہوں کہ بیدار ہو جاوے یہہ عالم اور اسکی
بہت جلد اصلاح کر دے پس فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نیند عالم کی بہتر ہے
عبادت جاہل سے حدیث قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَحْفَظَ الْعِلْمَ فَعَلَيْهِ اَنْ يَلْزَمَ خَمْسَ خِصَالٍ اَلْاُوْلٰی
صَلوٰةُ اللَّيْلِ وَلَوْ رَكْعَتَيْنِ وَالثَّانِيَةُ دَوَامُ الْوُضُوْءِ وَالثَّالِثَةُ التَّقْوٰی
فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالرَّابِعَةُ اَنْ يَاْكُلَ لِلتَّقْوٰی لَا لِلشَّهَوَاتِ
وَالْخَامِسَةُ السِّوَاكُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَيْرُ الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَالْعَالِمُ الْوَاحِدُ اَكْبَرُ مِنْ جِهَةِ الْفَضْلِ عِنْدَ اللّٰهِ
تَعَالٰی مِنْ اَلْفِ شَهِيْدٍ وَالْمُرَادُ مِنَ الْعَالِمِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ هُوَ عَالِمٌ
عَمِلَ بِعِلْمِهٖ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ تَحْتَ
الْعَرْشِ مَدِيْنَةً مَكْتُوْبٌ عَلٰی بَابِهَا مَنْ زَارَ الْعُلَمَاءَ فَكَاَنَّمَا زَارَ الْاَنْبِيَاءَ
وَلِذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جُلُوْسُ سَاعَةٍ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ اَحَبُّ
اِلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ اَلْفِ سَنَةٍ ترجمہ فرمایا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے جو شخص ارادہ کرے حفاظت علم کا پس لازم ہے اوس پہ اختیار کرنا پانچ خصلتوں کا
پہلی نماز رات کی اگرچہ دو ہی رکعت ہوں دوسری ہر وقت باوضو رہنا تیسری تقوی
کرنا ظاہر و باطن میں چوتھی کہاوے وہ شخص واسطے تقوے کے نہ واسطے شہوت کے
پانچویں مسواک کرنا اور فرمایا آپ نے بہتری اور فخر دنیا اور آخرت کا علم سے ہے
اور ایک عالم بڑا اور بزرگ ہے از روئے فضیلت کے نزدیک خدا تعالی کے ہزار
شہیدوں سے اور مراد عالم سے اس حدیث میں عالم با عمل ہے اور فرمایا آپ نے
تحقیق خدا تعالی نے پیدا کیا ہے نیچے عرش معلی کے ایک شہر اوس کے
دروازے پر لکھا ہے جس نے زیارت کی عالموں کی گویا زیارت کی اوس نے
نبیوں کی اور اسی واسطے فرمایا آپ نے کہ بیٹھنا ایک گھڑی کا نزدیک عالموں کے

بہت ہے نزدیک خدا تعالی کے عبادت ہزار سال سے پس مسلمانون کو چاہیے کہ علم پڑہین اور فضیلت پائین اور علما اور صلحا کی صحبت کے ثواب کو حاصل کرین حدیث قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ تَحْتَ الْعَرْشِ مَدِیْنَۃً مِّنْ نُوْرٍ مِثْلَ الدُّنْیَا عَشَرَ مَرَّاتٍ فِیْھَا اَلْفُ شَجَرَۃٍ مِّنْ لُؤْلُؤٍ وَّیَاقُوْتٍ وَّزَبَرْجَدٍ وَّمَرْجَانٍ وَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ فُتِحَتْ اَوْرَاقُھَا ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنْ قِبَلِ الرَّحْمٰنِ اَیْنَ الَّذِیْنَ صَلَّوُا الصَّلٰوۃَ الْخَمْسَ مَعَ الْجَمَاعَۃِ فَجَلَسُوْا فِیْ حَلْقَۃِ الْعِلْمِ حَیُّوْا اِلٰی ظِلِّ ھٰذِہِ الْاَشْجَارِ الْیَوْمَ فَیَجِیْئُوْنَ فَیَجْلِسُوْنَ تَحْتَ الْاَشْجَارِ ثُمَّ یُوْضَعُ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ مَائِدَۃٌ مِّنْ نُّوْرٍ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ فَیُقَالُ لَھُمْ کُلُوْا مِنْھَا جَمِیْعًا (کذا فی مکاشفۃ الاسرار) ترجمہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ تحقیق خدا تعالی نے پیدا کیا ہے ایک شہر نور کا نیچے عرش معلی کے کہ وہ برابر ہے دس دنیا کے اور اوس مین ہزار درخت ہین موتی اور یاقوت اور زمرد اور مونگے کے اور جب قیامت ہوگی نکلین گے پتے اون کے پس ندا کرے گا ایک منادی اللہ کی طرف سے کہان ہین وہ لوگ کہ نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کرتے تھے اور بعد اوس کے حلقۂ علم مین بیٹھتے تھے آئین آج ان درختون کے سایہ کے نیچے پس آئین گے وہ لوگ اور بیٹھین گے نیچے اون درختون کے اور رکھے جائین گے سامنے اون کے خوان نور کے اون مین وہ وہ چیزین ہون گی جو انکا جی چاہے گا اور خوش ہون گے اوس سے اونکی آنکھین پھر کہا جاویگا اون کو کھاؤ تم سب حدیث وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ یَحْزُنُ بِمَوْتِ الْعَالِمِ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ ثَوَابَ اَلْفِ عَالِمٍ وَّاَلْفِ

شَہِیدٍ وَکَذَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ وَفِی
الْکَوَاشِی مَنْ شَتَمَ امْرَأً مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ بِکَلِمَۃِ الْجِمَاعِ یَکْفُرُ وَتَطْلُقُ امْرَأَتُہٗ
طَلَاقًا بَائِنًا عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَقَالَ صَدْرُ الشَّہِیدِ فِیْ فَتَاوٰی بَدِیْعِ الدِّیْنِ مَنِ
اسْتَخَفَّ بِالْعَالِمِ یَکْفُرُ وَتَطْلُقُ امْرَأَتُہٗ بَائِنًا وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
سَیَاْتِیْ زَمَانٌ عَلٰی اُمَّتِیْ یَفِرُّوْنَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَہَاءِ فَیَبْتَلِیْہِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی
بِثَلَاثِ بَلِیَّاتٍ اَوَّلُہَا یُرْفَعُ الْبَرَکَۃُ مِنْ کَسْبِہِمْ وَالثَّانِیَۃُ یُسَلِّطُ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلَیْہِمْ سُلْطَانًا ظَالِمًا وَالثَّالِثَۃُ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الدُّنْیَا بِغَیْرِ اِیْمَانٍ کَذَا فِی
مکاشفۃ الاسرار ترجمہ فرمایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مومن نے
کہ غم کیا کسی عالم کے مرنے سے لکھتا ہے خدا تعالی واسطے اوس کے ثواب
ہزار عالمون اور ہزار شہیدونکا اور فرمایا آپ نے کہ مرنا ایک عالم کا گویا مرنا ایک جہانکا ہے
اور کواشی مین لکھتا ہے جو شخص کہ گالی دے کسی عالم کو فحش کلام سے پس کافر ہوجاتا ہے
وہ اور مطلقہ ہوجاتی ہے عورت اوسکی بطلاق بائن نزدیک امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے اور
کہا صدر شہید رحمہ اللہ علیہ نے فتاوی بدیع الدین مین جس نے حقارت اور اہانت کی
عالم کی کافر ہوا وہ اور مطلقہ ہوئی عورت اوسکی اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ آئیگا ایک زمانہ امت میری پر کہ بھاگین گے لوگ علما اور فقہا سے پس
مبتلا کرے گا اون کو اللہ تعالی تین بلاؤن مین اول اوٹھ جائے گی برکت کسب
اون کے سے دوم بھیجے گا خدا تعالی اونپر بادشاہ ظالم سوم ایسے لوگ دنیا سے
بے ایمان جاوین گے پس مسلمانون کو چاہیے کہ عالمون کی عزت کرین اور اون کی
صحبت سے فیض لین اور اون کی شان مین کوئی کلمہ بے ادبی یا گستاخی کا نہ کہین تاکہ

اعمال سے آج کل یہہ سب باتین موجود ہین حدیث رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ یُؤْتٰی بِاَرْبَعَۃِ نَفَرٍ عِنْدَ بَابِ
الْجَنَّۃِ بِغَیْرِ رُؤْیَۃِ الْحِسَابِ وَالْعَذَابِ اَلْاَوَّلُ الْعَالِمُ الَّذِیْ عَمِلَ بِعِلْمِہٖ وَ
الثَّانِیْ الْحَاجُّ الَّذِیْ حَجَّ بِغَیْرِ عَمَلِ الْفَسَادِ وَالثَّالِثُ الشَّہِیْدُ الَّذِیْ قُتِلَ فِی
الْمَعْرِکَۃِ وَالرَّابِعُ السَّخِیُّ الَّذِیْ اِکْتَسَبَ مَالًا حَلَالًا وَاَنْفَقَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
بِغَیْرِ رِیَاءٍ فَیَتَنَازَعُ بَعْضُہُمْ بَعْضًا لِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ اَوَّلًا فَیُرْسِلُ اللّٰہُ تَعَالٰی جِبْرَئِیْلَ
لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ فَیَسْئَلُ الشَّہِیْدَ اَوَّلًا فَیَقُوْلُ لَہٗ مَا عَمِلْتَ فِی الدُّنْیَا وَاَنْتَ تُرِیْدُ
دُخُوْلَ الْجَنَّۃِ اَوَّلًا فَیَقُوْلُ قُتِلْتُ فِی الْمَعْرِکَۃِ لِرِضَی اللّٰہِ تَعَالٰی عَنِّیْ فَیَقُوْلُ مِمَّنْ
سَمِعْتَ ثَوَابَ الشَّہِیْدِ فَیَقُوْلُ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَیَقُوْلُ اِحْفَظِ الْاَدَبَ وَلَا تَتَقَدَّمْ
عَلٰی مُعَلِّمِکَ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ اِلَی الْحَاجِّ فَیَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ اِلَی السَّخِیِّ فَیَقُوْلُ
مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَقُوْلُ الْعَالِمُ اِلٰہِیْ مَا حَصَّلْتُ الْعِلْمَ اِلَّا بِسَخَاوَۃِ السَّخِیِّ وَبِسَبَبِ
اِحْسَانِہٖ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَ الْعَالِمُ یَا رِضْوَانُ افْتَحْ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ
حَتّٰی یَدْخُلَ السَّخِیُّ الْجَنَّۃَ وَہٰؤُلَاءِ بَعْدَہٗ (کذا فی مشکوۃ الانوار)

ترجمہ روایت ہے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ لائے جاینگے
قیامت کے دن چار شخص بغیر حساب اور عذاب کے دروازہ بہشت پر اول عالم
باعمل دوم وہ حاجی کہ جسنے حج کیا بغیر تصور شر کے اور فساد کے سوم وہ شہید
کہ مارا گیا جہاد مین چہارم وہ سخی کہ حاصل کیا مال حلال اور خرچ کیا اوسکو
خدا تعالی کی راہ مین بغیر ریا کے پس جھگڑینگے یہہ لوگ باہم واسطے پہلے داخل
ہونے بہشت کے پس بھیجیگا خدا تعالی جبرئیل علیہ السلام کو تاکہ وہ انصاف کرین

درمیان اون لوگون کے پس وہ پوچھین گے پہلے شہید سے اور کہین گے اوس کو کہ کونسا عمل اچھا کیا تو نے دنیا مین کہ آج ارادہ رکہتا ہے تو بہشت مین سب سے پہلے جانے کا پس کہے گا وہ کہ قتل کیا گیا مین لڑائی مین تا کہ راضی ہو اللہ تعالی مجھ سے پس پوچھین گے حضرت جبرئیل علیہ السلام کس سے سنا تھا تو نے ثواب شہادت کا پس کہے گا شہید عالمون سے پس کہین گے اوس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ادب اپنے معلم اوستاد کا اور مرشد کا ستی مت کر اوس پر بعد اوسکے مخاطب ہون گے طرف حاجی کے اور کہین گے اوس کو بھی ایسا ہی پھر مخاطب ہون گے طرف سخی کے اور کہین گے اوس کو بھی ایسا ہی بعد اوس کے کہے گا عالم خداوندا حاصل کیا مین نے علم کو بسبب سخاوت سخی کے اور احسان اوس نے مجھ پر بسبب فرمانگا اللہ تعالی جلشانہ سچ کہا عالم نے بعد اس کے حکم کرے گا خداوند تعالی رضوان جنت کو کہ کھولدے دروازے جنت کے تاکہ داخل ہو سخی پہلے سب سے اور لوگ بعد اوس کے

حدیث وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ وَکَذَا اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَا عَلِیْمٌ اُحِبُّ عَلِیْمًا وَقَالَ حَسَنٌ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ یُوْزَنُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِدَمِ الشُّھَدَاءِ فَیَتَرَجَّحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی دَمِ الشُّھَدَاءِ وَکَذَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُنْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ سَامِعًا وَلَا تَکُنْ رَابِعًا فَتَھْلِکُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ فَقَالَ الْعِلْمُ بِاللّٰہِ لِاَنَّ قَلِیْلَ الْعَمَلِ یَنْفَعُ مَعَ الْعِلْمِ وَاَنَّ کَثِیْرَ الْعَمَلِ لَا یَنْفَعُ مَعَ الْجَھْلِ فَعَلَیْکُمْ

مِنْ هٰذَا اَنَّ الْعِلْمَ اَشْرَفُ مِنَ الْعِبَادَةِ وَلٰكِنْ لَا بُدَّ لِلْعَبْدِ مِنَ الْعِبَادَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَاِلَّا لَكَانَ عِلْمُهٗ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا وَقَالَ اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةُ فِيْ جُحْرِهَا وَالْحُوْتُ فِي الْبَحْرِ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ خَيْرًا (زبدۃ الواعظین)

ترجمہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضیلت عالم کی عابد پر اتنی ہے جتنی میری فضیلت ہے ایک ادنے تمہارے پر اور وحی بھیجی اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کہ میں علیم یعنے عالم ہوں اور دوست رکھتا ہوں عالم کو اور کہا حسن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روشنائی عالموں کی دواتوں کی جس سے اللہ کے واسطے مسائل دین کے لکھتے ہیں وزن کی جائے کی قیامت کے دن مقابلے میں خون شہیدوں کے پس ترجیح دی جائے گی سیاہی کو عالموں کی شہیدوں کے خون پر اور ایسا ہی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہو تو سکھانیوالا یا سیکھنے والا یا سننے والا اور مت ہو تو چوتھا پس ہلاک ہوگا کہا کسی نے یا رسول اللہ کونسا عمل فضل ہے فرمایا حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم دین کیونکہ تھوڑا عمل نفع دیتا ہے علم کے ساتھ اور بہت عمل نفع نہیں دیتا ہے ساتھ جہالت کے پس معلوم ہوا اس سے کہ علم بہتر ہے عبادت سے مگر ضرور ہے بندے کو عبادت کو کرنا باوجود علم کے ورنہ ہوگا علم اوس کا غبار پراگندہ یعنے بے فائدہ اور نظر کرنا چہرے عالم کی طرف عبادت ہے اور فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالی

فرشتے الغرض اہل آسمان اور زمین یہان تک کہ چونٹیان اپنے سوراخون مین اور
مچھلیان دریا مین درود بھیجتے ہین اوس شخص پر جو کہ سکھاتا ہے لوگون کو
علم دین کا پس نہ ہے نصیب اوس شخص کے جو علم دین کا شد سکھا دے
حدیث قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِوَامُ الدُّنْیَا بِاَرْبَعَةِ
اَشْیَاءَ اَوَّلُهَا بِعِلْمِ الْعُلَمَاۤءِ وَالثَّانِیْ بِعَدْلِ الْاُمَرَاۤءِ وَالثَّالِثُ
بِسَخَاوَةِ الْاَغْنِیَاۤءِ وَالرَّابِعُ بِدَعْوَةِ الْفُقَرَاۤءِ وَلَوْلَا عِلْمُ الْعُلَمَاۤءِ
لَهَلَكَ الْجَاهِلُوْنَ وَلَوْلَا سَخَاوَةُ الْاَغْنِیَاۤءِ لَهَلَكَ الْفُقَرَاۤءُ وَ
لَوْلَا دُعَاۤءُ الْفُقَرَاۤءِ لَهَلَكَ الْاَغْنِیَاۤءُ وَلَوْلَا عَدْلُ الْاُمَرَاۤءِ
لَاَكَلَ بَعْضُ بَعْضًا كَمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ الْغَنَمَ **ترجمہ** فرمایا
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوطی دنیا کی چار چیزون سے ہے اول عالمون کے
علم سے دوسرے حاکمون کے عدل سے تیسرے مالدارون کی سخاوت سے چوتھے فقیرون کی
دعا سے پس اگر نہوتا علم عالمون کا تحقیق گمراہ ہوتے تمام جاہل اور اگر نہوتی سخاوت
مالدارون کی البتہ ہلاک ہوتے تمام فقیر اور اگر نہوتی دعا فقیرون کی ضرور ہلاک ہوتے تمام مالدار
اور اگر نہوتا انصاف امیرون کا کھا جاتے بعض آدمی بعض کو جیسا کہ کھا جاتا ہے بھیڑیا
بکری کو **حدیث** وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا
عَلٰی طَالِبِ الْعِلْمِ فَكَاَنَّمَا اَنْفَقَ مِثْلَ جَبَلِ اُحُدٍ مِّنَ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی
صَلٰوةً فِی الْجَمَاعَةِ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا لَمْ تَفُتْهُ رَكْعَةٌ كَتَبَ
اللّٰهُ لَهٗ بَرَاۤءَةً مِّنَ النِّفَاقِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی

الصُّبحِ ثُمَّ جَلَسَ يَذكُرُ اللهَ تعالىٰ يُعطِيهِ اللهُ تعالىٰ فِي الجَنَّةِ دُونَ سَبعِينَ قَصراً مِن ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا مَثَلُ الصَّلٰوةِ كَمَثَلِ نَهرٍ جَارٍ عَلىٰ بَابِ أَحَدِكُم يَغتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَومٍ خَمسَ مَرَّاتٍ هَل يَبقىٰ عَلَيهِ وَسَخٌ قَالُوا لَا قَالَ كَذٰلِكَ الصَّلٰوةُ تَغسِلُ الذُّنُوبَ (دقائق الاخبار) **ترجمہ** فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے دیا کسی طالب علم کو ایک درہم گویا کہ دیا اوس نے راہ خدا مین جبل احد کے برابر سرخ سونا اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے نماز پڑھی جماعت کے ساتھ چالیس دن کہ نہ فوت ہوئی اوسکی کوئی رکعت لکھتا ہے اللہ تعالیٰ واسطے اوس کے بیزاری نفاق سے اور فرمایا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جس نے نماز پڑھی صبح کی اور بیٹھا واسطے ذکر خدا کے دیگا اللہ تعالیٰ اوس کو ستر بالاخانے فردوس مین سونے اور چاندی کے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مثل نماز کی مثل نہر جاری کی ہے تمہارے دروازے پر جو شخص غسل کرتا ہے اوس مین ہر دن پانچ مرتبہ کیا باقی رہیگا میل اوس کے بدن پر پھر عرض کیا لوگون نے نہین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی نماز پنج وقتہ دھوتی ہے گناہون کو اور ہوجاتا ہے نمازی پاک صاف

مکرر التماس

[illegible] ہے کہ مسئلہ مین اتنا لحاظ کیا جاوے کہ کوئی مسئلہ لکھ سکتا [illegible]

[illegible] مسائل مین [illegible] جواب ہے۔ اگرچہ آپ [illegible]

[illegible] خلاف [illegible] معلوم ہوا ہے [illegible]

[illegible] ہین۔ اگر جواب [illegible] مین اور جواب

[illegible] مشکل ہے اسکی وجہ [illegible]

[illegible] مدرسین [illegible] ہین [illegible] اور

[illegible] ایسے ہی کر چکے ہین۔

اکثر لوگ خیال کرتے ہین [illegible] آسان امر ہے مگر حقیقت مین بہت ہی مشکل ہے

اسکا تجربہ ہوا ہے کہ اکثر لوگون نے مسئلہ دریافت کیا [illegible] سمجھا نہین گیا اور

دریافت کر لیا [illegible] اپنے قیاس سے جو جی مین آیا [illegible]

[illegible] بے سمجھے بوجھے اور بغیر کتاب کے ملاحظہ کیے [illegible]

[illegible] خلاف [illegible] بلا تحقیق [illegible] حکم

[illegible] حدیث شریف مین [illegible] اجرؤکم علی الفتوی اجرؤکم علی النار

[illegible] عالم خاص [illegible] فقہ [illegible]

[illegible] سوالات کا جواب [illegible]

[illegible] مسائل [illegible] ہون۔ اس [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فہرست

کتب مندرجہ ذیل نیز دیگر مطبوعات جن حضرات کو خرید منظور ہوں [illegible]
پتہ سے طلب فرمائیں بخدمت [illegible]

حدیقۃ الاحباب فی احوال اصحاب الصفہ		کیمیاء انسان	عہ
دوا الاسلام	سے	خلاصۃ [illegible]	۸
حضر حیات	عہ ۸	قصہ حویت ذلہ	[illegible]
[illegible]	عہ ۸	سلوک حقیقی	۳
[illegible] بین الاسلام مع ترجمہ اردو	۱۰	دیوان [illegible]	عہ
کتاب حقیقت [illegible] مع حالات	۸	فلاح کونین مع فضائل حرمین شریفین	[illegible]
حقیقت روح انسانی	۶	شیاق العلم	۱۲
[illegible] شریف	۶	باغ اخوان	عہ
[illegible] خاموش	۴	ملفوظات خواجہ عبداللہ	۴
معلم [illegible]	عہ ۸	مرأۃ العارفین	[illegible]
علاج ابناہ	[illegible]	شرح رباعیات جامی	۸
مجموعہ فتاویٰ عزیزیہ اردو	عہ	شرح لمعات شرح	[illegible]
خلاصۃ الکلام	۱		

تحفہ سبحانی [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] المشتہر [illegible]